کنز المدارس بورڈ کے عین نصاب کے مطابق

باطنی گناہوں کی پہچان اور اُن سے بچنے کے طریقوں کا بیان

اِحْیَاءُ الْعُلُوم مُتَرجَم

(منتخب ابواب)

مُصَنِّف

حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت امام محمد بن محمد غزالی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی

(وفات 505ھ)

پیشکش

المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

Islamic Research Center

باطِنی گناہوں کی پہچان اور اُن سے بچنے کے طریقوں کا بیان

اِحْیَاءُ الْعُلُوْم مُتَرْجَم

(منتخب ابواب)

مُصَنِّف

حُجَّةُ الْاِسْلَام حضرت امام محمد بن محمد غزالی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی (وفات ۵۰۵ھ)

پیش کش

المدینۃ العلمیۃ

Islamic Research Center

(شعبہ تراجم کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ کراچی

www.dawateislami.net

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ   وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصۡحٰبِكَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہ

نام کتاب : اِحیاءُ العُلُوم مُتَرجَم (منتخب ابواب)

مُؤَلِّف : حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت اِمام محمد بن محمد غزالی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْکَافِی (وفات ۵۰۵ھ)

مُتَرجِمِین : مَدَنی عُلَما (شعبہ تراجمِ کُتُب)

پہلی بار : ربیع الاول ۱۴۴۴ھ، ستمبر 2022ء

تعداد : 4000 (چار ہزار)

ناشر : مَکْتَبَۃُ الْمَدِیْنَہ فیضانِ مدینہ محلّہ سوداگران پُرانی سبزی منڈی کراچی

تصدیق نامہ

تاریخ: ۸ ذُوالحِجَّۃِ الحَرَام ۱۴۳۴ھ   حوالہ نمبر: ۲۷۵

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب ''اِحیاءُ العُلُوم'' (مُتَرجَم جلد:3 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) پر مجلس تَفْتِیْشِ کُتُب و رَسائل کی جانب سے نظرِ ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے عقائد، کُفریہ عِبارات، اَخلاقیات، فقہی مسائل اور عَرَبی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر مُلاحَظہ کر لیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غَلَطیوں کا ذِمّہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تَفْتِیْشِ کُتُب و رَسائل (دعوتِ اسلامی)

14-10-2013

Email: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

اِلتجا: کسی اور کو یہ کتاب چھاپنے کی اِجازت نہیں

www.dawateislami.net

فہرست

عنوان	صفحہ
فہرست	2
پہلے اسے پڑھ لیجئے	4
غصہ، کینہ اور حسد کی مذمت کا بیان	5
باب نمبر 1: غصہ کا بیان	7
پہلی فصل: غصہ کی مَذمَّت کا بیان	7
دوسری فصل: غصّہ کی حقیقت	13
تیسری فصل: کیا ریاضت کے ذریعے غصّے کا ازالہ ممکن ہے؟	21
چوتھی فصل: غصہ دلانے والے اُمور	28
پانچویں فصل: شدتِ غضب کے وقت غصے کا علاج	31
باب نمبر 2: تحمل مزاجی کا بیان	37
پہلی فصل: غصہ پینے کی فضیلت	37
دوسری فصل: تحمل مِزاجی کی فضیلت	39
تیسری فصل: اِنتقام اور تشفی کے لئے جائز کلام کی مقدار	51
باب نمبر 3: کینہ کا بیان	56
پہلی فصل: کینہ کا معنیٰ اور اس کے نتائج	56
دوسری فصل: عَفو و دَرگُزر اور احسان کی فضیلت	58
تیسری فصل: نرمی کی فضیلت	69
باب نمبر 4: حَسَد کا بیان	74
پہلی فصل: حَسَد کی مَذمَّت	74
دوسری فصل: حسد کی تعریف، حکم، اقسام اور درجات	83
تیسری فصل: حسد اور رشک کے اسباب	93
حسد کے سات اَسباب اور اُن کی تفصیل	93
چوتھی فصل: دوسروں کے مقابلے میں دوستوں اور ذوی الارحام سے حسد زیادہ ہونے کی وجہ	99
پانچویں فصل: حسد کی بیماری کو دل سے دُور کرنے کی دوا	104
چھٹی فصل: دل سے کس قدر حسد کو دور کرنا واجب ہے	113
جاہ و منصب اور ریاکاری کی مَذمَّت کا بیان	116
باب نمبر 1: حُبِّ جاہ اور شُہرت کا بیان	118
پہلی فصل: حُبِّ جاہ اور شُہرت کی مَذمَّت کا بیان	118
دوسری فصل: گمنامی کی فضیلت	122
تیسری فصل: حُبِّ جاہ کی مذمت	126
چوتھی فصل: جاہ کا معنیٰ اور اس کی حقیقت	127
پانچویں فصل: مال سے زیادہ جاہ و منصب محبوب ہونے کا سبب	129
چھٹی فصل: حقیقی اور وہمی کمال کا بیان	137
ساتویں فصل: حُبِّ جاہ کی محبوب و مذموم صورتوں کا بیان	143
آٹھویں فصل: مَدح کی خواہش اور مَذمَّت سے نفرت کے چار اسباب	146
نویں فصل: حُبِّ جاہ کا علاج	149
دسویں فصل: مدح کو پسند کرنے اور مذمت کو ناپسند کرنے کے اسباب کا علاج	153
گیارہویں فصل: مذمت کو ناپسند کرنے کا علاج	157
بارہویں فصل: تعریف و مَذمَّت کے سلسلے میں لوگوں کی چار حالتیں	161

www.dawateislami.net

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
238	آٹھویں فصل: گناہ چھپانے کے جواز اور لوگوں پر اس کے ظاہر ہونے کو ناپسند کرنے کا بیان	166	باب نمبر2: عبادات کے ذریعے جاہ و منزلت کی طلب
		166	پہلی فصل: ریاکاری کی مذمت
239	گناہ چھپانے کی آٹھ وجوہات	177	دوسری فصل: ریاکاری کی حقیقت اور ان اشیاء کا بیان جن کے ذریعے ریاکاری ہوتی ہے
245	نویں فصل: ریاکاری اور آفات کے خوف سے عبادات چھوڑ دینے کا بیان		
		187	تیسری فصل: ریاکاری کے درجات
267	دسویں فصل: مخلوق کے دیکھنے کے سبب عبادت کے لئے پیدا ہونے والی جائز و ناجائز چستی کا بیان	198	چوتھی فصل: چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ریاکاری کا بیان
273	گیارہویں فصل: عمل سے پہلے، دورانِ عمل اور عمل کے بعد مرید کے لئے لازمی امور کا بیان	204	پانچویں فصل: واضح اور پوشیدہ ریاکاری کے سبب اعمال برباد ہونے یا نہ ہونے کا بیان
284	کتب کا تعارف	212	چھٹی فصل: ریاکاری کی دوا اور اس بارے میں دل کا علاج
287	ماخذ و مراجع	232	ساتویں فصل: عبادات ظاہر کرنے کی رخصتوں کا بیان
	❊…❊…❊…❊…❊		❊…❊…❊…❊…❊

❊…❊…❊…❊…❊

www.dawateislami.net

پہلے اسے پڑھ لیجئے!

ایک مسلمان جس طرح اپنے ظاہر کو پاک صاف رکھتا ہے اس سے کہیں زیادہ اس کے لئے اپنے باطن کی پاکیزگی وصفائی کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ حدیث شریف میں ہے: ”**اللہ پاک تمہاری صورتوں اور اموال کی طرف نظر نہیں فرماتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف نظر فرماتا ہے۔**“ (مسلم، ص1386، حدیث:2564)

باطنی امراض میں بعض تو وہ ہیں جو انسان کو اندر سے جلاتے اور بے سکون کر دیتے ہیں جبکہ کچھ باطنی امراض انسان کو پُرسکون اور دھوکے باز خوشی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ **غصہ، کینہ** اور **حسد** وہ باطنی بیماریاں ہیں جو انسان کا سکون غارت کر دیتی ہیں اور وہ اپنی ہی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ اور ان تینوں امراض کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے کیونکہ غصے سے کینہ پیدا ہوتا ہے اور کینہ حسد کو لاتا ہے اور یہ تینوں بیماریاں مل کر انسان کو تباہی وبربادی کے گہرے گڑھے میں دھکیل دیتی ہیں۔ اسی طرح **حب جاہ** اور **ریاکاری** ایسی باطنی بیماریاں ہیں جن میں مبتلا شخص دل ہی دل میں خوش تو ہوتا ہے لیکن اسے احساس نہیں ہوتا کہ وہ دھوکے کا شکار ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بڑے بڑے نیک اعمال اور مجاہدے کرنے کے باوجود وہ ان کے حقیقی فوائد سے محروم رہتا ہے۔

ہمارے معاشرے کو زہر آلود کرنے میں باطنی بیماریوں کا کردار بہت بڑا ہے، یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین ہمیشہ ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کی اصلاح پر زیادہ زور دیا کرتے تھے۔ ان کا اصلاحی لٹریچر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اس میں حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی شہرۂ آفاق تصنیف ”اِحیَاءُ الْعُلُوْم“ تو ایک روشن مینار ہے جسے بزرگانِ دین نے اپنے مریدین کی تربیت کا نصاب بنایا، دورِ حاضر کی ایک عظیم ہستی **شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّاؔر قادِری رضوی** دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ بھی وقتاً فوقتاً اپنے مریدین ومتعلقین کو اسے پڑھنے کی ترغیب دلاتے رہتے ہیں۔ دعوت اسلامی کے تحقیقی ادارے ”**اسلامک ریسرچ سینٹر اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ**“ کے مدنی علمانے اس کے ترجمے کا کام کیا اور اشاعتی ادارے ”مَکْتَبَۃُ الْمَدِیْنَہ“ نے اسے چھاپنے کی سعادت حاصل کی۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں موجود کتاب دراصل ”اِحیَاءُ الْعُلُوْم، جلد 3“ کے چند منتخب ابواب کا مجموعہ ہے جو مذکورہ بالا باطنی امراض کی تفصیل پر مشتمل ہے۔ چونکہ یہ ابواب دعوت اسلامی کے ”**کنز المدارس بورڈ**“ کے نصاب کا حصہ ہیں، اس لئے انہیں الگ سے چھاپا گیا ہے۔

دعا ہے کہ ”**اللہ پاک** اس کتاب کو ہم سب کے لئے دونوں جہاں کی بھلائیوں کا ذریعہ بنائے۔“ (آمین)

غصہ، کینہ اور حسد کی مذمت کا بیان

(اس میں ایک مقدمہ اور چار ابواب ہیں)

مقدمہ:

تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس کے عَفْو ودَرگُزر اور رحمت پر وہی لوگ بھروسا کرتے ہیں جو رحمت کی امید رکھنے والے ہیں اور اس کے غضب اور دبدبے سے وہی ڈرتے ہیں جو اس کا خوف رکھتے ہیں۔ وہ اپنے بندوں کو آہستہ آہستہ وہاں لے جائے گا جہاں سے اُنہیں خبر نہ ہوگی اور ان پر خواہشات کو مسلّط کر کے جن خواہشات کو وہ چاہتے ہیں انہیں چھوڑنے کا حکم دیا۔ انہیں غصے میں مبتلا کر کے اس بات کا حکم دیا کہ وہ غصے کی حالت میں غصہ پی جائیں اور انہیں تکالیف اور لذّات میں مبتلا کر کے انہیں اس میں چھوڑے رکھا تا کہ جانچ ہو کہ وہ کیسے عمل کرتے ہیں اور ان کی محبت کا امتحان لیا تا کہ ان کے دعوے کی سچائی ظاہر ہو۔ انہیں یہ بتا دیا کہ جو کچھ وہ چھپاتے یا ظاہر کرتے ہیں اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے اور انہیں اس بات سے ڈرایا کہ وہ اچانک انہیں غفلت کی حالت میں پکڑ لے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّ لَاۤ اِلٰۤی اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ (پ۲۳، یٰس: ۴۹، ۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی کہ انہیں آلے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوں گے تو نہ وصیّت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں۔

اور دُرُود ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جو ایسے رسول ہیں جن کے جھنڈے تلے بروزِ قیامت تمام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ہوں گے اور ان کی آل واصحاب پر جو ہدایت کے چراغ اور پسندیدہ قائد ہیں اِن پر تمام اگلی پچھلی مخلوق کی تعداد کے برابر درود اور خوب سلام ہو اور اِن کی بَرَکت سے تمام اَوَّلین و آخِرین کو بلند مقام نصیب ہو۔

غصہ دلوں پر چڑھنے والی بھڑکتی آگ کا ایک شُعلہ ہے جو دل کے اندر اس طرح چُھپا ہوتا ہے جس طرح راکھ کے نیچے چنگاری ہوتی ہے۔ یہ غصہ ہر ہٹ دھرم سرکش کے دل میں چُھپے تکبُّر کو اس طرح باہر نکالتا ہے

www.dawateislami.net

جس طرح پتھر لوہے سے آگ نکالتا ہے۔ اربابِ نظر و اہلِ مُکاشَفہ نے نورِ یقین سے اس بات کو جان لیا ہے کہ انسان کی ایک رگ کا سلسلہ شیطان لعین تک دراز ہے پس جس شخص پر غصے کی آگ غالب ہوئی یقیناً شیطان سے اس کی قربت بھی مضبوط ہو گئی ہے کیونکہ شیطان ہی نے کہا تھا:

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اُسے مٹی سے بنایا۔ (پ۸، الاعراف: ۱۲)

مٹی کی شان سُکُون اور وقار ہے جبکہ آگ کی خاصیت بھَڑک اٹھنا اور حرکت و اضطراب ہے اور غصے کا نتیجہ کینہ و حسد ہیں۔ ان کے سبب جس نے ہلاک ہونا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور جس نے خراب ہونا ہے وہ خراب ہو جاتا ہے اور ان دونوں کا مرکز گوشت کی ایک بوٹی ہے جب وہ ٹھیک ہوتی ہے تو جسم کے تمام اعضاء ٹھیک ہوتے ہیں۔ کینہ، حَسَد اور غُصّہ ان کاموں میں سے ہیں جو انسان کو ہلاکت کے مقامات کی طرف لے جاتے ہیں، لہٰذا اہلاکت کے مقامات سے واقِفِیَّت ضروری ہے تاکہ ان سے ڈرے اور بچے اور اگر یہ باتیں دل میں پیدا ہو گئی ہیں تو انہیں دل سے دور کرے اور اگر دل میں راسخ ہو گئی ہیں تو دَوا سے ان کا علاج کرے کیونکہ جو شَر کو نہیں پہچانتا وہ اس میں پڑ جاتا ہے اور اگر کوئی پہچانتا تو ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ کس طریقے سے شر کو دور کیا جائے تو یہ اس کے لئے کافی نہیں۔

ہم اس باب میں غصے کی مَذَمَّت اور کینہ و حَسَد کی آفات کے مُتَعَلِّق دَرج ذیل امور بیان کریں گے: (۱)... غصہ کی مذمت۔ (۲)... غصہ کی حقیقت۔ (۳)... رِیاضت کے ذریعے مکمل طور پر غصے کا ازالہ ممکن ہے یا نہیں؟ (۴)... غصہ دلانے والے امور۔ (۵)... غصہ کے وقت اس کا عِلاج۔ (۶)... غُصّہ پی جانے کی فضیلت۔ (۷)... تَحَمُّل مزاجی کی فضیلت۔ (۸)... انتقام اور تَشَفِّی کے لئے جائز کلام کی مقدار۔ (۹)... کینہ اور اس کے نتائج۔ (۱۰)... عَفْو و دَرْ گُزر اور نرمی برتنے کی فضیلت۔ (۱۱)... حَسَد کی مذمت۔ (۱۲)... حَسَد کی حقیقت، اسباب اور علاج نیز اس کا ازالہ کس قدر ضروری ہے۔ (۱۳)... دوست اَحباب، بھائیوں، چچازاد بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں سے زیادہ حَسَد کرنے کی وجہ۔ (۱۴)... (ان کے مقابلے میں) دوسروں سے کم حَسَد ہونے کی وجہ۔ (۱۵)... دل سے حسد کی بیماری کو دُور کرنے کی دوا۔ (۱۶)... دل سے حسد کو دور کرنا کس قدر ضروری ہے؟

www.dawateislami.net

باب نمبر1: **غصہ کا بیان** (اس میں پانچ فصلیں ہیں)

پہلی فصل: **غصہ کی مذَمَّت کا بیان**

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَاؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۠ (۲۶) (پ۲۶، الفتح: ۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں اَڑ (ضد) رکھی وہی زمانۂ جاہلیت کی اَڑ تو **اللہ** نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے اور **اللہ** سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیتِ مبارکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کفارِ مکہ کی مذمت بیان کی کہ انہوں نے باطل غصے کی بنیاد پر جاہلیت کی حَمِیَّت (غیرت) کا مظاہرہ کیا جبکہ مسلمانوں کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان پر سکون اور وقار اتارا۔

غصہ کی مذَمَّت میں 10 فرامینِ مصطفٰے:

﴿1﴾... ایک شخص نے رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: یارسولَ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے کوئی مختصر عمل بتائیے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لَا تَغْضَبْ یعنی غصہ نہ کیا کرو۔'' اس نے دوبارہ یہی سوال کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''لَا تَغْضَبْ یعنی غصہ نہ کیا کرو۔''[1]

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: مجھے کوئی مختصر بات بتائیے تاکہ میں اسے سمجھ سکوں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: غصہ نہ کیا کرو۔ میں نے پھر یہی سوال کیا لیکن آپ نے دوبارہ یہی فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔[2]

1... بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۴/ ۱۳۱، حدیث: ۶۱۱۶

2... المسند للامام احمد بن حنبل، احادیث رجال من اصحاب النبی، ۹/ ۵۰، حدیث: ۲۳۱۹۸

www.dawateislami.net

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا ابن عَمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب سے مجھے کیا چیز بچا سکتی ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: غصہ نہ کیا کرو۔[1]

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہم سے پوچھا تم پہلوان کسے سمجھتے ہو؟ ہم نے عرض کی: جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: وہ پہلوان نہیں بلکہ پہلوان وہ شخص ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔[2]

﴿5﴾... کسی کو پچھاڑ دینے والا بہادر نہیں ہوتا بلکہ بہادر تو وہ ہوتا ہے جو غصے کے وقت خود کو قابو میں رکھے۔[3]

﴿6﴾... جو شخص اپنے غصے پر قابو پاتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا عیب چھپاتا ہے۔[4]

حضرت سیِّدُنا سلیمان بن داوٗد عَلَیْہِمَا السَّلَام نے ارشاد فرمایا: اے بیٹے! زیادہ غصہ کرنے سے بچو کیونکہ زیادہ غصہ بُردبار آدمی کے دل کو ہلکا کر دیتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عِکرِمہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس آیتِ مقدسہ:

وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا (پ۳، اٰل عمرٰن: ۳۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور سردار اور ہمیشہ کے لئے عورتوں سے بچنے والا۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "سیِّد" سے مراد وہ ہے جس پر غصہ غالب نہ آئے۔

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا ابو دَرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: غصہ نہ کیا کرو۔[5]

حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے

---

1 ... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو، ۲/ ۵۸۷، حدیث: ۶۶۴۶

2 ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب قبح الکذب... الخ، حدیث: ۲۶۰۸، ص ۱۴۰۶

3 ... بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۴/ ۱۳۰، حدیث: ۶۱۱۴

4 ... المعجم الکبیر، ۱۲/ ۳۴۷، حدیث: ۱۳۶۴۶

5 ... المعجم الاوسط، ۲/ ۲۰، حدیث: ۲۳۵۳

www.dawateislami.net

فرمایا: غصہ نہ کرو۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اس کی طاقت نہیں کہ میں انسان ہونے کے باوجود غصہ نہ کروں۔ فرمایا: مال کے فتنے میں نہ پڑو۔ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوحُ اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے فرمایا: یہ ممکن ہے۔

﴿8﴾... غصہ ایمان کو یوں خراب کر دیتا ہے جیسے ایلوا (ایک کڑوے درخت کا جما ہوا رَس) شہد کو خراب کر دیتا ہے۔[1]

﴿9﴾... جو شخص غصہ کرتا ہے وہ جہنّم کے کنارے پر جا پہنچتا ہے۔[2]

﴿10﴾... ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: کون سی چیز زیادہ سخت ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا غضب۔ عرض کی: مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب سے کیا چیز بچا سکتی ہے؟ فرمایا: غصہ نہ کیا کرو۔[3]

غصہ کی مذمّت میں فرامین بزرگانِ دین:

حضرت سیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اے ابنِ آدم! جب تُو غصہ کرتا ہے تو اُچھلتا ہے قریب ہے کہ کہیں تو ایسی چھلانگ نہ لگا بیٹھے جو تجھے جہنم میں پہنچا دے۔

حضرت سیِّدُنا ذُوالقَرنَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ایک فِرِشتے سے ملاقات ہوئی تو اس سے کہا: مجھے کوئی ایسی بات بتاؤ جس سے میرے ایمان اور یقین میں اضافہ ہو۔ فرشتے نے کہا: غصہ نہ کیا کرو کیونکہ شیطان غصہ کے وقت انسان پر سب سے زیادہ غالب ہوتا ہے، لہٰذا غصے کے بدلے عَفْو و دَرگُزر سے کام لیا کرو اور وقار کے ساتھ غصہ ٹھنڈا کیا کرو اور جلد بازی سے بچتے رہو کیونکہ جب آپ جلد بازی سے کام لیں گے تو اپنا حصہ گنوا بیٹھیں گے، اَقرِبا اور دیگر لوگوں کے لئے نرمی و آسانی مُہیّا کرنے والے بن جاؤ، عِناد رکھنے والے اور ظالم نہ بنو۔

حکایت: ایک راہب اور شیطان

حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک راہب اپنی عبادت گاہ میں مصروفِ عبادت تھا شیطان نے اسے گمراہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن ناکام رہا، پھر اس نے راہب کو عبادت گاہ کا دروازہ کھولنے کے لئے کہا مگر پھر بھی راہب خاموش رہا، شیطان نے اس سے کہا: اگر میں چلا گیا تو تجھے بہت افسوس ہو گا۔ راہب پھر بھی

---

1 ...شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، ۶/ ۳۱۱، حدیث: ۸۲۹۴

2 ...شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، ۶/ ۳۲۰، حدیث: ۸۳۳۱ بتغیر

3 ...مساوئ الاخلاق للخرائطی، باب ماجاء فی فضل الحلم... الخ، ص ۱۶۲، حدیث: ۳۴۲

www.dawateislami.net

خاموش رہا، یہاں تک کہ شیطان نے کہا: میں مسیح (یعنی عیسٰی) ہوں۔ راہب نے جواب دیا: اگر آپ مسیح ہیں تو میں کیا کروں؟ کیا آپ نے ہی ہمیں عبادت میں کوشش کرنے کا حکم نہیں دیا؟ اور کیا آپ نے ہم سے قیامت کا وعدہ نہیں کیا؟ آج اگر آپ ہمارے پاس کوئی اور چیز لے کر آئے ہیں (جو پہلی باتوں کے خلاف اور ظاہر شریعت کے معارض ہو) تو ہم آپ کی بات ہر گز نہ مانیں گے۔ بالآخر شیطان نے کہا: میں شیطان ہوں اور تجھے گمراہ کرنے آیا تھا مگر نہ کر سکا۔ اس کے بعد شیطان نے راہب سے کہا: تم مجھ سے جس چیز کے بارے میں چاہو سوال کر سکتے ہو۔ راہب نے کہا: میں تجھ سے کچھ نہیں پوچھنا چاہتا۔ جب شیطان منہ پھیر کر جانے لگا تو راہب نے اس سے کہا: کیا تو سن رہا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! کیوں نہیں۔ تو راہب نے اس سے پوچھا: مجھے انسان کی اس عادت کے بارے میں بتا جو اس کے خلاف تیری مدد گار ہے۔ شیطان بولا: وہ غصہ ہے، آدمی جب غصہ میں ہوتا ہے تو میں اسے اس طرح اُلٹ پلٹ کرتا ہوں جیسے بچے گیند کو اُلَٹ پَلَٹ کرتے ہیں۔

انسان پر شیطان کب غالب آتا ہے؟

حضرت سیِّدُنا خَیثَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: شیطان کہتا ہے انسان مجھ پر کیسے غالب آسکتا ہے جب وہ خوشی کی حالت میں ہوتا ہے تو میں اس کے دل میں چلا جاتا ہوں اور جب وہ غصے کی حالت میں ہوتا ہے تو میں اُڑ کر اس کے سر میں چلا جاتا ہوں۔

حماقت کی اصل اور برائی کی چابی غصہ ہے:

حضرت سیِّدُنا جعفر بن محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: غصہ ہر بُرائی کی چابی ہے۔

ایک انصاری کا قول ہے: گرم مزاج ہونا حماقت کی اصل ہے اور غصہ اس کا راہ نُما ہے اور جو جہالت پر راضی ہوتا ہے وہ بردباری سے محروم رہتا ہے حالانکہ بُردباری زینت اور نَفْع کا سبب ہے جبکہ جہالت عیب اور نقصان کا سبب ہے نیز احمق کی بات کے جواب میں خاموش رہنا ہی اس کا جواب ہے۔

شیطان کا دعوٰی:

حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں کہ اِبلیس کہتا ہے: انسان مجھے عاجز نہیں کر سکتا اور تین

www.dawateislami.net

چیزوں میں تو بالکل بھی نہیں: (۱)...جب وہ نشے میں ہوتا ہے تو میں اس کے نتھنوں سے پکڑ کر اسے جہاں چاہتا ہوں لے جاتا ہوں پھر وہ میری خاطر ہر وہ کام کرتا ہے جسے میں پسند کرتا ہوں (۲)...جب غصہ میں ہوتا ہے تو ایسی بات کہہ جاتا ہے جسے نہیں جانتا اور ایسا عمل کرتا ہے جس پر بعد میں نادم ہوتا ہے اور (۳)...جب اپنے مال میں بخل کرتا ہے تو میں اسے ایسی اُمیدیں دلاتا ہوں جن پر وہ قدرت نہیں پاتا۔

کسی عقلمند سے کہا گیا: فلاں شخص اپنے نفس پر خوب قابو رکھتا ہے۔ اس نے کہا: ایسی بات ہے تو اسے شہوت رُسوا نہیں کر سکتی، خواہش اسے پچھاڑ نہیں سکتی اور غصہ اس پر غالب نہیں آسکتا۔

غصہ ایمان و عزت کو خراب کر دیتا ہے:

ایک بزرگ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: غصے سے بچو کیونکہ وہ تمہیں معذرت کی ذِلَّت تک لے جاتا ہے۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ غصے سے بچو کیونکہ یہ ایمان کو یوں خراب کر دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔

بردباری و اَمانت داری کو ایسے پہچانو:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: آدمی کی بُردباری اس کے غصہ کے وقت اور اس کی اَمانت داری اس کی لالچ کے وقت دیکھو کیونکہ جب وہ غصہ میں نہ ہو تو تمہیں اس کے حِلْم کا کیسے پتہ چلے گا؟ اور جب اسے کسی چیز کی لالچ نہ ہو تو تمہیں اس کی امانت داری کیسے معلوم ہو گی؟

غصہ کی حالت میں سزا مت دو:

حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْعَزِیْز نے اپنے ایک عامل کو مکتوب بھیجا: غصہ کے وقت کسی کو سزا نہ دو بلکہ اسے قید کر لو اور جب تمہارا غُصّہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس کے جرم کے مطابق سزا دو اور اسے پندرہ سے زیادہ کوڑے مت مارو۔

حضرت سیِّدُنا علی بن زید رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ایک قُریشی نے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْعَزِیْز سے سخت بدکلامی کی تو آپ دیر تک سر جھکائے رہے پھر ارشاد فرمایا: کیا تو چاہتا ہے کہ شیطان مجھ پر بادشاہی کی عزت کا خیال دلا کر قابو پالے اور میں تیرے ساتھ ایسا سلوک کر بیٹھوں جس کی وجہ سے کل قیامت میں تو مجھ سے بدلہ لے سکے!

www.dawateislami.net

غصے سے بچنے میں فلاح ہے:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! غصے کے وقت عقل ٹھکانے نہیں رہتی جس طرح جلتے تنور میں زندہ آدمی کی رُوح قائم نہیں رہتی۔ لوگوں میں سب سے زیادہ عقل مند وہی ہے جسے سب سے کم غصہ آتا ہے پھر اگر وہ ایسا دنیا کے لئے کرتا ہے تو یہ اس کا مکر و حیلہ ہے اور اگر آخرت کے لئے کرتا ہے تو یہ علم و حکمت ہے۔ کہا گیا ہے: غصہ عقل کا دشمن اور اس کی ہلاکت ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے: جو شخص خواہشات، لالچ اور غصہ سے بچ گیا وہ فَلاح پا گیا۔ منقول ہے: جو اپنی خواہشات اور غصہ کی اطاعت کرے گا تو یہ دونوں اسے جَہَنَّم کی طرف لے جائیں گی۔

مسلمان کی علامتیں:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ مسلمان کی علامتیں یہ ہیں: دین میں مضبوط، نرم مزاجی پر ثابت قدم رہنے والا، یقین کے ساتھ ایمان رکھنے والا، علم رکھنے والا بُردبار، نرمی کے ساتھ دانائی رکھتا ہو، جائز مقام میں خرچ کرتا ہو، مال داری میں مَیانہ روی، فاقہ میں صبر، قدرت کے وقت احسان، دوستی میں تَحَمُّل مِزاجی اور تنگی میں صبر کرتا ہو، غصہ اس پر غالب نہ ہو، حَمِیَّت و غیرت کا شکار نہ ہو، خواہش کے آگے مغلوب نہ ہو، اس کا پیٹ اس کے لئے رُسوائی کا باعث نہ ہو، حرص و طمع کی وجہ سے ذلیل نہ ہو، اپنے ارادے میں لاپروانہ ہو، مظلوم کی مدد کرتا اور کمزور پر رحم کھاتا ہو، بخیل ہو نہ فضول خرچ ہو، حد سے بڑھنے والا ہو نہ ہی تنگی کرنے والا ہو، جب اس پر ظُلم ہو تو مُعاف کر دیتا ہو، جاہل سے دَرگُزر کرتا ہو اور اس کا نفس اس سے تنگ ہو جبکہ لوگ اس سے خوش ہوں۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا گیا کہ ایک ہی جملے میں اچھے اَخلاق کو بیان کیجئے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: غصے کو چھوڑ دینا۔

غصہ نہ کرنے پر اعلیٰ مقام:

ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے اُمتیوں سے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو مجھے غصہ نہ کرنے کی ضمانت دے گا وہ

www.dawateislami.net

میرا خلیفہ اور میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔ ایک نوجوان نے عرض کی: میں ضمانت دیتا ہوں۔ نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی بات دہرائی تو اس نوجوان نے دوبارہ عرض کی: میں ضمانت دیتا ہوں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو وہ نوجوان اُن کے مقام پر فائز ہوگیا۔ وہ نوجوان حضرت سیِّدُنا ذُوالْکِفْل عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام تھے[1]، ان کا یہ نام اس لئے مقرر ہوا کہ انہوں نے غصہ نہ کھانے کی کفالت (ذمہ داری) اٹھائی اور اسے پورا کیا۔

حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ کفر کے چار ارکان ہیں: (۱)... غصہ (۲)... شہوت (۳)... بیوقوفی اور (۴)... طمع۔

دوسری فصل:

غصّہ کی حقیقت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جاندار کو اس طرح پیدا فرمایا کہ وہ اپنے بدن کے داخلی اور خارجی اسباب کے لحاظ سے فنا اور ہلاک ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ایک ایسی چیز عطا کی ہے جو اسے ایک مقررہ مدت تک فساد اور ہلاکت سے محفوظ رکھتی ہے۔

داخلی سبب یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے حرارت اور رطوبت سے مرکب کیا اور حرارت و رطوبت کے مابین تضاد رکھا، حرارت رُطُوبَت کو تحلیل وخشک کرتی اور اس کے بخارات بناتی رہتی ہے حتّٰی کہ رطوبت کے اجزا بھاپ بن کر بلند ہونے لگتے ہیں اگر تحلیل اور بھاپ بن کر ضائع ہو جانے والی رطوبت کو پورا کرنے کے لئے غذا کی مدد رطوبت کے ساتھ نہ ہو تو انسان ضرور ہلاک ہو جائے۔ لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے غذا کو انسانی

---

[1]... نبوّت وہبی ہے کسبی نہیں۔ چنانچہ **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہارِ شریعت، جلد اول، حصہ اول، صفحہ 38** پر صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: نبوّت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت وریاضت کے ذریعہ حاصل کر سکے، بلکہ محض عطائے الٰہی ہے، کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے، ہاں! دیتا اسی کو ہے جسے اس منصبِ عظیم کے قابل بناتا ہے، جو قبلِ حصولِ نبوّت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک، اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارجِ ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزّہ ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو، اُسے عقلِ کامل عطا کی جاتی ہے، جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اُس کے لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (پ۸، الانعام: ۱۲۴، ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے) ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾ (پ۲۷، الحدید: ۲۱، ترجمۂ کنزالایمان: یہ **اللہ** کا فضل ہے جسے چاہے دے اور **اللہ** بڑے فضل والا ہے) اور جو اسے (نبوّت) کو کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب وریاضت سے منصبِ نبوت تک پہنچ سکتا ہے، کافر ہے۔

www.dawateislami.net

بدن کے مُوافِق بنایا اور انسان میں ایسی خواہش پیدا کی جو اسے غذا کے حُصُول پر اُبھارتی ہے تاکہ اس کے ذریعے نقصان کا تدارُک ہو اور ہلاکت سے حِفاظت ہو۔

انسان کو جو خارجی اسباب پیش آتے ہیں وہ تلوار، نیزہ اور دِیگر مُہلِک ہتھیار ہیں جن سے ہلاکت کا قصد کیا جاتا ہے۔اب انسان ایک ایسی غیرت اور قوت کا محتاج ہوا جو اس کے باطن سے جوش مار کر نکلے اور ان مُہلِکات کو اس سے دور کر دے۔ چنانچہ

قوتِ غضب کی حقیقت اور اس کا محل:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قوتِ غضب کو آگ سے بنایا ہے اور اسے انسان کے اندر رکھ دیا ہے، اب جب بھی اسے کسی غرض اور مقصد سے روکا جاتا ہے تو اس کے اندر موجود غضب کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور جوش میں آجاتی ہے جس کے باعث اس کے دل کا خون کھول اٹھتا ہے اور رگوں میں پھیل جاتا ہے اور بدن کے بالائی حصے کی طرف بلند ہو جاتا ہے جس طرح آگ کی لَپَٹیں اوپر اٹھتی ہیں یا جیسے ہانڈی کا اُبال اوپر کو اٹھتا ہے۔ لہٰذا وہ چہرے کی طرف بلند ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے آنکھیں اور چہرہ سرخ ہو جاتے ہیں اور چونکہ چہرہ صاف وشفاف ہوتا ہے اس لئے چہرے میں سرخی صاف دکھائی دیتی ہے جیسے شیشے کے گلاس میں کوئی چیز ہو تو باہر سے اس کی رنگت صاف دکھائی دیتی ہے۔ یہ خون کا پھیلنا اس وقت ہوتا ہے جب انسان کو اپنے سے کمزور آدمی پر غصہ آئے اور اسے اس بات کا علم ہو کہ وہ اس پر اپنا غصہ نکال سکتا ہے اور اگر غصہ اپنے سے طاقتور آدمی پر آئے اور اس سے انتقام نہ لے سکتا ہو تو یہ خون ظاہری جلد سے سمٹ کر دل کے اندر چلا جاتا ہے اور حُزن ومَلال کا باعث بنتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس وقت انسان کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے اور اگر غصہ اپنے سے ہم پلہ پر آئے تو یہ دونوں کیفیتیں ظاہر ہوتی ہیں اور اضطراب کی وجہ سے کبھی چہرہ سُرخ اور کبھی زَرد ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قوت غضب کا مَحَل دل ہے اور اس کا معنٰی ہے کہ اِنتقام کے لئے دل کے خون کا جوش مارنا۔ یہ قوت مہلکات کے واقع ہونے سے قبل جوش مارتی ہوئی ان کے دفاع کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور مہلکات کے واقع ہونے کے بعد اس کی غرض تسلی اور انتقام ہوتا ہے۔ انتقام اور اس کی خواہش اس قوت کی غذا ہے، اسی میں اس کو لذت ملتی ہے اور اسی کے ذریعے یہ پُر سُکون ہوتی ہے۔

www.dawateislami.net

قوت غضب کے درجات:

قوتِ غضب میں لوگ فطرتاً تین درجوں پر ہیں: (١)... تفریط (٢)...اِفراط اور (٣)...اِعتدال۔

غصہ کا نہ ہونا بھی قابلِ مذمت ہے:

❀... **تفریط:** قوت غضب میں تفریط سے مراد غصے کا بالکل نہ ہونا یا کم ہونا ہے اور یہ مذموم ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان میں حَمِیَّت وغیرت نام کی کوئی چیز نہیں۔

وہ گدھا ہے:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: ''جسے غصہ دلایا جائے اور وہ غصے میں نہ آئے تو وہ گدھا ہے۔''

لٰہذا جس شخص میں غصے کی قوت اور غیرت بالکل نہ ہو تو وہ انتہائی ناقص ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید میں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے غصے اور غیرت کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ (پ٢٦، الفتح: ٢٩)

ترجمۂ کنزالایمان: کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

اور اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْؕ (پ١٠، التوبۃ: ٧٣)

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔

یہ سختی اور شدت غیرت کی علامات میں سے ہے جسے غصے سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

غصے کی زیادتی بھی قابلِ مذمت ہے:

❀...**اِفراط:** قوتِ غضب میں افراط سے مراد یہ ہے کہ غصہ انسان پر اس قدر غالب آجائے کہ وہ عقل ودِین دونوں کی سوجھ بوجھ سے عاری ہو جائے اور اس کے پاس کسی قسم کی بَصارت، نظر و فکر اور اختیار نہ رہے بلکہ وہ ایک مُضطَر (یعنی بے چین) اور مجبور قسم کا انسان بن جائے۔ غصے کے غلبے کا سبب یا تو پیدائشی ہوتا ہے یا

www.dawateislami.net

عادت کے سبب ایسا ہوتا ہے۔ چنانچہ کئی لوگ فطری طور پر انتہائی غُصیلے ہوتے ہیں حتّٰی کہ ان کی صورت بھی گویا فطری طور پر غصے سے بھری ہوئی دکھائی دیتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے مزاج کی گرمی بھی اس پر مُعاوِن ہوتی ہے۔ چونکہ غصہ آگ سے ہے۔[1] جیسا کہ حضور نبیِّ اَکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے۔ جبکہ مزاج کی ٹھنڈک اسے بجھاتی اور اس کے جوش کو ختم کرتی ہے۔

غصے کے اَسبابِ عادِیہ:

غصے کے اسباب عادیہ یہ ہیں: مثلاً وہ ایسے لوگوں میں اٹھتا اور بیٹھتا ہو جو فخریہ غصے کا اظہار کرتے ہوں اور اسے بَہادُری اور مردانگی سے تعبیر کرتے ہوں جیسے ان میں سے کوئی یہ کہتا ہے: ہم کسی کے مکر و فریب پر صبر نہیں کرتے اور نہ کسی کی بات برداشت کرتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ (وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ) نہ ہم میں عقل ہے اور نہ بردباری۔ مزید یہ کہ وہ اس بات کو اپنی جہالت کے سبب فخریہ بیان کر رہے ہوتے ہیں، لہٰذا ان میں سے جو اس کو سنتا ہے اس کے دل میں غصے کی اچھائی راسخ ہو جاتی ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح ہونا پسند کرتا ہے۔ اس طرح اس کے اندر غصے کی عادت پختہ ہوتی ہے حتی کہ جب غصے کی آگ بھڑک جاتی ہے اور اس کی لَپٹیں اٹھتی ہیں تو وہ شخص اندھا ہو جاتا ہے اور ہر قسم کی نصیحت سننے سے بہرہ ہو جاتا ہے اور جب اسے نصیحت کی جائے تو اس پر نصیحت اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ اُلٹا اسے نصیحت کرنے والے پر غصے آتا ہے۔

ایسی حالت میں جب وہ نورِ عقل سے روشنی حاصل کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا کیونکہ اس وقت عقل کا نور بجھ چکا ہوتا ہے اور غصے کی آگ کا دھواں اس کا احاطہ کر لیتا ہے چونکہ سوچ و فکر کا سرچشمہ دِماغ ہے، جب غصے کی شدت کی وجہ سے دل کا خون کھولنے لگتا ہے تو تاریک و سیاہ دھواں دل سے معدنِ فکر دماغ کی طرف چڑھتا ہے اور اس پر چھا جاتا ہے اور کبھی محسوس کرنے کے معادن کی طرف بھی متعدی ہوتا ہے اس صورت میں اس کی آنکھوں پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ دنیا اس پر تاریک ہو جاتی ہے اور اس کا دماغ اس اندھیرے غار کی طرح ہو جاتا ہے جس میں آگ روشن کی جائے تو اَطراف میں دھواں ہی پھیلے اور فضا تاریک ہو جائے اور اردگرد کا ماحول آگ کے باعث گرم ہو جائے اور اگر وہاں کوئی چھوٹا سا چراغ بھی ہو تو وہ بھی اس

---

1 ...الزواجر عن اقتراف الکبائر، الباب الاوّل فی الکبائر الباطنة... الخ، الکبیرة الثالثة الغضب بالباطل... الخ، ۱/ ۱۲۳

www.dawateislami.net

کے باعث بجھ جائے اب نہ وہاں کسی کے قدم ٹھہر سکیں نہ کسی کی آواز سنائی دے اور نہ کوئی چہرہ دکھائی دے اور نہ کوئی اندر یا باہر سے آگ بجھانے پر قادر ہو۔ اب اس ماحول میں بیٹھے رہنے والا شخص صبر ہی کر سکتا ہے یہاں تک کہ آگ ان تمام چیزوں کو جلا کر خاکِسْتَر کر دے جو جلنے کے قابل ہوں۔ دل و دماغ کے ساتھ غصے کا معاملہ بھی یہی ہے، بعض اوقات غصے کی آگ میں اس قدر شدت آجاتی ہے کہ وہ اس رُطُوبَت کو بھی ختم کر دیتی ہے جس پر دل کی حیات کا مدار ہوتا ہے اس طرح آدمی غصے کی آگ میں جل کر خود ہی ہلاک ہو جاتا ہے جیسے غار میں جلنے والی آگ جب زیادہ شدت اختیار کر لیتی ہے تو وہ در و دیوار کو جلا کر خَاکِسْتَر کر دیتی ہے جس کی وجہ سے غار کی چھت بھی مُنْہَدِم ہو جاتی ہے اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ آگ ان اَجزا کو جلا کر ختم کر دیتی ہے جن پر چھت کی بنیاد ہوتی ہے، یہی حال غصے کے وقت دل کا ہوتا ہے (کہ وہ غصے کی آگ کی شدت میں جل کر خاکستر ہو جاتا ہے)۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ کشتی جو سمندری طوفان میں پھنس جائے اور سمندر کے درمیان تیز ہواؤں اور موجوں کی شدت کی وجہ سے ہچکولے کھائے اس کی حالت زیادہ اچھی ہوتی ہے اور اس کی سلامتی کی زیادہ امید کی جاتی ہے اس نفس کے مقابلے میں جو غیظ و غضب کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے کیونکہ کَشتی میں تو ایسا شخص موجود ہے جو کشتی کو پر سکون رکھنے، اسے بچانے اور ساحِلِ سمندر تک پہنچانے کی تدبیر کرتا ہے جبکہ دل جو انسان کے لئے کشتی چلانے والے کی طرح ہے جب وہ خود ہی غصے کی آگ میں جل کر اندھا اور بہرا ہو چکا ہے تو وہ کشتی (یعنی جسم) کی حفاظت کا کیا حیلہ کرے گا!

ظاہری جسم پر غصے کے اثرات:

غَضَب کے جسم پر جو اَثرات طاری ہوتے ہیں وہ یہ ہیں: رنگ کا مُتَغَیِّر ہونا، بدن پر کپکپی طاری ہونا، اپنے اَفعال پر قابو نہ رہنا، حَرکات و سکنات میں بے چینی کا پایا جانا نیز کلام کا مُضْطَرِب ہو جانا یہاں تک کہ باچھوں سے جھاگ نکلنا، آنکھوں کی سرخی حد سے بڑھ جانا، ناک کے نتھنے پھول جانا بلکہ ساری صورت ہی کا تبدیل ہو جانا۔ اگر کوئی غضبناک شخص اس حالت میں اپنی ہی شکل دیکھ لے تو شرم کے مارے اپنی خوبصورت شکل کو بدصورتی میں تبدیل پا کر خود ہی اس کا غصہ ختم ہو جائے گا، باطن کا برا ہونا یہ ظاہر کے برے ہونے سے زیادہ برا ہوتا ہے کیونکہ ظاہر باطن کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ پہلے باطن بُرا ہوتا پھر اس کی بُرائی ظاہر پر پھیلتی ہے اور ظاہر کا بدلنا پھل

www.dawateislami.net

ہے باطن کے بدلنے کا، لٰہذا تم پھل (ظاہر) دیکھ کر پھل دینے والے (باطن) کا اندازہ لگالو۔

زبان پر غصے کے اَثرات:

زبان پر غصے کے اثرات اس طرح مرتب ہوتے ہیں کہ اس سے بری باتیں نکلتی ہیں مثلاً: ایسی فُحش اور گندی گالیاں وغیرہ کہ جن سے ہر صاحبِ عقل کو حیا آئے، یہاں تک کہ غصہ ختم ہو جائے تو خود اس شخص کو اپنی باتوں پر شرم محسوس ہو، یہی وجہ ہے کہ کلام بے رَبط اور الفاظ خَلط مَلط ہو جاتے ہیں۔

اَعضاء پر غصے کے اَثرات:

اعضاء پر غصے کے اَثرات اس طرح مُرتَّب ہوتے ہیں کہ وہ مار دھاڑ کرتا ہے، کپڑے پھاڑتا ہے اور لاپروائی سے زخمی اور قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ جس پر غصہ آیا ہے اگر وہ بھاگ جائے یا کسی وجہ سے اس کے قابو میں نہ آئے تو وہ غصہ اپنے پر اُتارتا ہے مثلاً وہ اپنے کپڑے پھاڑتا ہے، اپنے چہرے پر مارتا ہے اور بسا اوقات اپنے ہاتھ زمین پر مارتا ہے یا نشے والے اور مدہوش اور حیران و پریشان شخص کی طرح دوڑتا ہے اور بعض اوقات غصے کی شدت کی وجہ سے اس طرح گر پڑتا ہے کہ اٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا اور اس پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات غصے کی وجہ سے حیوانات کو مارنا اور چیزوں کو توڑنا شروع کر دیتا ہے کبھی وہ برتن زمین پر دے مارتا ہے اور کبھی دستر خوان اٹھا پھینکتا ہے اور کبھی وہ غصے کے سبب پاگلوں کی سی حرکتیں کرتا ہے، بے زبان جانوروں اور جَمادات کو گالیاں دیتا ہے اور انہیں مخاطب کر کے کہتا ہے: کب تک تم ایسا کرتے رہو گے؟ وغیرہ وغیرہ اور ان سے اس طرح بات کرتا ہے جیسے وہ سمجھدار ہوں، اسی دوران اگر کوئی جانور اسے لات مار دے تو وہ بھی اسے واپس لات مارتا ہے اور اس طرح اس کا مقابلہ کرتا ہے۔

دِل پر اَثرات:

دل پر اس کے اثرات یہ مرتب ہوتے ہیں کہ جس پر غصہ ہو اس کے خلاف دل میں کینہ اور حسد پیدا ہو جاتا ہے، اس کی مصیبت پر خوشی کا اور خوشی پر غم کا اظہار کرتا ہے، اس کا راز فاش کرنے، دامنِ عزّت چاک کرنے اور مذاق اُڑانے کا عزمِ مُصَمَّم (یعنی پختہ ارادہ) کیے ہوتا ہے اور اس کے علاوہ کئی دیگر برائیاں جنم لیتی ہیں۔

یہ جو کچھ ابھی مذکور ہوا حد سے بڑھنے والے غصے کا نتیجہ ہے۔

www.dawateislami.net

غصے میں تفریط کا نتیجہ:

طبیعت میں غصہ ضرورت سے بھی کم ہونے کا نتیجہ بے حیائی کی صورت میں نکلتا ہے لہٰذا جس کام پر غصہ آنا چاہئے اس پر غصہ نہ آنا، مثلاً: اپنے محارِم، بیوی اور ماں کی طرف سے کسی نامناسب بات پر چشم پوشی کرنا، کمینے اور گھٹیا لوگوں کی طرف سے رُسوائی کا سامنا کرنا اور احساس کمتری میں مبتلا ہونا، یہ سب بھی قابل مذمت ہے، کیونکہ اس کے نتائج میں سے ہے کہ انسان اپنے محارِم کے معاملے میں بھی بے غیرت ہو جاتا ہے اور یہ نامردی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ غَیُوْر ہے:

پیکرِ شرم وحیا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مبارک فرمان ہے: اِنَّ سَعْدًا لَّغَیُوْرٌ اَنَا اَغْیَرُ مِنْ سَعْدٍ وَاِنَّ اللہَ اَغْیَرُ مِنِّیْ یعنی بے شک سعد غیرت مند ہیں اور میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے۔[1]

غیرت مند ہونا دین سے ہے:

غیرت اس لئے پیدا کی گئی تاکہ نسب کی حفاظت ہو۔ اگر لوگ اس میں چشم پوشی سے کام لیں تو نسب خلط ملط ہو جائیں اور امتیاز باقی نہ رہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ ”ہر وہ قوم جس کے مردوں میں غیرت نہ رہے اس قوم کی عورتیں شرم وحیا کی چادر اُتار پھینکتی ہیں“ برائیوں کو دیکھ کر خاموش رہنا بھی غصے میں تفریط کی علامات میں سے ہے۔ رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”خَیْرُ اُمَّتِیْ اَحِدَّاؤُھَا یعنی میری امت کے وہ لوگ اچھے ہیں جو (دین کے معاملے میں) سخت ہیں۔“[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ (پ۱۸، النور: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں۔

بلکہ جس میں غصہ نہ ہو وہ اپنی تربیت سے بھی عاجز ہوتا ہے کیونکہ بذریعہ غصہ خواہش کو مغلوب کرنے

---

1 ...المعجم الاوسط، ۲/ ۱۳۸، حدیث: ۲۷۹۷

2 ...شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، ۶/ ۳۱۳، حدیث: ۸۳۰۱

www.dawateislami.net

ہی سے تربیت مکمل ہوتی تاکہ جب نفس بُری خواہشات کی طرف مائل ہو تو بندہ اس پر غصہ کرے۔ معلوم ہوا کہ غصے کا بالکل نہ ہونا بھی مذموم ہے۔

غصہ کس حد تک ہونا چاہئے؟

❀...**اِعتِدال:** (اِفراط و تفریط کے بجائے) قابل تعریف وہ غصہ ہے جو عقل اور دین کے تابع ہو یعنی جہاں غیرت کا معاملہ ہو وہاں غصہ آئے اور جہاں بُردباری کا موقع ہو وہاں غصہ نہ آئے، غصے کو حدِ اِعتدال پر رکھنا ہی استقامت ہے اور اسی استقامت کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کو مکلَّف بنایا ہے اور یہی وہ درمیانی حالت ہے جس کی تعریف رحمتِ عالَم، نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی: "خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُهَا یعنی بہترین امور وہ ہیں جن میں میانہ روی ہو۔"[1]

جس شخص میں غصے کی کمی ہو حتّٰی کہ وہ اس کے سبب اپنے میں غیرت کی کمی اور گھٹیا پن پائے اور اس کی وجہ سے بلاوجہ ذلیل و رُسوا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے نفس کا علاج کرے تاکہ اس میں غصے کی قوت پیدا ہو اور جس شخص کا غصہ حد سے بڑھا ہوا ہو یہاں تک کہ وہ اس کے سبب بے وقوفانہ اور بُرے کاموں میں ملوث ہو تو اسے بھی چاہئے کہ اپنا علاج کرے تاکہ غصے کی شدت میں کمی کرے اور اِفراط و تفریط سے ہٹ کر درمیانی راہ پر چلے جو کہ صراط مستقیم ہے اور یہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اگر راہِ اعتدال پر چلنے سے عاجز ہو تو کم از کم اس کے قریب رہنے کی کوشش کرے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (پ۵، النسآء: ۱۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اَدھر (درمیان) میں لٹکتی چھوڑ دو۔

لہٰذا جو شخص مکمل طور پر خیر کے کام نہ کر سکتا ہو تو اس کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اب وہ شر کے کام کرنے لگ جائے کیونکہ بعض برے کام دوسرے برے کاموں کے مقابلے میں ہلکے ہوتے ہیں جبکہ بعض خیر کے کام دوسرے نیک کاموں کے مقابلے میں زیادہ قدر و منزلت والے ہوتے ہیں۔

---

[1]...شعب الایمان، باب الاقتصاد فی النفقة...الخ، ۵/ ۲۶۱، حدیث: ۶۶۰۱ عن مطرف

www.dawateislami.net

یہ غصے کی حقیقت اور اس کے درجات تھے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حُسنِ تَوفِیق اور اس کے پسندیدہ کاموں کا سوال کرتے ہیں بے شک وہ جو چاہے کرتا ہے۔

تیسری فصل: کیا ریاضت کے ذریعے غصّے کا ازالہ ممکن ہے؟

بعض لوگوں کے خیال میں غصے کو بالکل ختم کیا جاسکتا ہے اور رِیاضَت (مشق) کے ذریعے یہ ممکن ہے اور ریاضت کا مقصود بھی یہی ہے جبکہ بعض لوگوں کے خیال میں غصہ ایک ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں اور یہ ان لوگوں کی رائے ہے جو عادات کو جسمانی بناوٹ کی طرح خیال کرتے ہیں کہ جس طرح جسمانی بناوٹ میں تبدیلی نہیں آسکتی اسی طرح عادات میں بھی تبدیلی نہیں آسکتی۔ یہ دونوں رائیں غلط ہیں۔ حق وہ ہے جو ہم ذکر کررہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ انسان جب تک کسی چیز کو پسند یا ناپسند کرتا ہے تو اس میں وہ غصے سے خالی نہیں رہتا کیونکہ ہمیشہ سے یہی ہوتا ہے کہ ایک چیز اس کے موافق ہوتی ہے تو دوسری اس کے مخالف۔ توجو چیز اس کے موافق ہوتی ہے اسے پسند اور مخالف چیز کو ناپسند کرتا ہے اور اسی پر اسے غصہ بھی آتا ہے کیونکہ اگر اس کی پسندیدہ چیز اس سے چھین لی جائے تو وہ اس کے سبب یقیناً غصے میں آتا ہے اور اگر اسے کوئی ناپسندیدہ چیز پہنچے تو ضرور وہ غَضَب ناک ہوتا ہے۔

پسندیدہ چیزوں کی اقسام:

انسان جن چیزوں کو پسند کرتا ہے وہ تین اَقسام پر مشتمل ہیں:

۞...**پہلی قسم:** اس قسم میں وہ چیزیں داخل ہیں جو تمام انسانوں کے لئے ضروری ہیں جیسے کھانا، مکان، لباس اور بدن کی حفاظت وغیرہ۔ لہٰذا مار پیٹ کے ذریعے کوئی اگر کسی کے بدن کا ارادہ کرے یا اسے زخمی کرے تو وہ ضرور اس پر غضب ناک ہوتا ہے، یونہی اگر کوئی کسی کو بَرَہنہ کرے یا اسے اس گھر سے نکال دے جس میں وہ رہائش پذیر ہے یا پیاس بجھانے کے لئے رکھے ہوئے کسی کے پانی کو گرادے تو یقیناً غصہ آئے گا کیونکہ یہ ضروریات ہیں، انسان ان کے زوال کو پسند نہیں کرتا اور جو انہیں ضائع کرنے کے درپے ہو اس پر غصہ بھی آتا ہے۔

۞...**دوسری قسم:** میں وہ چیزیں داخل ہیں جو مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے بھی ضروری نہیں جیسے جاہ و مرتبہ، مال کی کثرت، غلام وخُدّام اور سُواری کے جانور وغیرہ۔ یہ چیزیں چونکہ ضروری نہیں ہیں لیکن عادت اور امورِ مقاصد سے جہالت کے سبب محبوب ہوگئیں یہاں تک کہ سونا چاندی کو فی نفسہٖ محبوب خیال کرلیا گیا اور

www.dawateislami.net

اسے جمع کیا جانے لگا، لہٰذا اب اس کی چوری پر غصہ آتا ہے اگرچہ غذا کے طور پر اس کے استعمال کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس قسم سے تعلق رکھنے والی چیزوں سے غصے کا دور ہونا ممکن ہے جیسے اگر کسی کا رہائش کے علاوہ کوئی اور مکان بھی ہو اور کوئی ظالم اسے مُنْہَدِم کر دے تو یہ ہو سکتا ہے کہ اسے غصہ نہ آئے کیونکہ ممکن ہے کہ مالک مکان ایسا ہو جو امورِ دنیا کی بصیرت رکھتا ہو اور زائد از ضرورت سے بے رغبتی اختیار کرتا ہو تو وہ اس کے چلے جانے پر غصہ نہیں کرے گا کیونکہ اسے اس کے وجود سے محبت نہیں ہے اگر اسے اس کے وجود سے محبت ہوتی تو وہ ضرور غضب ناک ہوتا جبکہ اکثر لوگوں کا یہ معاملہ ہے کہ وہ غیر ضروری چیزوں کے سبب غصے میں آجاتے ہیں جیسے جاہ و مرتبہ، شہرت، مجالس میں صدارت، علم پر فخر وغیرہ۔ تو جسے ان چیزوں کی محبت ہوگی اسے اس وقت ضرور غصہ آئے گا جب کوئی اس سلسلے میں اس سے مزاحمت کرے گا جیسے صدر نشینی کے معاملے میں کوئی کسی کی مزاحمت کرے تو اسے ضرور غصہ آتا ہے اور جسے ان چیزوں کی محبت نہیں ہوتی اسے کسی چیز کی پروا نہیں ہوتی حتی کہ اگر اسے جوتوں کی جگہ اور دوسرے کو اس سے بلند جگہ بیٹھا دیا جائے تو اسے اس پر بھی غصہ نہیں آتا۔ اکثر لوگ مذکورہ بُری عادتوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں، لہٰذا اس کے سبب غصہ بھی زیادہ کرتے ہیں۔

لایعنی امور پر غصہ کرنا جہالت کی علامت ہے:

جن کے ارادے اور خواہشات زیادہ ہوتی ہیں ان میں نَقص بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے کیونکہ حاجت ایک نقصانی صِفَت ہے اور جب اس میں اضافہ ہوگا تو نقصان بھی زیادہ ہوگا۔ جاہل آدمی ہمیشہ اپنی حاجات اور خواہشات میں اضافہ کرتا رہتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ وہ اپنی حاجات اور خواہشات میں نہیں بلکہ غم اور پریشانی کے اسباب میں اضافہ کر رہا ہے، حتّٰی کہ بعض جاہل ان بری عادتوں اور برے دوستوں کی ہم نشینی کی وجہ سے اس قدر آگے بڑھ گئے کہ اگر انہیں کہا جائے کہ تم پرندوں کے ساتھ اچھا نہیں کھیل سکتے، تمہیں شطرنج کھیلنے میں مہارت نہیں، زیادہ شراب پینا اور زیادہ کھانا وغیرہ تمہارے بس کی بات نہیں تو وہ یہ سن کر غصے میں آجاتے ہیں حالانکہ اس قسم کے کاموں پر غصہ کرنا قطعاً ضروری نہیں کیونکہ ان سے محبت کرنا بھی ضروری نہیں (بلکہ بعض سے محبت نہ کرنا ضروری ہے)۔

۞...**تیسری قسم:** اس قسم میں وہ امور داخل ہیں جو بعض کے حق میں ضروری ہیں اور بعض کے لئے نہیں۔ جیسے کتاب عالم کے لئے ضروری ہے اور وہ اس سے محبت بھی کرتا ہے تو اگر کوئی اسے جلادے یا پھاڑ دے تو وہ

www.dawateislami.net

ضرور اس کے سبب غصے میں آتا ہے۔اسی طرح کام کرنے والوں کے اوزار بھی ان کے حق میں ضروری و محبوب ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان کے ذریعے اپنی روزی کماتے ہیں اور جو چیز ضرورت اور محبت کے لئے وسیلہ ہوتی ہے وہ بھی ضروری اور محبوب ہو جاتی ہے۔ بہر حال کسی چیز کا ضروری و محبوب ہونا مختلف لوگوں کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ ضروری محبت وہ ہے جس کی طرف رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اشارہ فرمایا: مَنْ اَصْبَحَ اٰمِنًا فِیْ سِرْبِہٖ مُعَافًی فِیْ بَدَنِہٖ وَلَہٗ قُوْتُ یَوْمِہٖ فَکَاَنَّمَا حِیْزَتْ لَہُ الدُّنْیَا بِحَذَافِیْرِھَا یعنی جو شخص اپنے گھر میں محفوظ ہو، بدن سلامت ہو اور اس کے پاس ایک دن کی غذا بھی ہو تو گویا تمام دنیا اس کے لئے جمع کر دی گئی ہے۔ [1]

جو شخص امور کے حقائق سے واقف ہو اور اسے یہ تینوں باتیں بھی حاصل ہوں تو اس کے بارے میں یہی تَصَوُّر کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان کے علاوہ میں غصہ نہیں کرے گا۔ یہ تین قسمیں ہیں اب ہم ہر ایک میں انتہائی درجہ ریاضت کو بیان کریں گے۔

رِیاضَت کے ذریعہ غُصّہ کم کرنے کا طریقہ:

جہاں تک **پہلی قسم** کا تعلق ہے تو اس میں ریاضت کا یہ مقصد نہیں کہ غصے کو بالکل ختم کر دیا جائے بلکہ اس کو ایک ایسی حد پر رکھنا مقصد ہے جس کو شرع اور عقل دونوں اچھا جانتے ہوں، جو کہ مجاہدہ وریاضت کے ذریعے ممکن ہے وہ اس طرح کہ ایک مدت تک بناوٹی تَحَمُّل اور بُردباری سے کام لیا جائے یہاں تک کہ وہ تحمل و بردباری اس کی فطرت میں شامل ہو جائے۔ دل سے غصے کو بالکل ختم کرنا یہ طبیعت کا تقاضا نہیں ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے البتہ اس کی شدت کو ختم کرنا اور اس کا زور کم کرنا ممکن ہے تاکہ باطن میں غصے کا ہیجان زیادہ نہ ہو اور وہ اس قدر کمزور ہو جائے کہ اس کا اثر چہرے پر دکھائی نہ دے لیکن یہ بہت مشکل امر ہے۔ **تیسری قسم** کا بھی یہی حکم ہے کہ جو بات کسی کے حق میں ضروری ہوتی ہے تو دوسرے کے حق میں اس کا ضروری نہ ہونا اسے غصے سے نہیں روکتا اور اس میں ریاضت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ غصے پر عمل کرنے سے رکے اور باطن میں پیدا ہونے والے غصے کے ہیجان کو کمزور کرے تاکہ اسے صبر کرنے پر زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔

جہاں تک **دوسری قسم** کی بات ہے تو اس میں ریاضت کے ذریعے غصے کو دل سے نکالنا ممکن ہے اور یہ

[1]... الادب المفرد، باب من اصبح آمنًا فی سربہ، ص ۹۷، حدیث: ۳۰۳ ...... الجامع الصغیر، ص ۵۱۵، حدیث: ۸۴۵۵

www.dawateislami.net

اس طرح کہ انسان کے پیشِ نَظر یہ ہو کہ اس کا حقیقی وطن قبر اور ٹھکانا آخرت ہے دنیا تو محض ایک راہ گزر اور بقدرِ ضرورت زادِ راہ اکٹھا کرنے کی جگہ ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ تو وطن (یعنی قبر) اور ٹھکانے (یعنی آخرت) میں اس پر وبال ہی ہو گا، لہٰذا دنیا کی محبت کو دل سے مٹا کر زاہدوں جیسی زندگی گزارنا چاہئے۔ مثلاً: کسی شخص کا کوئی کتا ہے جس سے اسے محبت نہیں اب اس کتے کو کوئی مارتا ہے تو اسے غصہ نہیں آئے گا کیونکہ غصہ مَحبَّت کے تابع ہے۔ اس قسم میں ریاضت کا مقصود غصے کو جڑ سے ختم کرنا ہے لیکن یہ انتہائی مشکل ہے جبکہ اس کے مقابلے میں غصے سے رُک جانا اور اس پر عمل نہ کرنا آسان ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ پہلی قسم کے تحت وہ چیزیں بھی ہیں جن کے فوت ہونے پر تکلیف تو ہوتی ہے لیکن غصہ نہیں آتا مثلاً کسی شخص کی ایک بکری ہے جو اس کے گزر بسر کا ذریعہ ہے، وہ مر جاتی ہے تو اسے اس کی وجہ سے تکلیف تو ہوتی ہے لیکن کسی پر غصہ نہیں آتا۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ انسان کو ہر ناپسندیدہ چیز پر غصہ آئے مثلاً بسا اوقات انسان فصد کھولنے یا پچھنے لگانے کے سبب تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن اس کی وجہ سے وہ فَصد اور پَچھنے لگانے والے پر غصہ نہیں کرتا۔ یونہی اگر کسی پر توحید کا غلبہ ہو اور وہ تمام امور کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے خیال کرے تو اس کی وجہ سے وہ مخلوق میں سے کسی پر غصہ نہیں کرے گا کیونکہ وہ تمام چیزوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دستِ قُدرت میں سمجھتا ہے مثلاً قلم، کاتب کے ہاتھ میں ہو تو اگر بادشاہ کسی کی گردن مارنے کا حکم لکھ دے تو وہ قلم پر غصہ نہیں کھائے گا اور کوئی اس کی بکری ذبح کر دے جس پر اس کی گزر بسر ہوتی ہو تو اس کی وجہ سے غصے میں نہیں آئے گا جیسے وہ اس کی طبعی موت پر غصے میں نہیں آتا کیونکہ وہ ذبح اور موت دونوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے خیال کرتا ہے لہٰذا وہ توحید کے غلبے کے سبب غصے میں نہیں آتا۔ اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اچھے گمان کی وجہ سے بھی مخلوق پر غصہ آنا ختم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ بہتر ہی کرے گا، لہٰذا وہ بھوک، بیماری، زخم پہنچنے اور قتل ہونے کی صورت میں بھی غصے میں نہیں آتا جیسے وہ فصد کھولنے اور پچھنے لگانے والے پر غصے میں نہیں آتا کیونکہ وہ اس میں اپنی بہتری خیال کرتا ہے۔

www.dawateislami.net

ہم اس کا **جواب** یہ دیتے ہیں کہ توحید کا ایسا غلبہ ممکن تو ہے لیکن دیرپا نہیں بلکہ بجلی کی چمک کی طرح ہوتا ہے جو بعض احوال میں اس پر غالب آجاتا ہے لیکن اس میں دَوام نہیں ہوتا بلکہ دل جلد ہی طبعی طور پر وسائل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور یہ ایک طَبعی تقاضہ ہے جس سے بچنا ممکن نہیں۔ اگر کسی بشر کے لئے اس حالت کا دوام (ہمیشہ کے لئے) ہونا مُتَصَوَّر ہوتا تو حضور سیِّد عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے ضرور ہوتا لیکن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو غصہ آتا تھا یہاں تک کہ آپ کے مبارک رُخسار سرخ ہو جاتے۔[1]

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا غَضَب فرمانا بھی رحمت ہے:

تاجدارِ انبیا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَللّٰھُمَّ اَنَا بَشَرٌ اَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ فَاَیُّمَا مُسْلِمٍ سَبَبْتُہٗ اَوْ لَعَنْتُہٗ اَوْ ضَرَبْتُہٗ فَاجْعَلْھَا مِنِّیْ صَلَاۃً عَلَیْہِ وَزَکَاۃً وَّقُرْبَۃً تُقَرِّبُہٗ بِھَا اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃ یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں بشر ہوں اور بشر کی طرح مجھے بھی غصہ آتا ہے، تو جس مسلمان کو میں بُرا بھلا کہوں یا اس پر ملامت کروں یا اسے ماروں تو میرے ان افعال کو قیامت کے دن میری جانب سے اس کے حق میں رحمت، باعِثِ طہارت اور اپنے قُرب کا ذریعہ بنادے۔[2]

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم غصے کی حالت میں بھی حق بات فرماتے:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رِسالت میں عرض کی: یارسولَ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا میں ہر وہ بات تحریر کر لیا کروں جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غصے اور رِضا کی حالت میں ارشاد فرماتے ہیں؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں! لکھ لیا کرو، اس ذات کی قَسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اس سے کبھی حق کے علاوہ کوئی بات نہیں نکلی[3] (اپنی زبانِ حَقّ ترجمان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے یہ بات فرمائی)۔ یہ نہ ارشاد فرمایا: میں تو غصے ہوتا ہی نہیں۔ بلکہ ارشاد فرمایا: غصہ مجھے حق بات کہنے سے نہیں روکتا۔ یعنی میں غصہ کے مطابق عمل نہیں کرتا۔

---

1 ... بخاری، کتاب فی اللقطۃ، باب اذا جاء صاحب اللقطۃ... الخ، ۲/ ۱۲۳، حدیث: ۲۴۳۶

2 ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب من لعنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوسبہ... الخ، ص ۱۴۰۱، حدیث: ۲۶۰۱ بتغیر قلیل

3 ... سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی کتاب العلم، ۳/ ۴۴۶، حدیث: ۳۶۴۶

www.dawateislami.net

رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کا ہم زاد مسلمان ہو چکا ہے:

ایک مرتبہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھَا کو کسی بات پر غصہ آگیا تو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تجھے کیا ہوا کہ تیرا شیطان تیرے پاس آیا؟ انہوں نے عرض کی: کیا آپ کے ساتھ شیطان نہیں ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بَلٰی وَلٰکِنِّیۡ دَعَوۡتُ اللّٰہَ فَاَعَانَنِیۡ عَلَیۡہِ فَاَسۡلَمَ فَلَا یَاۡمُرُنِیۡ اِلَّا بِالۡخَیۡرِ یعنی ہاں! میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری مدد فرمائی کہ وہ (ہم زاد شیطان) مسلمان ہو گیا، لہٰذا وہ مجھے بھلائی ہی کی بات کہتا ہے۔[1]

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے ساتھ شیطان نہیں ہے اور شیطان سے آپ کی مراد غصہ دلانے والا شیطان ہے جس کے متعلق آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ فرمایا کہ وہ مجھے برائی کی ترغیب نہیں دیتا۔

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کا غصہ حق کے لئے ہوتا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡھَہُ الۡکَرِیۡم فرماتے ہیں: رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا کے لئے غصہ نہ فرماتے جب آپ کو حق بات کے لئے غصہ آتا تو کسی کو خبر نہ ہوتی اور نہ کوئی آپ کے غضب کے مقابلے کی تاب لا سکتا یہاں تک کہ حق کا انتقام نہ لے لیں۔[2]

یعنی حق کے لئے غصہ فرماتے، آپ کا غصہ اگرچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہوتا مگر مِن جُملہ وہ بھی وسائل کی طرف متوجہ ہوتا، لہٰذا کسی آدمی سے ضروری غذا اور ایسی چیز چھین لی جائے جو اس کی دِینی ضَرورت ہو تو اس پر جو غصہ ہوگا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہوگا اور اس طرح کے غصے کا اس سے جدا ہونا ممکن نہیں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ضروری چیز کے چھن جانے پر اس لئے غصہ نہ ہو کہ اس کا دل اس سے زیادہ ضروری چیز میں مشغول ہو اور اس میں مشغولیت کی وجہ سے دل میں غصے کے لئے جگہ نہ ہو کیونکہ دل کا کسی اہم کام میں مشغول ہونا اسے دِیگر چیزوں کے احساس سے روک دیتا ہے۔ چنانچہ

1 ...مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب تحریش الشیطان... الخ، ص ١٥١٢، حدیث: ٢٨١٤ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

2 ...الشمائل المحمدیة للترمذی، باب کیف کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ١٣٥، حدیث: ٢١٥

www.dawateislami.net

اپنے غصے کو ایسے قابو کرو:

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا سلیمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کسی نے گالی دی تو آپ نے اس سے فرمایا: اگر میزانِ عمل میں میرے نامۂ اعمال کا پلڑا ہلکا ہوا تو جو کچھ تو کہتا ہے میں اس سے بھی بُرا ہوں اور اگر میرے نامۂ اعمال کا پلڑا بھاری ہوا تو تیری گالی سے مجھے کچھ نقصان نہیں ہوگا۔

چونکہ حضرت سیِّدُنا سلیمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا قلب آخرت کی طرف متوجہ تھا اس لئے ان کے دل پر گالی کا اثر نہ ہوا۔

اسی طرح ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا ربیع بن خُثَیم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو گالی دی تو آپ نے اسے مخاطب کر کے کہا: اے فلاں! یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرا کلام سنا ہے اور بے شک جنت کے راستے میں ایک گھاٹی ہے اگر میں نے اسے طے کر لیا تو مجھے تمہاری بات نقصان نہیں پہنچا سکتی اور اگر میں اسے طے نہ کر سکا تو جو تو نے کہا ہے میں اس بھی زیادہ بُرا ہوں۔

ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو برا بھلا کہا تو آپ نے (اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے جو عُیُوب چھپا رکھے ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں۔ گویا اس وقت آپ اپنے نفس کو اس نگاہ سے دیکھ رہے تھے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت اور اس سے کما حقہ ڈرنے میں کوتاہی کر رہا ہے، لہٰذا آپ اس کی بات پر غصہ نہ ہوئے کیونکہ آپ اپنے نفس میں ہی کمی خیال فرما رہے تھے۔ یہ آپ کی عظمت وشان تھی۔

ایک عورت نے حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار سے کہا: اے ریاکار! آپ نے فرمایا: تیرے علاوہ مجھے کسی نے نہیں پہچانا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ چونکہ نفس سے ریاکاری کی آفت دور کرنے میں مشغول تھے اور نفس میں جو بات شیطان ڈالتا تھا اس کی مخالفت کرتے تھے لہٰذا اس وجہ سے آپ کو جب ریاکار کہا گیا تو آپ غصے میں نہیں آئے۔

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا امام شَعْبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو گالی دی تو آپ نے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ میری مغفرت فرمائے اور اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے۔

www.dawateislami.net

یہ اقوال ظاہری طور پر اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ لوگ غصہ نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کے دل اہم دینی امور میں مشغول تھے اور یہ بھی احتمال موجود ہے کہ یہ سبّ وشَتم ان کے دلوں پر اثر انداز تو ہوتی لیکن وہ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے کیونکہ ان کے دل اس بات میں مشغول ہوتے جو ان کے دلوں پر زیادہ غالب ہے۔ لہٰذا یہ بعید نہیں کہ دل جب بعض اہم امور میں مشغول ہو تو بعض محبوب چیزوں کے چلے جانے پر غصے میں نہیں آتا۔ حاصل یہ ہے کہ غصے کا مفقود ہونا دل کے کسی اہم کام میں مشغول ہونے کے سبب متصور ہو گا یا توحید کے غلبے کی وجہ سے ہو گا یا پھر تیسرے سبب سے ہو گا اور وہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ غصہ نہ کرنے کو پسند فرماتا ہے لہٰذا اس سے شدّتِ محبت کی وجہ سے وہ غصہ نہ کرے اور یہ بعض نادر صورتوں میں ناممکن نہیں ہے۔

اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ دل سے دنیا کی محبت کو نکال کر غصے کی آگ سے چھٹکارا حاصل کرنا ممکن ہے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب بندہ دنیا کی آفات اور اس کی خرابیوں کو جانتا ہو جس کا ذکر "دنیا کی مذمت کے بیان" میں آئے گا۔

جو شخص فخر و غُرور کو اپنے دل سے نکال دے تو وہ غصے کے اکثر اسباب سے نجات حاصل کر لے گا اور جس چیز کو ختم کرنا ممکن نہیں تو اس کی شدت کو ختم کرنا اور کمزور کرنا تو ممکن ہے لہٰذا اس طرح غصے کو کمزور کرنے اور دور کرنے کی کوشش کرے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کے لطف و کرم سے حُسنِ توفیق کا سوال کرتے ہیں اور تمام تعریفیں اللہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْك کے لئے ہیں۔

چوتھی فصل: غصہ دلانے والے اُمور

آپ جانتے ہیں کہ ہر بیماری کا علاج اس کے مادے اور اس کے اسباب کو ختم کر کے کیا جاتا ہے لہٰذا غصے کے اسباب کی پہچان ضروری ہے۔

حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پوچھا: کونسی چیز زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا غضب۔ پوچھا: کونسی چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب کے قریب کرتی ہے؟ فرمایا: غصہ کرنا۔ پوچھا: کونسی باتیں غصہ دلاتی ہیں؟ فرمایا: تکبُّر، فخر و غُرور اور حَمِیَّت (جاہلانہ غیرت)۔

www.dawateislami.net

غصے کے اسباب اور ان سے بچنے کا طریقہ:

غصے کے اسباب یہ ہیں: فخر و غُرور، خود پسندی، مِزاح، فُضُول گفتگو کرنا، لوگوں کا مذاق اُڑانا، عار دلانا، جھگڑنا، بات کاٹنا اور زائد اَز ضرورت مال اور جاہ و منصب کی شدید حرص کرنا۔ یہ تمام عادات شرعاً مذموم ہیں اور جب تک یہ عادات موجود ہیں غصے سے نَجات حاصل کرنا ممکن نہیں لہٰذا ضروری ہے کہ ان عادات کو ان کی مخالف عادات کے ذریعے زائل کیا جائے۔ مثلاً عاجزی کے ذریعے فخر و غُرور کو اور اپنے نفس کی پہچان کے ذریعے خود پسندی کو دور کرے جیسے اس کے مُتعلِّق تکبُّر اور خود پسندی کے بیان میں آئے گا۔ فخر و غُرور کو دور کرنے کے لئے یہ گمان کرے کہ خود بھی اپنے خادموں کی طرح ایک عام بندہ ہے کیونکہ:

اَلنَّاسُ یَجْمَعُھُمْ فِی الْاِنْتِسَابِ اَبٌ　　　وَاِنَّمَا اخْتَلِفُوْا فِی الْفَضْلِ اَشْتَاتَا

ترجمہ: نسب کے لحاظ سے لوگ ایک ہی باپ کی اولاد ہیں، بعد میں محض فضیلت کے اعتبار سے بٹ گئے۔

یعنی اولادِ آدم ایک جنس ہے جبکہ فخر صرف فضائل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ فخر، خود پسندی اور تکبر تمام برائیوں سے بڑھ کر ہیں بلکہ ان کی اصل اور جڑ ہیں۔ جب تک تم ان سے خالی نہ ہوگے تو تمہیں دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ جب تم بھی اپنے غلاموں کی طرح ایک جنس ہو، ایک باپ کی اولاد ہو، ایک ہی نسب سے تمہارا تعلق ہے اور ظاہری اور باطنی اعضاء میں بھی تم ایک ہی طرح ہو تو پھر تم کیوں فخر کرتے ہو؟

مزاح سے بچنے کے لئے ان اہم دینی امور میں مشغول ہو جائے جو تمام زندگی کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور اگر تو جانے تو ان سے فرصت نہیں۔ جبکہ فضولیات سے اس طرح بچے کہ فضائل اور اَخلاقِ حَسنہ کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگ جائے اور عُلومِ دِینیہ کی تَحصیل شروع کردے جو انسان کو اُخروی سعادت تک پہنچاتے ہیں۔ دوسروں کا مذاق اُڑانے سے اس طرح بچے کہ لوگوں کو ایذا پہنچانے سے خود کو روکے اور اپنے نفس کو سمجھائے کہ تجھے بھی مذاق کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ لوگوں کو عار دلانے سے اس طرح بچے کہ بری بات کہنے سے رک جائے اور نفس کو کڑوا جواب دینے سے بچائے۔ مال اور جاہ و منصب کی شدید حرِص سے اس طرح بچے کہ بقدر ضرورت مال پر قناعت کرے تاکہ اِستِغناء حاصل ہو جائے اور محتاجی کی ذلت دور ہو جائے۔

یہ تمام عادات اور اوصاف علاج کے سلسلے میں مجاہدہ و رِیاضت کے محتاج ہیں اور مجاہدہ و ریاضت کا

www.dawateislami.net

حاصل یہ ہے کہ پہلے ان عادات اور اَوصاف کی برائیوں سے آگاہ ہوتا کہ نفس ان سے اعراض کرے اور ان کے قبیح ہونے کی وجہ سے ان سے نفرت کرے۔ پھر ان بری عادات کے مقابلے میں ان کی مخالف عادات کی ایک طویل عرصے تک پابندی کرے یہاں تک نفس ان کا عادی ہو جائے اور بُری عادات اس سے دور ہو جائیں۔ جب نفس ان بری عادات سے پاک وصاف ہو جائے گا تو غصے سے بھی چھٹکارا حاصل کر لے گا۔

یہ بہادری نہیں جہالت ہے:

اکثر جاہل لوگوں کو شدید غصہ آنے کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ غصے کو بہادری، مردانگی، عزّتِ نفس اور بلند ہمتی قرار دیتے ہیں اور اپنی جہالت اور کند ذہنی کے سبب اسے اچھے القاب سے موسوم کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا نفس اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اسے اچھا سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ کبھی جاہل لوگ شدت غضب کے لئے بزرگوں کی حکایات کو دلیل بناتے ہیں اور بزرگوں کے شدت غضب کو تعریف کے ساتھ شجاعت سے تعبیر کرتے ہیں۔ چونکہ نُفُوس بزرگوں سے مشابہت اختیار کرنے کی طرف مائل ہوتے ہیں تو اس سبب سے ان کے دل میں غصے کی شدت پیدا ہوتی ہے حالانکہ شدتِ غضب کو عزتِ نفس وشجاعت سے تعبیر کرنا جہالت، قلبی مرض اور کم عقلی کی دلیل ہے اور اس کی وجہ نفس کی کمزوری اور اس کا نقص ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بیمار کو تندرست آدمی کے مقابلے میں، عورت کو مرد کے مقابلے میں، بچے کو بڑے کے مقابلے میں، بوڑھے کو جوان کے مقابلے میں اور بد اخلاق کو حسن اخلاق والے کے مقابلے میں جلد غصہ آتا ہے کیونکہ یہ ضَعِیفُ النَّفُس (کمزور دل) ہوتے ہیں۔ چنانچہ کمینہ خصلت شخص اپنی خواہش کے لئے ایک لقمے کی خاطر اور اپنے بخل کے باعث ایک دانے کی وجہ سے غصے میں آجاتا ہے حتّٰی کہ اپنے اہل وعیال اور اپنے دوستوں پر بھی غصہ کرتا ہے جبکہ مضبوط تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے جیسا کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ یعنی بہادر وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر تو وہ ہے جو غصہ کے وقت خود پر قابو رکھے۔“ (1)

1... بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۴/ ۱۳۰، حدیث: ۶۱۱۴

www.dawateislami.net

بے جا غصہ کرنے والوں کا علاج:

اس قسم کے جاہل لوگوں کے عِلاج کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں صالحین کے عَفْو ودَرْ گُزر پر مشتمل واقعات سنائے جائیں اور انہیں بتایا جائے کہ وہ غصہ پی جایا کرتے تھے اور اس طرح کے واقعات انبیا، اولیا، حکما، عُلَما اور نیک خصلت بادشاہوں سے منقول ہیں اور جو واقعات اس کے بر عکس ہیں وہ کردوں، ترکوں، جاہلوں اور کند ذھن لوگوں سے منقول ہیں جنہیں نہ تو عقل حاصل ہے اور نہ ہی کوئی فضیلت۔

پانچویں فصل: **شدتِ غضب کے وقت غصے کا علاج**

اس سے پہلے جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ غصہ کے مادے اور اس کے اَسباب کو ختم کرنے کے متعلق تھا تا کہ غصہ شدت ہی اختیار نہ کرے اور اگر غصے کی شدت کے اسباب پائے جانے کی وجہ سے شدید غصہ آجائے تو اس وقت صبر واستقامت کا دامن تھامنا ضروری ہے تا کہ جسے غصہ آیا ہے وہ مذموم غصے پر عمل کرنے کی طرف مجبور نہ ہو جائے اور غصے کی شدت کے وقت علم و عمل کے مجموعے سے غصے کی شدت کا علاج کرے۔

علم کے ذریعے شدید غصے کے علاج کے چھ طریقے:

✿...**پہلا طریقہ:** ان اَحادیث میں غور وفکر کرے جو عنقریب ہم عفو ودرگزر، بُردباری اور صبر کے فضائل میں ذکر کریں گے تا کہ ان کے ثواب میں رغبت ہو انتِقام اور غَیظ وغَضَب کی آگ سے نجات حاصل ہو۔ حضرت سیِّدُنا مالک بن اوس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو مارنے کا حکم دیا تو اس نے یہ آیتِ مبارَکہ پڑھی:

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منھ پھیر لو۔

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ آیتِ طیبہ سنی تو آپ نے بھی اس آیتِ مقدسہ کو پڑھا اور اس میں غور وفکر کرنے لگے۔ آپ کی عادتِ مبارَکہ تھی کہ قرآنِ پاک سُن کر سزا دینے سے رُک جاتے اور قرآنِ پاک میں بہت زیادہ غوروفکر شروع کر دیتے، لہٰذا یہاں بھی آپ نے یہی کیا اور اسے چھوڑ دیا۔

www.dawateislami.net

حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے ایک شخص کو مارنے کا حکم دیا پھر یہ آیتِ طیبہ تلاوت کی:

وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے۔

اور اپنے غلام سے فرمایا: اسے جانے دو۔

❀...**دوسرا طریقہ:** اپنے نفس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرائے اور کہے کہ مجھے جو اس انسان پر قدرت حاصل ہے اس سے بڑھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کو مجھ پر قدرت ہے۔ اگر میں نے اس پر اپنا غصہ نکال دیا تو میں قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب سے نہیں بچ سکتا حالانکہ اس وقت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مغفرت کا زیادہ محتاج ہوں گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آسمانی کتابوں میں سے ایک کتاب میں فرمایا: اے ابنِ آدم! جب تجھے غصہ آئے تو مجھے یاد کرلیا کر، میں اپنے غضب کے وقت تجھے یاد رکھوں گا اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ تجھے ہلاک نہ کروں گا۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک خادم کو کسی کام کے لئے بھیجا تو اس نے آنے میں دیر کردی، جب وہ واپس آیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "لَوْلَا الْقِصَاصُ لَاَوْجَعْتُكَ یعنی اگر بدلہ نہ ہوتا تو میں تجھے ضرور سزا دیتا۔"(1) مطلب یہ کہ قیامت میں اس کا بدلہ ہوگا۔

منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے ہر بادشاہ کے ساتھ ایک دانشور ہوتا تھا جب بادشاہ کو غصہ آتا تو وہ بادشاہ کو ایک پرچہ تھما دیتا جس میں لکھا ہوتا: مسکین پر رحم کر، موت سے ڈر اور آخرت کو یاد کر۔ بادشاہ اسے پڑھتا تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا۔

❀...**تیسرا طریقہ:** اگر نفس میں آخرت کا خوف نہ ہو تو اسے غصے کے دنیوی انجام سے ڈرائے کہ اس سے عداوت اور انتقام کا سامنا کرنا پڑے گا، دشمن مدمقابل ہوگا اور مقاصد کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا نیز مصائب پر خوشی کا اظہار کرے گا اور یوں مصائب کا شکار ہوگا، لہٰذا نفس کو غصے کے دنیاوی انجام سے ڈرائے اگرچہ وہ آخرت کے انجام سے نہ ڈرتا ہو تو یہ خواہش کو غصے پر مُسَلَّط کرنا ہے جس کا اعمالِ آخرت سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اس پر ثواب ملے گا کیونکہ وہ فوری ملنے والی لذت کے حصول کے لئے ان امور کو باہم ٹکراتا ہے اور بعض کو بعض پر مقدم کرتا ہے۔ البتہ اگر اس کا یہ خیال ہو کہ غصے کی وجہ سے وہ دنیا میں علم و عمل کے لئے فراغت حاصل نہیں کرسکے گا یا

(1)...الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر محاسن اخلاقہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/ ۲۸۹

www.dawateislami.net

آخرت کے لئے مدد نہیں ملے گی تو اس مقصد کے تحت غصہ نہ کرنے پر ثواب حاصل ہو گا۔

❀...**چوتھا طریقہ:** غصے کے وقت صورت بگڑنے کا سوچے کہ جب کوئی غصہ کرتا ہے تو غصے کی حالت میں اس کی شکل کس قدر بھیانک نظر آتی ہے اور غصہ والے شخص کو کاٹنے والے کتے اور خونخوار دَرِندے کی طرح خیال کرے اور بردبار شخص کو اَنبیا، اولیا، علما اور حکما کی طرح خیال کرے، پھر اپنے نفس کو اختیار دے کہ وہ خود کو کتوں، درندوں اور ذلیل لوگوں کے ساتھ تشبیہ دینا پسند کرے گا یا علما اور انبیا کی عادات کے ساتھ تشبیہ دینا پسند کرے گا تاکہ اگر اس کے پاس کچھ عقل باقی ہو تو نفس ان نُفُوسِ قُدسِیہ کی طرف مائل ہو۔

❀...**پانچواں طریقہ:** اُس سبب کے بارے میں غور و فکر کرے جو اسے انتقام پر ابھارتا ہے اور غصہ پینے سے روکتا ہے۔ ظاہر ہے اس کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہو گی مثلاً شیطان اسے کہتا ہے: ”اگر تو نے انتقام نہ لیا تو لوگ تجھے عاجز، کمتر، ذلیل اور گھٹیا خیال کریں گے اور تو لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو جائے گا۔“ تو اس صورت حال میں وہ اپنے نفس سے کہے: ”تعجب ہے تو وقتی رُسوائی سے ڈرتا ہے اور قیامت کی ذلت و رسوائی سے نہیں گھبراتا، جب یہی شخص تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھ سے انتقام لے گا! تو لوگوں کی نظروں میں ذلیل و حقیر ہونے سے ڈرتا ہے اور قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ، ملائکہ اور انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کے سامنے ذلیل ہونے کا تجھے کچھ خوف نہیں! جب تو نے غصہ پینا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے پی جا تجھے لوگوں سے کیا غرض! یہی چیز تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں عظیم بنا دے گی۔ آج کی رُسوائی اور لوگوں کی پروانہ کر کیونکہ اگر تو نے انتقام لے لیا تو قیامت میں اس سے زیادہ رُسوائی ہو گی۔ کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ قیامت کے دن جب کہا جائے کہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے تو تُو بھی کھڑا ہو! اس وقت وہی کھڑے ہوں گے جنہوں نے درگزر کیا ہو گا۔“

اس قِسم کی باتیں ایمان کی پہچان ہیں، لہٰذا اپنے دل میں ان کو خوب بٹھالے۔

❀...**چھٹا طریقہ:** غور و فکر کرے کہ اس کا غصہ کس وجہ سے ہے؟ کیا اس وجہ سے وہ غصے میں ہے کہ اس کی مرضی کے مطابق کام نہیں ہوا بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مرضی کے موافق ہوا۔ تو وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ میری مرضی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مرضی سے بہتر ہے (اگر وہ یہ کہے گا تو) قریب ہے کہ اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا غَضَب ہو جو اس کے غضب سے بھی بڑھ کر ہو۔

www.dawateislami.net

غصے کا علاج:

جہاں تک عمل کے ذریعے غصے کو دور کرنے کا تعلق ہے تو وہ اپنی زبان سے ''اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم'' پڑھے، رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اسی طرح کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔[1]

غصہ ختم کرنے کا طریقہ:

اُمُّ الْمؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا کو جب غصہ آتا تو آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ان کی ناک پکڑ کر ارشاد فرماتے کہ اے عُوَیْش! یوں کہو: ''اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَاَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِيْ وَاَجِرْنِيْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے محمد صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے رب! میرے گناہ بخش دے، میرے دل کے غصے کو ختم فرما اور مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے محفوظ فرما۔''[2] غصے کے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

اگر اس طریقے سے بھی غصہ نہ جائے تو کھڑا ہونے کی صورت میں بیٹھ جائے اگر بیٹھا ہوا ہے تو لیٹ جائے اور زمین کے قریب ہو جائے جس سے اسے پیدا کیا گیا تا کہ اپنے نفس کی حقارت کو جانے۔ بیٹھنے اور لیٹنے میں مَصلَحت یہ ہے کہ اس طرح سکون ملتا ہے کیونکہ غصے کا سبب حرارت ہے اور حرارت کا سبب حرکت ہے۔

غصہ دل میں دہکنے والا انگارہ ہے:

شفیعِ امت، سراپائے رحمت صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ تُوْقَدُ فِي الْقَلْبِ اَلَمْ تَرَوْا اِلَى انْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَاِنْ كَانَ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ وَاِنْ كَانَ جَالِسًا فَلْيَنَمْ یعنی بے شک غصہ دل میں دہکنے والا ایک انگارہ ہے، کیا تم غصہ کرنے والے کی رگیں پھولتے اور آنکھیں سرخ ہوتے ہوئے نہیں دیکھتے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وہ بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا تھا تو لیٹ جائے۔[3]

اگر اس طرح بھی غصہ ختم نہ ہو تو ٹھنڈے پانی سے وضو یا غسل کرے کیونکہ پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے۔

---

1 ...بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۴/ ۱۳۱، حدیث: ۶۱۱۵

2 ...تاریخ مدینہ دمشق، الرقم: ۹۱۲۶، مؤذن عمر بن عبد العزیز، ۶۸/ ۱۸۱

3 ...شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، ۶/ ۳۱۰، حدیث: ۸۲۹۰ بتغیر قلیل

www.dawateislami.net

غصہ آگ سے ہے:

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَوَضَّاْ بِالْمَآءِ فَاِنَّمَا الْغَضَبُ مِنَ النَّار یعنی جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ پانی سے وضو کرے کیونکہ غصہ آگ سے ہے۔[1]

ایک روایت میں ہے: اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّیْطٰنِ وَاِنَّ الشَّیْطٰنَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَآءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَوَضَّا یعنی غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ وضو کرلے۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِذَا غَضِبْتَ فَاسْکُتْ یعنی جب تمہیں غصہ آئے تو خاموش ہو جاؤ۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جب غصہ آتا اور آپ کھڑے ہوتے تو بیٹھ جاتے اور بیٹھے ہوتے تو لیٹ جاتے اس طرح آپ کا غصہ ختم ہو جاتا۔[3]

رُخسار زمین پر رکھ دو:

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اَلَا اِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَۃٌ فِیْ قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰی حُمْرَۃِ عَیْنَیْہِ وَانْتِفَاخِ اَوْدَاجِہٖ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا فَلْیُلْصِقْ خَدَّہٗ بِالْاَرْضِ یعنی سُن لو! غصہ آدمی کے دل میں دَہکنے والا انگارہ ہے کیا تم اس کی آنکھوں کی سرخی اور رگوں کے پھولنے کو نہیں دیکھتے، لہٰذا جسے غصہ آئے اسے چاہیے کہ اپنا رخسار زمین سے لگا دے۔[4]

گویا یہ سجدے کی طرف اشارہ ہے جس میں انسان معزز ترین اَعضاء (رخسار اور پیشانی) کو ذلیل ترین جگہ یعنی مٹی پر لگاتا ہے تاکہ نفس ذلت کا احساس پائے اور اس کی عزتِ نفس اور غُرور و تکبُّر جو کہ غصہ کے اسباب

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ما یقال عند الغضب، ۴/ ۳۲۸، حدیث ۴۷۸۴

2 ...المعجم الکبیر، ۱۱/ ۳۳، حدیث: ۱۰۹۵۱

3 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ما یقال عند الغضب، ۴/ ۳۲۷، حدیث: ۴۷۸۲ بتغیر، عن ابی ذر رضی اللہ عنہ

4 ...سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ما اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، ۴/ ۸۱، حدیث: ۲۱۹۸

www.dawateislami.net

ہیں، دور ہو جائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو غصہ آ گیا تو آپ نے پانی منگوا کر ناک میں چڑھایا اور فرمایا: غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور یہ عمل غصے کو لے جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عُروہ بن محمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الصَّمَد فرماتے ہیں: جب مجھے یمن کا حاکم مقرر کیا گیا تو میرے والد نے مجھ سے پوچھا کیا تو حاکم مقرر ہوا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: جب تمہیں غصہ آئے تو اپنے اوپر آسمان کی طرف دیکھو اور اپنے نیچے زمین کی طرف دیکھو پھر ان دونوں کے خالق کی عظمت بیان کرو۔

تم کسی سرخ وسیاہ سے افضل نہیں:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو ذرغِفّاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے باہمی جھگڑے کے دوران ایک شخص کو یَا ابْنَ الْحَمْرَآءِ (یعنی اے سرخ عورت کے بیٹے!) کہہ کر پکارا۔ حضور سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک یہ بات پہنچی تو ارشاد فرمایا: "یَا اَبَا ذَرٍّ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ الْیَوْمَ عَیَّرْتَ اَخَاکَ بِاُمِّہٖ یعنی اے ابو ذر! مجھے خبر ملی ہے کہ آج تم نے اپنے (مسلمان) بھائی کو اس کی ماں کے ذریعے عار دلائی ہے۔" انہوں نے عرض کی: جی ہاں۔ پھر وہ اس شخص کو راضی کرنے چلے گئے، اتنے میں اس شخص نے سبقت کی اور انہیں سلام کیا۔ حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ بات بارگاہِ رسالت میں عرض کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اے ابو ذر! اپنا سر اٹھا کر دیکھو اور جان لو کہ تم کسی سُرخ وسِیاہ سے افضل نہیں البتہ یہ کہ تم عمل کے ذریعے فضیلت حاصل کر لو۔ اس کے بعد فرمایا: جب تمہیں غصہ آئے اور تم کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ اور بیٹھے ہوئے ہو تو ٹیک لگا لو اور اگر ٹیک لگائے ہوئے ہو تو لیٹ جاؤ۔[1]

حکایت: تین آدمی تین کاغذ

حضرت سیِّدُنا مُعْتَمِر بن سُلَیْمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں: تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص تھا جسے بہت زیادہ غصہ آتا تھا۔ اس نے تین کاغذ لکھے اور تین آدمیوں کو دے دیئے، پہلے سے کہا: جب مجھے غصہ

---

1 ... کنز العمال، کتاب الاخلاق، الباب الثانی فی الاخلاق والافعال المذمومۃ، ۳/ ۳۳۲، حدیث: ۸۸۶۷

www.dawateislami.net

آئے تو یہ کاغذ مجھے دے دینا، دوسرے سے کہا: جب میرا غصہ کچھ تھم جائے تو یہ کاغذ مجھے دے دینا اور تیسرے سے کہا: جب میرا غصہ بالکل چلا جائے تو یہ کاغذ مجھے دینا۔ ایک دن اسے بہت زیادہ غصہ آیا تو اسے پہلا کاغذ دیا گیا جس میں لکھا تھا: تیری اور تیرے اس غصے کی کیا حیثیت ہے؟ تُو خدا تو نہیں بلکہ ایک انسان ہے، عنقریب تیرے جسم کا ایک حصہ دوسرے کو کھائے گا۔ یہ پڑھ کر اس کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر اسے دوسرا کاغذ دیا گیا جس میں لکھا تھا: تم زمین والوں پر رحم کرو عرش والا تم پر رحم کرے گا۔ پھر تیسرا کاغذ دیا گیا جس میں لکھا تھا: لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق کے ساتھ پکڑو ان کی اصلاح اسی بات سے ہو گی۔ یعنی حُدُود کو معطل نہ کرو۔

ایک دن خلیفہ مَہدی کو ایک شخص پر غصہ آگیا تو حضرت سیِّدُنا شبیب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا واسطہ اس زیادہ غصہ نہ کر جتنا کوئی اپنے نفس کے لئے کرتا ہے۔

باب نمبر2: تحمُّل مزاجی کا بیان (اس میں تین فصلیں ہیں)

پہلی فصل: غصہ پینے کی فضیلت

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے۔

یہ بات اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تعریف کے مقام پر ارشاد فرمائی ہے۔

غصہ پینے کی فضیلت پر مشتمل سات فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... جو شخص اپنے غصے کو روکتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے اپنے غضب کو روکتا ہے اور جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عُذر پیش کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے عذر کو قبول فرماتا ہے اور جو آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔[1]

﴿2﴾... تم میں سب سے زیادہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت خود پر قابو پالے اور سب سے زیادہ بُردبار وہ ہے جو طاقت کے باوجود مُعاف کر دے۔[2]

---

1 ...شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، ۶/ ۳۱۵، حدیث: ۸۳۱۱

2 ...کنز العمال، کتاب الاخلاق، الباب الثانی فی الاخلاق والافعال المذمومة، ۳/ ۲۰۷، حدیث: ۷۶۹۴

www.dawateislami.net

﴿3﴾... جو شخص غصہ نکالنے پر قدرت کے باوجود غصہ پی جاتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کے دل کو اپنی رضا سے بھر دے گا۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دل کو امن وایمان سے بھر دے گا۔"

﴿4﴾... رِضائے الٰہی کے لئے جو بندہ غصے کا گھونٹ پی لے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اس سے زیادہ اجر والا کوئی گھونٹ نہیں۔[2]

﴿5﴾... بے شک جَہَنَّم میں ایک ایسا دروازہ ہے جس سے وہی شخص داخل ہو گا جس کا غصہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی پر ہی ٹھنڈا ہوتا ہے۔[3]

﴿6﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک کوئی گھونٹ اتنا پسندیدہ نہیں جتنا بندے کا غصے کا گھونٹ پینا ہے، جو بندہ غصہ پی لیتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے سینے کو ایمان سے بھر دیتا ہے۔[4]

﴿7﴾... جو شخص غصہ نکالنے پر قدرت کے باوجود اسے پی جاتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اسے لوگوں کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ جس حُور کو چاہے لے لے۔[5]

غصہ پینے کی فضیلت پر مشتمل سات اَقوال بزرگانِ دین:

﴿1﴾... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے وہ غصہ نہیں کرتا اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف رکھتا ہے وہ اپنی مَن مانی نہیں کرتا اور اگر قیامت کا دن نہ ہوتا تو تم وہ نہ دیکھتے جو آج تم دیکھ رہے ہو۔

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا لُقمان حکیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: مانگ کر اپنی عزت کا سودا مت کر، اپنی رُسوائی کے سبب غصہ مت کر اور اپنی قدر خود پہچان یہ چیز تجھے زندگی میں نفع دے گی۔

1... کنز العمال، کتاب الاخلاق، الباب الاوّل فی الاخلاق والافعال المحمودۃ، ۳/ ۱۶۳، حدیث: ۷۱۶۰

2... سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحلم، ۴/ ۴۶۳، حدیث: ۴۱۸۹

3... شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، ۶/ ۳۲۰، حدیث: ۸۳۳۱

4... کنز العمال، کتاب الاخلاق، الباب الاول فی الاخلاق والافعال المحمودۃ، ۳/ ۵۲، حدیث: ۵۸۱۸

5... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب من کظم غیظًا، ۴/ ۳۲۵، حدیث: ۴۷۷۷

www.dawateislami.net

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا ایوب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: لمحہ بھر کی تحمل مزاجی بہت سے فتنوں کو دبا دیتی ہے۔

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا سُفیان ثَوری، ابو خُزَیمہ یَربوعی اور فُضَیل بن عِیاض رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی اکٹھے ہو کر زُہد کے بارے میں گفتگو کرنے لگے تو انہوں نے اس بات پر اِتّفاق کیا کہ سب سے افضل عمل غصے کے وقت تحمل مزاجی اور پریشانی کے وقت صبر سے کام لینا ہے۔

﴿5﴾... ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہا: آپ نہ تو عدل کرتے ہیں اور نہ دل کھول کر عطا کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ غصے میں آگئے حتّٰی کہ آپ کے چہرے پر غصے کے آثار دکھائی دینے لگے۔ ایک شخص نے عرض کی: امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان نہیں سنا:

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ(۱۹۹) (پ۹، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

لہٰذا یہ شخص بھی جاہلوں میں سے ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: تم نے سچ کہا ہے، گویا وہ ایک آگ تھی جو بجھ گئی۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا محمد بن کعب قُرَظی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: جس آدمی میں یہ تین خصلتیں ہوں اس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کامل ایمان ہوتا ہے: (۱) جب وہ حالتِ رضا میں ہو تو اس کی یہ حالت اسے باطل کی طرف نہ لے جائے۔ (۲) جب غصے میں ہو تو حق سے تجاوز نہ کرے اور (۳) جب اسے طاقت حاصل ہو تو وہ چیز نہ لے جو اس کی نہیں۔

﴿7﴾... ایک شخص حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے! مجھے کچھ وصیت فرمایئے! آپ نے فرمایا: غصہ نہ کرنا۔ اس نے کہا: میں ایسا نہیں کر سکتا۔ فرمایا: پھر جب غصے میں ہو تو اپنی زبان اور ہاتھ روک لینا۔

دوسری فصل: تَحَمُّل مِزاجی کی فضیلت

اس بات کو جان لو کہ تحمل مزاجی غصہ پینے سے افضل ہے کیونکہ غصہ پی جانا ''تَحَلُّم'' سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے بتکلُّف بُردبار بننا اور غصہ پینے کی ضرورت اسے ہوتی ہے جس کا غصہ شدید ہو جاتا ہو، اس سلسلے میں اسے شدید مجاہدے و ریاضت کی حاجت ہوتی ہے لیکن جب ایک مدّت تک بتکلُّف اس کی عادت

www.dawateislami.net

بنائی جائے تو اس طرح اس کی عادت پختہ ہو جاتی ہے اور وہ غصے کی حالت میں جوش میں نہیں آتا اور اگر غصہ آ بھی جائے تو اسے غصہ پینے میں کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوتی۔ یہی طَبعی بُردباری ہے جو عقل کے کمال اور غلبے پر دلالت کرتی ہے۔ قوتِ غضب کا ٹوٹ جانا اور کمزور ہونا عقل کے باعث ہوتا ہے لیکن اس کی ابتدا بتَکَلُّف تحمل مِزاج ہونے اور غصہ پینے سے ہوتی ہے۔

تَحَمُّل مزاجی کی فضیلت پر مشتمل چھ فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... علم سیکھنے سے آتا ہے، تحمل مزاجی بتَکَلُّف برداشت کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور جو بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کرے اسے بھلائی دی جاتی ہے اور جو شر سے بچنا چاہتا ہے اسے بچایا جاتا ہے۔[1]

اس حدیثِ پاک میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح علم سیکھنے سے آتا ہے اسی طرح بردباری کا حصول شروع میں بتکلف حلیم بننے اور بردباری اختیار کرنے سے ہوتا ہے۔

﴿2﴾... علم حاصل کرو اور علم کے ساتھ سکون اور بردباری بھی سیکھو، اپنے اساتذہ اور شاگردوں سے نرمی سے پیش آؤ اور مُتَکَبِّر عُلَما میں سے نہ بنو ورنہ تمہاری جہالت تمہاری بردباری پر غالب آجائے گی۔[2]

اس میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ غرور و تکبُّر ہی غصے میں شدت پیدا کرتے اور تحمل مزاجی اور نرمی سے روکتے ہیں۔

﴿3﴾... حضور سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دعا کیا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اَغْنِنِیْ بِالْعِلْمِ وَزَیِّنِّیْ بِالْحِلْمِ وَاَکْرِمْنِیْ بِالتَّقْوٰی وَجَمِّلْنِیْ بِالْعَافِیَۃِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے علم کے ذریعے غنی، تحمل مزاجی سے مُزَیَّن، تقویٰ سے مکرّم اور عافیت سے مُنوّر فرما۔[3]

﴿4﴾... رسولِ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں عزت و بُزرگی چاہو۔" صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: "کیسے؟" ارشاد فرمایا: "جو تم سے قطع تعلُّق کرے اس سے صِلَہ رِحْمی کرو، جو تمہیں

1...تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم: ۲۱۶۲، رجاء بن حیوۃ، ۱۸/ ۹۸

2...الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم: ۱۱۶۵، عباد بن کثیر، ۵/ ۵۴۲

3...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الحلم، ۲/ ۲۱، حدیث: ۳

www.dawateislami.net

محروم کرے اسے عطا کرو اور جو تم سے جہالت سے پیش آئے تم اس کے ساتھ بُردباری اختیار کرو۔"[1]

﴿5﴾... پانچ کام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنّت ہیں: (۱)... حیا (۲)... تحمل مزاجی (۳)... سینگی لگوانا[2] (۴)... مسواک کرنا اور (۵)... خوشبو لگانا۔[3]

﴿6﴾... بے شک انسان بردباری کی وجہ سے روزہ دار اور شب بیدار کا درجہ پالیتا ہے اور کبھی ہٹ دھرم اور سرکش لکھا جاتا ہے حالانکہ وہ اپنے اہل خانہ کے علاوہ کسی کا مالک نہیں ہوتا۔[4]

بُردباری کا انعام:

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے قطع تعلقی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آتا ہوں لیکن وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ بردباری سے پیش آتا ہوں لیکن وہ مجھ سے جاہلانہ برتاؤ کرتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر معاملہ اسی طرح ہے جیسے تو کہہ رہا ہے تو تُو ان کے منہ میں بھوبل (گرم راکھ) ڈال رہا ہے اور تیرے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک مددگار رہے گا جب تک تو اس حال پر رہے گا۔[5] [6]

1... موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الحلم، ۲/ ۲۱، حدیث: ۴

2... یہ درد کے علاج کا ایک مخصوص طریقہ ہے جس میں سوراخ کیا ہوا سینگ درد کی جگہ رکھ کر منہ کے ذریعے جسم کی گرمی کھینچتے ہیں۔ (فیضان سنت، جلد اول، صفحہ ۱۰۵۳، حاشیہ)

3... موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الحلم، ۲/ ۲۴، حدیث: ٦

4... موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الحلم، ۲/ ۲۷، حدیث: ۸

5... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم... الخ، ص ۱۳۸۴، حدیث: ۲۵۵۸

6... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 524** پر حدیث پاک کے جز "**منہ میں بھوبل ڈال رہا ہے**" کے تحت فرماتے ہیں: اس جملے کے بہت معنی ہیں ایک یہ کہ اس حالت میں ان لوگوں کو تیرا مال حرام ہے اور پھر وہ کھا رہے ہیں تو گویا اپنے منہ میں بھوبل (گرم راکھ) بھر رہے ہیں دوسرے یہ کہ ان کو ان حالات میں ایسی شرمندگی چاہئے کہ ان کے منہ جھلس جاویں جیسے بھوبل پڑنے سے منہ جھلس جاتا ہے تیسرے یہ کہ ان کی بُرائیوں کے عوض تیرا ان سے سلوک کرنا گویا ان کے منہ سے بُھوبَل بھرنا ہے تو انھیں ذلیل کر رہا ہے تیری عزت بڑھ رہی ہے ان کی شر...

www.dawateislami.net

انوکھا صَدَقہ:

ایک شخص نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جسے میں صدقہ کروں، لہٰذا جو کوئی میری بے عزتی کرے تو یہی میری طرف سے اس پر صدقہ ہے (یعنی میں نے اسے معاف کیا) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس وقت کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اس شخص کو بخش دیا۔[1]

ابوضمضم کون؟

سردار دو جہاں، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ابو ضمضم کی طرح نہیں ہو سکتا؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ابو ضمضم کون ہے؟ ارشاد فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جب صبح ہوتی تو وہ یوں کہتا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے آج کے دن اپنی عزت اس شخص پر صدقہ کی (یعنی اسے معاف کیا) جو مجھ پر ظلم کرے۔[2]

بُردباری کے متعلق پانچ تفسیری اَقوال:

﴿1﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان "رَبّٰنِیّٖنَ"[3] کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بردبار علما ہیں۔

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس فرمانِ باری تعالیٰ:

وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ان سے تحمل مزاج لوگ مراد ہیں کہ جب ان سے جہالت کا برتاؤ کیا جائے تو

... مندگی وذلت۔ خیرات سے مال بڑھتا ہے عفو وکرم سے عزت بڑھتی ہے۔ اور حدیثِ پاک کے جز "اللہ عَزَّوَجَلَّ مددگار" کے تحت فرماتے ہیں: یعنی جب تک تیرا یہ حلم اور برائی کی عوض بھلائی ہے تب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے مدد پہونچتی رہے گی یا تجھ پر رب کی طرف سے فرشتہ مقرر رہے گا جو تجھے ان کے شر سے بچائے گا اور تیرے عزت ومال میں برکت دے گا۔

1... الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، باب الکنی، حرف الضاد المعجمۃ، الرقم: ۱۰۱۶۲، ابوضمضم، ۷/ ۱۹۱

2... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی الرجل... الخ، ۴/ ۳۵۶، حدیث: ۴۸۸۶، ۴۸۸۷

3... ترجمۂ کنزالایمان: اللہ والے۔ (پ۳، اٰل عمرٰن: ۷۹)

www.dawateislami.net

وہ جہالت سے پیش نہیں آتے۔

﴾3﴿... حضرت سیِّدُنا عطاء بن ابورباح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس فرمانِ باری تعالیٰ:

یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (پ۱۹، الفرقان: ۶۳) ترجمۂ کنزالایمان: زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے ان کی بردباری مراد ہے۔

﴾4﴿... حضرت سیِّدُنا ابن حبیب عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمَجِیْد ''وَ كَهْلًا''[1] کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''کَہْل'' سے مراد تحمل مزاجی کی انتہا ہے۔

﴾5﴿... حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد اس فرمانِ باری تعالیٰ:

وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۷۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور جب بیہودہ پر گزرتے ہیں اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی جب انہیں تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو دَرگُزر کرتے ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک بیہودہ بات سے اِعراض کرتے ہوئے گزر گئے تو رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَصْبَحَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ کَرِیْمًا یعنی ابن مسعود نے صبح بردباری میں بسر کی۔[2]

ایک روایت میں ''اَصْبَحَ'' کی جگہ ''اَمْسٰی یعنی شام'' کا ذکر ہے۔

اس حدیث کے راوی حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن مَیْسَرَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد یہ آیتِ طیبہ تلاوت کی:

وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۷۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور جب بیہودہ پر گزرتے ہیں اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں۔

حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا کی: اَللّٰھُمَّ لَا یُدْرِکُنِیْ وَلَا اُدْرِکُہٗ زَمَانٌ لَّا یَتَّبِعُوْنَ

---

[1] ...ترجمہ کنزالایمان: اور پکی عمر میں۔ (پ۳، اٰل عمران: ۴۶)

[2] ...الدر المنثور، پ۱۹، سورۃ الفرقان: ۷۲، ۶/ ۲۸۳

www.dawateislami.net

فِیۡہِ الۡعَلِیۡمُ وَلَا یَسۡتَحۡیُوۡنَ فِیۡہِ مِنَ الۡحَلِیۡمِ قُلُوۡبُھُمۡ قُلُوۡبُ الۡعَجَمِ وَاَلۡسِنَتُھُمۡ اَلۡسِنَۃُ الۡعَرَب یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھ پر کوئی ایسا وقت نہ آئے اور نہ میں کسی ایسے وقت کو پاؤں جس میں لوگ علم والے کی اتباع نہ کریں اور حلم والے سے حیا نہ کریں اور ان کے دل تو عجمی ہوں اور زبانیں عربی۔[1]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قربت کے لائق لوگ:

حضور نبیِّ اَکرم، نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لِیَلِیَنِیۡ مِنۡکُمۡ ذَوُو الۡاَحۡلَامِ وَالنُّھٰی ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ وَلَا تَخۡتَلِفُوۡا فَتَخۡتَلِفَ قُلُوۡبُکُمۡ وَاِیَّاکُمۡ وَھَیۡشَاتِ الۡاَسۡوَاق یعنی تم میں سے میرے قریب وہ لوگ رہیں جو بُردبار اور عقل مند ہیں پھر وہ جو ان کے قریب ہیں اور پھر وہ جو ان کے قریب ہیں اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور بازاروں کے شور وغل سے الگ رہو۔[2]

دو پسندیدہ عادتیں:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا اَشَج عبدُ القیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وفد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور باندھ دیا، پھر اپنے کپڑے اتار کر تھیلی میں سے دو نہایت عمدہ کپڑے نکال کر پہنے۔ حضور نبیِّ اَکرم، نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ سب کچھ مُلاحَظہ فرما رہے تھے، پھر وہ چلتے ہوئے خدمتِ اَقدس میں پہنچ گئے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے اَشَج! تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو پسند ہیں۔ انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ دو عادتیں کون سی ہیں؟ ارشاد فرمایا: بُردباری اور وقار۔ انہوں نے عرض کی: کیا مجھ میں ان دو عادات کو پیدا کیا گیا ہے یا میری فطرت میں رکھی گئی ہیں؟ ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ دو عادتیں تمہاری فطرت میں رکھی ہیں۔[3] اس پر حضرت سیِّدُنا اَشَج رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے جس نے میری فطرت ان دو عادتوں پر رکھی جو اللہ عَزَّوَجَلَّ

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث ابی مالک سہل بن الساعدی، ۸/ ۴۴۳، حدیث: ۲۲۹۴۲

2 ...سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب من یستحب ان یلی الامام... الخ، ۱/ ۲۶۷، ۲۶۸، حدیث: ۶۷۴، ۶۷۵

3 ...سنن الکبری للبیہقی، کتاب النکاح، باب قول اللہ تعالٰی ''وانکحوا الایامی منکم''... الخ، ۷/ ۱۶۴، حدیث: ۱۳۵۸۷

www.dawateislami.net

اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پسند ہیں۔

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مکرم ہے: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْحَلِیْمَ الْحَیِیَّ الْغَنِیَّ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِیَالِ التَّقِیَّ وَیُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ الْمُلْحِفَ الْغَبِیَّ یعنی بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ بردبار، حیادار، لوگوں سے مستغنی، سوال سے بچنے والے عیال دار اور متقی شخص کو پسند کرتا ہے اور بے ہودہ فحش گو، مانگنے میں اصرار کرنے والے بھکاری اور بیوقوف کو ناپسند فرماتا ہے۔[1]

اس کے عمل کو کچھ شمار مت کرو:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: نبیوں کے سُلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ثَلَاثٌ مَّنْ لَّمْ تَکُنْ فِیْہِ وَاحِدَۃٌ مِّنْھُنَّ فَلَا تَعْتَدُّوْا بِشَیْءٍ مِّنْ عَمَلِہٖ تَقْوٰی تَحْجُزُہٗ عَنْ مَعَاصِی اللّٰہِ وَحِلْمٌ یَّکُفُّ بِہِ السَّفِیْہَ وَخُلُقٌ یَّعِیْشُ بِہٖ فِی النَّاسِ یعنی جس میں تین باتوں میں سے کوئی ایک بھی نہ پائی جائے تو تم اس کے عمل کو کچھ بھی شمار نہ کرو۔ (۱) تقویٰ جو اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی سے بچائے (۲) حلم جس کے ذریعے بیوقوف سے بُردباری کرے (۳) حُسنِ اَخلاق جس کے ساتھ وہ معاشرے میں زندگی بسر کرے۔[2]

اہلِ فضل کہاں ہیں؟

تاجدارِ انبیا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ بروزِ قیامت جب اللہ عَزَّوَجَلَّ مخلوق کو جمع فرمائے گا تو ایک پُکارنے والا پکارے گا: ”اَیْنَ اَھْلُ الْفَضْلِ یعنی اہل فضل کہاں ہیں؟“ تھوڑے سے لوگ اٹھیں گے اور جلدی جلدی جنت کی طرف چلیں گے۔ فرشتے ان سے ملیں گے تو کہیں گے: ”اِنَّا نَرَاکُمْ سِرَاعًا اِلَی الْجَنَّۃِ یعنی کیا بات ہے کہ ہم تمہیں تیزی سے جنت کی طرف جاتے ہوئے دیکھتے ہیں؟“ وہ کہیں گے: ”نَحْنُ اَھْلُ الْفَضْلِ یعنی ہم اہل فضل ہیں۔“ فرشتے پوچھیں گے: ”تمہاری کیا فضیلت ہے؟“ وہ جواب دیں گے: ”کُنَّا اِذَا ظُلِمْنَا صَبَرْنَا وَاِذَا اُسِیْءَ اِلَیْنَا عَفَوْنَا وَاِذَا جُھِلَ عَلَیْنَا حَلُمْنَا یعنی جب ہم پر ظُلم کیا جاتا تو ہم صَبر کرتے جب ہم سے بُرا سلوک کیا جاتا تو ہم مُعاف کر دیتے اور جب ہم سے جہالت کا برتاؤ کیا جاتا تو ہم بردباری سے کام لیتے۔“ اس وقت ان سے کہا جائے

---

[1] ...المعجم الکبیر، ۱۰/ ۱۹۲، حدیث: ۱۰۴۴۲ بتغیر قلیل

[2] ...مکارم الاخلاق للطبرانی علی ھامش مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب فضل الرفق والحلم والأناۃ، ص ۳۲۲، حدیث: ۳۰

www.dawateislami.net

گا: ”اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ یعنی جنت میں داخل ہو جاؤ عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔“[1]

بُردباری کے متعلق آٹھ اَقوالِ بزرگانِ دین:

﴿1﴾... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: علم سیکھو اور علم کے لئے وقار اور بُردباری اختیار کرو۔

﴿2﴾... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: خیر اس چیز کا نام نہیں کہ تمہارا مال اور اولاد زیادہ ہو بلکہ خیر وبرکت یہ ہے کہ تمہارا عِلْم اور حِلْم زیادہ ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے ساتھ لوگوں کے سامنے فخر نہ کرو جب نیکی کرو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرو اور جب گناہ سرزد ہو جائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرو۔

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں علم حاصل کرو اور اسے وقار اور بردباری سے مُزَیَّن کرو۔

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا اَکثم بن صَیْفِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: عقل کا ستون بردباری ہے اور صبر تمام باتوں کا جامع ہے۔

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا ابو دَرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے پہلے کے لوگوں کو اس طرح پایا کہ وہ پتے تھے جن میں کانٹوں کا نام ونشان نہ تھا لیکن اب دیکھتا ہوں تو کانٹے ہی کانٹے ہیں ان میں پتوں کا نام ونشان نہیں۔ اگر تم اِنہیں جاننے کی کوشش کروگے تو وہ تمہیں پرکھیں گے اور اگر تم اِنہیں چھوڑنا چاہو گے تو پھر بھی وہ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ حاضرین نے کہا: پھر ہم کیا طریقہ اختیار کریں؟ فرمایا: قیامت کے دن کے لئے اپنی عزت انہیں قرض دو (یعنی ان سے درگزر کرو)۔

﴿6﴾... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: بُردبار شخص کو بردباری کا پہلا بدلہ یہ ملتا ہے کہ جاہل کے مقابلے میں تمام لوگ اس کے مددگار ہو جاتے ہیں۔

﴿7﴾... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: آدمی اس وقت تک رائے دینے کے قابل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی بردباری اس کی جہالت پر اور اس کا صبر اس کی خواہش پر غالب نہ

[1] ...شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، ۶/ ۲۶۳، حدیث: ۸۰۸۶

پیش کش: المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)

www.dawateislami.net

آجائے اور یہ چیز علم کی قوت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

﴿8﴾... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن اَہْتَم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا: کون زیادہ بہادر ہے؟ فرمایا: جو اپنی جہالت کو اپنی بردباری کے ذریعے دور کرے۔ پھر پوچھا: کون زیادہ سخی ہے؟ فرمایا: جو اپنی دنیا کو اپنے دین کی بہتری کے لئے خرچ کرے۔

اگر تو سچا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ میری مغفرت فرمائے:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس فرمانِ باری تعالیٰ:

فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْاۚ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔

(پ۲۴، حم السجدۃ: ۳۴، ۳۵)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ شخص ہے جسے اس کا بھائی گالی دیتا ہے تو وہ کہتا ہے اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے بخش دے اور اگر سچا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ میری مغفرت فرمائے۔

بُردباری کا بہترین صلہ:

ایک شخص نے کہا: میں نے بصرہ والوں میں سے ایک شخص کو برا بھلا کہا لیکن اس نے میرے ساتھ بردباری سے کام لیا گویا اس نے ایک عرصہ تک مجھے اپنا غلام بنالیا۔

حکایت: سرداری کیسے ملی

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عَرَابہ بن اَوس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا: اے عرابہ! تم اپنی قوم کے سردار کیسے بنے؟ انہوں نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! میں ان کے جاہلوں سے درگزر کرتا، سوال کرنے والوں کو عطا کرتا اور ان کی حاجات کو پورا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ تو جو شخص میری طرح یہ کام کرے گا وہ مجھ جیسا ہو جائے گا اور جو مجھ سے بھی بڑھ کر کرے گا وہ مجھ سے افضل

www.dawateislami.net

ہو گا اور جو میرے عمل سے کم کرے گا تو میں اس سے بہتر ہوں۔

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡھُمَا کو برا بھلا کہا، جب وہ کہہ چکا تو آپ نے اپنے غلام عِکرِمہ سے فرمایا: اس شخص کا کوئی کام ہو تو پورا کر دو۔ اس شخص نے یہ بات سنی تو شرم سے اپنا سر جھکا لیا۔

ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡعَزِیۡز سے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ فاسِق ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہاری گواہی قبول نہیں۔

حکایت: برائی کا بہترین جواب

حضرت سیِّدُنا اِمام زَینُ العابِدین عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡمُبِیۡن کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص نے آپ کو برا بھلا کہا تو آپ نے اپنی سیاہ رنگ کی چادر اتار کر اسے دے دی اور اسے ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ بعض بزرگوں نے کہا: انہوں نے اس طرح پانچ خصلتوں کو جمع کیا: (۱) بردباری (۲) تکلیف نہ دینا (۳) اس شخص کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دُور کرنے والی بات سے بچانا (۴) توبہ اور ندامت پر اُکسانا اور (۵) برائی کے بدلے بھلائی کرنا۔ اس طرح آپ نے معمولی دنیا کے بدلے یہ تمام چیزیں خرید لیں۔

حکایت: ذلیل تو زیادتی کرنے والا ہوتا ہے

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے عرض کی: کچھ لوگوں کے ساتھ میرا کسی بات پر جھگڑا ہو گیا ہے میں اس جھگڑے کو ختم کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے یہ نہ کہا جائے کہ "پیچھے ہٹنے میں تمہاری ذِلَّت ہے۔" حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے فرمایا: ذلیل تو زیادتی کرنے والا ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا خَلیل بن اَحمد عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الصَّمَد فرماتے ہیں: کہا گیا ہے کہ اگر برائی سے پیش آنے والے کے ساتھ حُسنِ سُلوک کیا جائے تو اس کے دل میں ایک ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے جو اسے اس طرح کی برائی سے روکتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا اَحنف بن قَیس رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہِ فرماتے ہیں: میں بردبار نہیں ہوں لیکن بردباری کی کوشش کرتا ہوں۔

بہترین نصیحتیں:

حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں: ❁...جو شخص رَحم کرتا ہے اس پر رحم کیا جاتا

www.dawateislami.net

ہے ❁…جو خاموشی اختیار کرتا ہے سلامتی میں رہتا ہے ❁…جو جہالت سے پیش آتا ہے وہ مغلوب ہوتا ہے ❁…جو جلدی کرتا ہے وہ خطا کرتا ہے ❁…جو برائی کی حرص کرتا ہے وہ محفوظ نہیں رہتا ❁…جو شخص جھگڑتا ہے اسے گالیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ❁…جو بُرائی سے نفرت نہیں کرتا وہ گناہ گار ہوتا ہے ❁…جو برائی سے نفرت کرتا ہے وہ اس سے بچ جاتا ہے ❁…جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی پیروی کرتا ہے ہلاکت سے محفوظ رہتا ہے ❁…جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے بے خوف رہتا ہے ❁…جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو دوست رکھتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے ❁…جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے نہیں مانگتا وہ محتاج رہتا ہے ❁…جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خُفیہ تدبیر سے بے خوف رہتا ہے وہ ذلیل ورسوا ہوتا ہے اور ❁…جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مدد مانگتا ہے وہ کامیاب وکامران رہتا ہے۔

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار سے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ آپ میری برائی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر یہ بات ہوتی تو تم مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتے کیونکہ اگر میں ایسا کرتا تو سمجھو اپنی نیکیاں تمہیں تحفے میں دے دیتا۔

بعض عُلَما فرماتے ہیں: حِلم رتبے میں عقل سے بڑھ کر ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ایک نام **حَلِیْم** بھی ہے۔

ایک شخص نے کسی دانشور سے کہا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تجھے ایسی گالی دوں گا جو تیرے ساتھ قبر تک جائے گی۔ دانشور نے کہا: وہ تمہارے ساتھ جائے گی میرے ساتھ نہیں۔

ہر شخص وہی خرچ کرتا ہے جو اس کے پاس ہے:

حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یہود کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ کو برا بھلا کہا: آپ نے جواب میں ان کو اچھا کہا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی گئی کہ وہ لوگ آپ کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور آپ جواباً انہیں اچھا کہتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہر شخص وہی خرچ کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے۔

بردبار، بہادر اور بھائی کی پہچان:

حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: تین آدمی تین اوقات میں پہچانے جاتے ہیں: بُردبار غصے کے وقت، بہادر لڑائی کے وقت اور بھائی ضرورت کے وقت۔

www.dawateislami.net

حکایت: بردباری ہر درد کی دوا ہے

کسی عقل مند کے پاس اس کا ایک دوست گیا تو عقل مند نے اس کے سامنے کھانا رکھا، اس کی بیوی انتہائی بد اَخلاق تھی، اس نے آکر دستر خوان اٹھایا اور اپنے شوہر کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا، دوست یہ معاملہ دیکھ کر غصے کی حالت میں باہر نکل گیا، عقل منداس کے پیچھے گیا اور کہا: اس دن کو یاد کرو جب ہم تمہارے گھر میں کھانا کھا رہے تھے اور ایک مرغی دستر خوان پر آگری جس نے سارا کھانا خراب کر دیا لیکن ہم میں سے کسی کو بھی غصہ نہ آیا۔ دوست نے کہا: ہاں بات تو یہی ہے۔ عقل مند نے کہا: اس عورت کو بھی اس مرغی کی طرح سمجھو۔ چنانچہ دوست کا غصہ ختم ہو گیا، واپس لوٹا اور کہنے لگا: کسی دانش وَر نے سچ کہا ہے کہ **بردباری ہر درد کی دوا ہے۔**

حکایت: میں نے اسے پتھر سمجھا اس لئے غصہ نہیں کیا

کسی شخص نے ایک دانش ور کے پاؤں پر چوٹ لگائی جس کے باعث اسے تکلیف تو ہوئی لیکن غصہ نہ آیا، اس بارے میں اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: میں نے اس شخص کو ایک پتھر سمجھا کہ جس کے سبب مجھے چوٹ آگئی لہٰذا میں نے غصہ نہیں کیا۔

حضرت سیِّدُنا محمود وَرَّاق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق نے اشعار کی صورت میں فرمایا:

سَاَلْزِمُ نَفْسِی الصَّفْحَ عَنْ کُلِّ مُذْنِبٍ ۔۔۔ وَاِنْ کَثُرَتْ مِنْہُ عَلَیَّ الْجَرَآئِم

وَمَا النَّاسُ اِلَّا وَاحِدٌ مِّنْ ثَلَاثَۃٍ ۔۔۔ شَرِیْفٌ وَّمَشْرُوْفٌ وَّمِثْلٌ مُقَاوِم

فَاَمَّا الَّذِیْ فَوْقِیْ فَاَعْرِفُ قَدْرَہٗ ۔۔۔ وَاَتْبَعُ فِیْہِ الْحَقَّ وَالْحَقُّ لَازِم

وَاَمَّا الَّذِیْ دُوْنِیْ فَاِنْ قَالَ صُنْتُ عَنْ ۔۔۔ اِجَابَتِہٖ عِرْضِیْ وَاِنْ لَامَ لَآئِم

وَاَمَّا الَّذِیْ مِثْلِیْ فَاِنْ زَلَّ اَوْ ھَفَا ۔۔۔ تَفَضَّلْتُ اِنَّ الْفَضْلَ بِالْحِلْمِ حَاکِم

ترجمہ: (۱)...ہر خطا کو معاف کرنا میں نے خود پر لازم کر لیا ہے چاہے اس کے جرائم زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔

(۲)... لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں: اعلیٰ، کمتر اور ہم پلّہ۔

(۳)...اپنے سے اعلیٰ کا مقام و مرتبہ میں جانتا ہوں، اس کے بارے میں حق کی اِتّباع کرتا ہوں اور حق ہی لازم ہے۔

www.dawateislami.net

(۴)... اپنے سے کمتر کو جواب نہ دے کر اپنی عزت بچاتا ہوں اگرچہ ملامت کرنے والا مجھے ملامت کرے۔

(۵)...اور اگر میرا ہم پلّہ غَلَطی یا کوتاہی کرے تو میں مہربانی کر کے فضیلت پاتا ہوں کیونکہ بردباری کے ذریعے افضل ہونا حاکم بنا دیتا ہے۔

تیسری فصل: اِنْتِقام اور تَشَفِّی کے لئے جائز کلام کی مقدار

جان لیجئے! کوئی شخص اگر ظلم کرے تو اسی کی مِثل ظلم کر کے بدلہ لینا جائز نہیں جیسے غیبت کے مقابلہ غیبت، جاسوسی کے مقابلے میں جاسوسی، گالی کے مقابلے میں گالی جائز نہیں اور اسی طرح دیگر گناہوں کا معاملہ ہے کہ ان کے مُقابِل گناہ کے ذریعہ بدلہ لینا جائز نہیں۔ قصاص یا تاوان اسی طریقے پر جائز ہے جس کی شریعت میں اجازت ہے اور ہم نے فقہ کے بیان میں اس کا ذکر کیا ہے۔

برائی کا بدلہ برائی سے دینا جائز نہیں:

برائی کا بدلہ برائی سے دینا اس لئے جائز نہیں ہے کہ حُضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنِ امْرُءٌ عَیَّرَکَ بِمَا فِیْکَ فَلَا تُعَیِّرْہُ بِمَا فِیْہِ یعنی اگر کوئی شخص (تیرے کسی عیب کے سبب) تجھے عار دِلائے تو اس میں پائے جانے والے عیب پر تُو اسے عار مت دِلا۔[1]

تاجدارِ انبیا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَھُوَ عَلَی الْبَادِیْٔ مَالَمْ یَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ یعنی بُرا بھلا کہنے والے جو کچھ کہیں اس کا وَبال ابتدا کرنے والے پر ہے جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے[2]۔[3]

ایک روایت میں ہے: اَلْمُسْتَبَّانِ شَیْطَانَانِ یَتَھَاتَرَانِ یعنی باہم گالی گلوچ کرنے والے دو آدمی شیطان ہیں جو ایک

---

[1]...سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار، ۴/ ۷۸، حدیث: ۴۰۸۴ بتغیر قلیل

[2]... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 449** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی دونوں کی برائیوں کا وبال ابتدا کرنے والے پر ہوگا جبکہ دوسرا زیادتی نہ کر جاوے صرف اگلے کو جواب دے۔ خیال رہے کہ گالی کے بدلے میں گالی نہ دینا چاہئے کہ گالی فحش ہے جس سے زبان اپنی ہی خراب ہوتی ہے سَبٌّ کے معنی ہیں برا کہنا نہ کہ گالی دینا، گالی دینے والے سے بدلہ اور طرح لو اسے گالی نہ دو اگر کتا کاٹ لے تو تم اسے کاٹو مت بلکہ لکڑی سے مار دو۔ لہٰذا حدیث واضح، اس میں گالیاں بکنے کی اجازت نہ دی گئی۔

[3]...مسلم، کتاب البر و الصلۃ و الاداب، باب النھی عن السباب، حدیث: ۲۵۸۷، ص ۱۳۹۶

www.dawateislami.net

دوسرے کے خلاف بے بُنیاد بات کہتے ہیں۔[1]

تم خاموش رہو فرشتہ جواب دے گا:

ایک شخص نے مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو برا بھلا کہا تو آپ خاموش رہے، جب آپ نے جواب دینا شروع کیا تو پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (وہاں سے تشریف لے جانے کے لئے) اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جب تک یہ شخص برا بھلا کہتا رہا تو آپ خاموش رہے اور جب میں نے جواب دیا تو آپ تشریف لے جانے لگے۔ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تک تم خاموش تھے ایک فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا جب تم نے بولنا شروع کیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آگیا اور میں ایسی مجلس میں نہیں بیٹھتا جس میں شیطان ہو۔[2]

عُلَما کی ایک جماعت کے نزدیک ایسا جواب دینا جائز ہے جس میں جھوٹ نہ ہو۔ آقائے دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسی کے جیسے الفاظ کہنے سے منع فرمایا ہے اور یہ مُمانَعت تَنْزِیہی ہے جس کا چھوڑنا افضل ہے البتہ اس کی وجہ سے گناہ گار نہیں ہوگا۔

گالی کا جواب دینا کن الفاظ کے ساتھ جائز ہے؟

جس قسم کے الفاظ کی جواب میں اجازت ہے وہ یہ ہیں مثلاً تو کون ہے؟ کیا تو فلاں خاندان کا نہیں؟ جس طرح حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہا: تم تو بَنِی ھُذَیْل کے خاندان سے ہی ہو۔ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواباً کہا: تم بھی تو بنو اُمَیَّہ کے خاندان سے ہو۔ اسی طرح اے احمق! کے جواب میں اسی کی مثل کہنا۔

حضرت سیِّدُنا مُطَرِّف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہر انسان اپنے اور اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے مابین معاملہ میں احمق ہے مگر بعض کی حماقت بعض سے کم ہوتی ہے۔ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے

---

1 ...الادب المفرد، باب المستبان شیطانان... الخ، ص ۱۲۶، حدیث: ۴۳۲

2 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الانتصار، ۴/ ۳۵۸، حدیث: ۴۸۹۶

www.dawateislami.net

مروی ایک طویل حدیث میں ہے: ”حَتّٰی تَرَی النَّاسَ کُلَّهُمْ حُمْقًی فِی ذَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی حتّٰی کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات کے مقابلے میں سب کو احمق خیال کرو۔“ اسی طرح کسی کو ”اے جاہل“ کہنا ہے کیونکہ ہر ایک میں کچھ نہ کچھ جہالت ہوتی ہے تو اس نے اسے ایسی بات کے ذریعے اَذِیَّت پہنچائی ہے جس میں جھوٹ نہیں ہے۔

اسی طرح اے بد اخلاق! اے بے حیا! اور اے عیب جو! جیسے الفاظ کہنا بشرطیکہ یہ باتیں اس میں موجود ہوں۔ اسی طرح یہ کہنا: اگر تمہارے اندر حیا ہوتی تو تم ایسی بات نہ کرتے، تم اپنے اس فعل کی وجہ سے میری نظروں میں گر گئے ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں ذلیل کرے اور اس کا تم سے بدلہ لے۔

غیبت، چغلی، جھوٹ اور گالی دینا حرام ہے:

جہاں تک چغلی، غیبت، جھوٹ اور ماں باپ کو گالی دینے کا تعلق ہے تو یہ بالاِتِّفاق حرام ہے کیونکہ روایت میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید اور حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کے درمیان کچھ بات ہو گئی تھی۔ ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا برائی سے ذکر کرنا چاہا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”رک جاؤ! ہمارے درمیان اِختلاف دین پر اثر انداز نہیں ہوا ہے یعنی ہمارا اختلاف گناہ کی نوبت تک نہیں پہنچا۔“

بیان کرنا تو دور کی بات ہے انہوں نے تو برائی کو سننا تک گوارا نہ کیا۔

محبّتِ سَرکار کا انوکھا انداز:

جو بات نہ جھوٹ ہو اور نہ ہی حرام مثلاً: زنا، فُحش کلامی اور گالی گلوچ کی طرف نسبت کرنا نہ ہو تو اس کے جواز کی دلیل اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی یہ روایت ہے کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اَزْواجِ مُطَہَّرات نے خاتونِ جنَّت حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو آپ کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کی ازواجِ مطہرات نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، وہ حضرت ابو قُحافہ کی بیٹی (یعنی حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا) کے بارے میں آپ سے اِنصاف طَلَب کرتی ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس وقت آرام فرما رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے بیٹی! کیا تم اسے پسند کرتی ہو جسے میں پسند کرتا ہوں؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! ارشاد

www.dawateislami.net

فرمایا: تو پھر ان (یعنی عائشہ) سے محبت کرو۔ حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے واپس آکر اُمہاتُ المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کو بتایا تو انہوں نے فرمایا: آپ تو ہمارا کچھ کام نہ کر سکیں۔ پھر انہوں نے اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا زَیْنَب بنتِ جَحْش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو بھیجا، وہ بھی محبت میں میری برابری کی دعویدار تھیں۔ انہوں نے آکر کہنا شروع کر دیا ابو بکر کی بیٹی ایسی ہے، ابو بکر کی بیٹی ویسی ہے وہ بولتی رہیں، میں خاموشی سے سنتی رہی اور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اجازت کی مُنتظِر رہی، جب آپ نے مجھے جواب دینے کی اجازت دی تو میں نے انہیں ایسا جواب دیا کہ میں ان پر غالب آگئی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: ”واقعی یہ ابو بکر کی بیٹی ہے۔“[1] یعنی تم گفتگو میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

امّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے جو جواب دیا وہ فُحش کلامی نہ تھی بلکہ حق کے مطابق جواب تھا اور انہوں نے سچی گفتگو کے ذریعے مقابلہ کیا۔

جھگڑے کا وَبال کس پر؟

مُصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَی الْبَادِیْٔ مَالَمْ یَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ یعنی برا بھلا کہنے والے جو کچھ کہیں اس کا وبال ابتدا کرنے والے پر ہے جب تک مظلوم زیادتی نہ کرے۔[2]

ثابت ہوا کہ مظلوم کو انتقام لینے کا حق حاصل ہے بشرطیکہ حد سے نہ بڑھے اسے علما نے جائز کہا ہے اور یہ اجازت صرف اس حد تک ہے کہ جتنی تکلیف اسے پہنچی ہے اتنی ہی کا بدلہ لے اور اس قسم کی اجازت عقل سے بعید نہیں لیکن بہتری اس میں ہے کہ انتقام نہ لے کیونکہ اس میں حد سے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے اس لئے کہ بقدرِ حق انتقام لینا آسان نہیں جب کہ جواب دینے کے بجائے خاموشی اختیار کرنا زیادہ آسان ہے کیونکہ بقدرِ حق انتقام لینے میں شرعی حد سے آگاہی ضروری ہے۔

غصے کے اعتبار سے لوگوں کی اقسام:

بعض لوگ غصے کی شِدّت پر قابو پانے پر قادِر نہیں ہوتے البتہ ان کا غصہ جلد ختم ہو جاتا ہے جب کہ

---

1 ...مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، ص ۱۳۲۵، حدیث: ۲۴۴۲

2 ...مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب النھی عن السباب، ص ۱۳۹۶، حدیث: ۲۵۸۷

www.dawateislami.net

بعض لوگ ابتدا میں تو خود پر قابو کرتے ہیں لیکن دل میں ہمیشہ کے لئے کینہ رکھتے ہیں۔ غصے کے اعتبار سے لوگوں کی چار قسمیں ہیں: (۱)... بعض لوگ گھاس کی طرح ہوتے ہیں جسے آگ جلد جلاتی ہے اور جلد ہی بجھ جاتی ہے۔ (۲)... بعض لوگ جھاؤ کے درخت کی طرح ہوتے ہیں جسے دیر سے آگ لگتی ہے اور دیر سے بجھتی ہے۔ (۳)... بعض لوگ گیلی لکڑی کی طرح ہوتے ہیں جسے دیر سے آگ لگتی ہے اور جلد ہی بجھ جاتی ہے۔ یہ لوگ قابل تعریف ہیں بشرطیکہ ان میں غیرت وحَمِیَّت کی کمی نہ ہو۔ (۴)... بعض لوگ جلد غصے میں آجاتے ہیں اور دیر سے ان کا غصہ ختم ہوتا ہے۔ یہ انتہائی برے لوگ ہیں۔

کامل مومن کی علامت:

حدیثِ پاک میں ہے: اَلْمُؤْمِنُ سَرِیْعُ الْغَضَبِ سَرِیْعُ الرِّضَا یعنی مومن کو غصہ جلد آتا ہے اور جلد ہی چلا جاتا ہے۔[1]

گدھا اور شیطان:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: جس شخص کو غصہ دلایا جائے اور اسے غصہ نہ آئے تو وہ گدھا ہے اور جسے راضی کیا جائے اور وہ راضی نہ ہو تو وہ شیطان ہے۔

ابن آدم کو مختلف درجوں پر پیدا کیا گیا ہے:

حضرت سیِّدُنا ابو سَعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلَا اِنَّ بَنِیْ اٰدَمَ خُلِقُوْا عَلٰی طَبَقَاتٍ شَتّٰی فَمِنْھُمْ بَطِیْءُ الْغَضَبِ سَرِیْعُ الْفَیْءِ وَمِنْھُمْ سَرِیْعُ الْغَضَبِ سَرِیْعُ الْفَیْءِ، فَتِلْکَ بِتِلْکَ وَمِنْھُمْ سَرِیْعُ الْغَضَبِ بَطِیْءُ الْفَیْءِ اَلَا وَاِنَّ خَیْرَھُمْ الْبَطِیْءُ الْغَضَبِ السَّرِیْعُ الْفَیْءِ وَشَرَّھُمْ السَّرِیْعُ الْغَضَبِ الْبَطِیْءُ الْفَیْءِ یعنی سنو! اولادِ آدم کو مختلف دَرَجوں پر پیدا کیا گیا ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو غصہ دیر سے آتا ہے لیکن جلدی ختم ہو جاتا ہے اور بعض کو غصہ جلدی آتا ہے اور جلدی ہی ختم ہو جاتا ہے تو یہ برابر برابر ہیں۔ بعض کو غصہ جلدی آتا ہے لیکن دیر سے ختم ہوتا ہے، ان میں سے بہتر وہ لوگ ہیں جن کو غصہ دیر سے آتا ہے اور جلدی ختم ہو جاتا اور ان میں سے برے لوگ وہ ہیں جن کو غصہ جلدی آتا ہے لیکن دیر سے ختم ہوتا ہے۔[2]

1... الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرۃ الثالثۃ الغضب بالباطل... الخ، ۱/ ۱۲۴

2... سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ما اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، ۴/ ۸۱، حدیث: ۲۱۹۸ ملتقطًا

www.dawateislami.net

جب یہ بات ثابت ہوئی کہ انسان میں غصہ جوش مارتا ہے اور یہ ہر انسان پر اثر انداز ہوتا ہے تو حاکم کے لئے ضروری ہے کہ غصے کی حالت میں کسی کو سزا نہ دے کیونکہ بسا اوقات آدمی قَدْرِ واجب سے تجاوُز کر جاتا ہے اور بعض اوقات غصے میں اپنے نفس کا حصہ شامل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے غصے کی بھڑاس نکالنے اور نفس کو راحت پہنچانے کے لئے غصہ کرتا ہے حالانکہ اسے چاہئے کہ اس کا اِنتقام اور بدلہ صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہو اپنی ذات کے لئے نہ ہو۔

اپنی ذات کے لئے کسی کو سزا نہ دی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نشے میں مبتلا ایک شخص کو دیکھا تو اسے پکڑ کر سزا دینے کا ارادہ کیا، اس نے آپ کو بُرا بھلا کہا تو آپ وہاں سے چلے آئے۔ لوگوں نے آپ سے عرض کی: یا امیرَ المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! اس نے آپ کو برا بھلا کہا اس کے باجود آپ نے اسے معاف کر دیا؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اس نے مجھے غصہ دلایا، اب اگر میں اسے سزا دیتا تو یہ اپنی ذات کے لئے غصہ ہوتا اور میں نہیں چاہتا کہ کسی مسلمان کو اپنی ذات کی وجہ سے سزا دوں۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کو ایک شخص نے غصہ دلایا تو آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے غصہ نہ دلاتے تو میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔

باب نمبر 3: کینہ کا بیان (اس میں تین فصلیں ہیں)

پہلی فصل: کینہ کا معنٰی اور اس کے نتائج

جان لو! جب انسان کو غصہ آتا ہے اور وہ اس وقت انتقام لینے سے عاجز ہونے کی وجہ سے غصہ پینے پر مجبور ہوتا ہے تو اس کا یہ غصہ اس کے باطن کی طرف چلا جاتا اور قرار پکڑ لیتا ہے پھر کینہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کینہ کا معنٰی ہے: ”دل کا کسی کو بھاری سمجھنا اور ہمیشہ کے لئے اس سے نفرت کرنا اور دشمنی رکھنا۔“

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلْمُؤْمِنُ لَیْسَ بِحَقُوْدٍ یعنی مومن کینہ پرور نہیں ہوتا۔[1]

---

1 ...الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرۃ الثالثۃ الغضب بالباطل... الخ، ۱/ ۱۲۴

www.dawateislami.net

کینہ کی وجہ سے پیدا ہونے والی آٹھ برائیاں:

﴿1﴾... **حَسَد:** یعنی تمہارا کینہ تمہیں اس چیز پر ابھارے گا کہ تم اس شخص سے زوالِ نِعْمَت کی تمنّا کرو۔ اگر اسے کوئی نعمت ملی تو تم غمگین ہو جاؤ گے اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچی تو تم خوش ہو جاؤ گے۔ یہ مُنافِقوں کا کام ہے۔اِنْ شَآءَ الله عنقریب اس کی مَذمَّت بیان کی جائے گی۔

﴿2﴾... **بُغْض وعَداوَت:** دل میں اس کی عداوت اس قدر بڑھ جائے گی کہ تم اس کی مصیبت پر خوش ہوگے۔

﴿3﴾... **قَطع تعلقی:** تم اس سے بالکل تعلُّق توڑ دوگے اگرچہ وہ تم سے ملنا ہی کیوں نہ چاہے۔

﴿4﴾... **حقیر سمجھنا:** اسے حقیر سمجھ کر تم اس سے منہ پھیر لوگے۔

﴿5﴾... **غلط باتیں منسوب کرنا:** تم اس کے متعلق ایسی باتیں کروگے جو جائز نہ ہوں گی مثلاً: جھوٹ، غیبت، راز فاش کرنا اور پوشیدہ عیب بیان کرنا وغیرہ۔

﴿6﴾... **مذاق اُڑانا:** اس کا مذاق اُڑانے کے لئے اس کی نقل اتاروگے۔

﴿7﴾... **تکلیف پہنچانا:** مار وغیرہ کے ذریعے اسے جسمانی تکلیف پہنچاؤ گے۔

﴿8﴾... **حقوق کی ادائیگی نہ کرنا:** تم اس کا حق ادا نہ کروگے یعنی اس کا قَرض ہو تو اسے ادا نہ کروگے، صلہ رِحمی نہ کروگے اور اگر اس سے کوئی چیز تم نے چھین لی ہے تو اسے واپس نہیں لوٹاؤ گے۔

یہ سب کام حرام ہیں۔ کینہ کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ تم مذکورہ بالا آٹھ آفتوں سے بچو اور کینہ کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی والے کاموں کی طرف نہ بڑھو البتہ اگر اسے قلبی طور پر بھاری جانو اور دل کو اس کے بغض سے نہ روکو یعنی پہلے کی طرح خوش مزاجی اور نرمی ومہربانی کے ساتھ اس سے پیش نہ آؤ، اس کی حاجات کو پورا نہ کرو، ذِکر کی محفل میں اس کے ساتھ نہ بیٹھو، اس کے نَفع میں معاون نہ بنو، اس کے لئے دعا نہ کرو، اس کی تعریف نہ کرو، اسے نیکی کی ترغیب نہ دو اور اس کی خیر خواہی کا خیال نہ کرو تو یہ تمام چیزیں تمہارے دین میں کمی کا باعث بنیں گی اور تم اس کے باعث بڑے ثَواب سے محروم ہو جاؤ گے اگرچہ تمہیں اس کی وجہ سے عذاب کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

www.dawateislami.net

سیّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا رجوع:

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا ابو بکر صِدّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب قسم کھائی کہ وہ اپنے قریبی عزیز حضرت سیّدُنا مِسطَح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر مال خرچ نہیں کریں گے کیونکہ وہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ طَیِّبہ طاہِرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر تہمت لگانے والوں میں شامل تھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﳚ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ (پ۱۸، النور: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے۔

یہ آیتِ مبارکہ سن کر حضرت سیّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: کیوں نہیں! بے شک میری آرزو ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میری بخشش کرے، لہٰذا آپ پھر سے پہلے کی طرح ان پر مال خرچ کرنے لگے۔[1]

بہتر یہی ہے کہ کینہ پیدا ہو جانے کے بعد بھی پہلے جیسا رَوَیّہ برقرار رکھے اور ہو سکے تو نفس و شیطان کو شکست دینے کی خاطر مزید حُسنِ سلوک کرے۔ یہ صِدِّیقِیْن کا مرتبہ اور مُقَرَّبِیْن کے افضل اعمال میں سے ہے۔

جس کے ساتھ کینہ برتا گیا ہے قدرت کی صورت میں اس کی تین حالتیں ہیں: (۱)... کینہ رکھنے والے سے بغیر کسی کمی زیادتی کے اپنا پورا حق وُصول کرے۔ یہ عدل ہے۔ (۲)... درگزر اور صلہ رِحمی کر کے اس پر احسان کرے۔ یہ فضل ہے۔ (۳)... اپنے حق سے زیادہ لے کر اس پر زیادتی کرے۔ یہ ظلم ہے اور کمینے لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ دوسری صورت صدیقین کا طرزِ عمل ہے اور پہلی صورت صالحین کا انتہائی درجہ ہے۔ اب ہم عفو و درگزر اور احسان کی فضیلت بیان کریں گے۔

دوسری فصل: عَفْو و دَرْگُزر اور احسان کی فضیلت

عفو کا معنٰی یہ ہے کہ آدمی اپنا حق چھوڑ دے اور بالکل برِیُ الذِّمہ ہو جائے مثلاً قِصاص یا تاوان وغیرہ نہ

---

[1] ... مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافک... الخ، ص۱۴۹۱، حدیث: ۲۷۷۰ ملتقطًا

www.dawateislami.net

لے۔ عفو یعنی معاف کرنا بردباری اور غصہ پی جانے کے علاوہ ایک الگ خوبی ہے اسی لئے ہم نے اسے الگ بیان کیا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

ایک اور مقام پر اشاد فرمایا:

وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ (پ۲، البقرۃ: ۲۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے مردو تمہارا زیادہ دینا پرہیز گاری سے نزدیک تر ہے۔

عفوودرگزراوراحسان کی فضیلت میں 13 احادیث مبارکہ

تین اہم باتیں:

﴿1﴾... خَلق کے رَہبر، محبوب ربِّ داوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر میں قسم اُٹھاتا تو ان پر ضرور اُٹھاتا: (۱) صَدَقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، لہٰذا صدقہ کیا کرو (۲) جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خوشنودی کی خاطر اپنا حق معاف کر دے تو روزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی عزت میں اضافہ فرمائے گا اور (۳) جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔[1]

﴿2﴾... عاجزی بندے کو بلند کرتی ہے، لہٰذا عاجزی کیا کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں بلندی عطا فرمائے گا اور عفوو درگزر سے بندے کی عزت بڑھتی ہے، لہٰذا عفوو درگزر سے کام لیا کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں عزت عطا فرمائے گا اور صدقہ مال میں اضافہ کرتا ہے، لہٰذا صدقہ کیا کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے گا۔[2]

آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ظلم کا بدلہ نہ لیتے:

﴿3﴾... اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ طَیِّبَہ طاہِرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے کبھی بھی

1... مسند البزار، مسند ابو سلمہ بن عبد الرحمن، ۳/ ۲۴۳، حدیث: ۱۰۳۲

2... کنز العمال، کتاب الاخلاق، الباب الاوّل فی الاخلاق والافعال المحمودۃ، ۳/ ۴۸، حدیث: ۵۷۱۶

www.dawateislami.net

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنی ذات پر کئے گئے ظُلْم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا، جب تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مقرر کردہ حدود کو نہ توڑا جائے اور جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مقرر کردہ حدود میں سے کسی حد کو توڑا جاتا تو آپ شدید غضبناک ہو جاتے اور جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو آسان کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔[1]

تین بہترین خوبیاں:

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا عُقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ایک دن میں نبیوں کے سُلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا یہ بات یاد نہیں کہ پہلے میں نے آپ کا دستِ مبارک تھاما یا آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا: اے عُقبہ! کیا میں تمہیں دنیا و آخرت والوں کے بہترین اخلاق نہ بتاؤں؟ جو تم سے تعلق توڑے اس سے جوڑو، جو تمہیں مَحْرُوم کرے اسے عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو۔[2]

دنیا و آخرت میں مُعَزز بننے کا نسخہ:

﴿5﴾... تاجدارِ انبیا، حبیبِ کبریا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت موسٰی نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! تیرا کون سا بندہ تیرے نزدیک زیادہ عزت والا ہے؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: جو قدرت ہونے کے باوجود مُعاف کر دے۔[3]

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا گیا: لوگوں میں مُعَزَّز ترین کون ہے؟ فرمایا: جو انتقام پر قدرت کے باوجود معاف کر دے، تم بھی معاف کیا کرو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں عزت عطا فرمائے گا۔

﴿6﴾... ایک شخص اپنے حق کی شکایت لئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو حضور نبیِّ رَحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے بیٹھنے کا حکم دیا، آپ کا ارادہ یہ تھا کہ اسے اس کا حق دلوایا جائے۔ آپ صَلَّی اللہُ

1... الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ص ۱۹۸، حدیث: ۳۳۲

2... شعب الایمان، باب فی صلۃ الارحام، ۶/ ۲۲۲، حدیث: ۷۹۵۹

3... تاریخ مدینہ دمشق، الرقم: ۷۷۴۱، موسی بن عمران، ۶۱/ ۱۳۴

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن مظلوم ہی کامیاب ہوں گے۔“[1] اس نے جب یہ سنا تو اپنے حق سے دَسْت بَردار ہو گیا۔

بددعا نہ کرو بلکہ معاف کرو:

﴿7﴾... جس نے ظالم کے لئے بددعا کی اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔[2]

﴿8﴾... قیامت کے دن جب اللہ عَزَّوَجَلَّ مخلوق کو اٹھائے گا تو ایک مُنادِی عرش کے نیچے سے تین مرتبہ ندا دے گا کہ اے توحید پر قائم رہنے والو! بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں معاف کر دیا، تم بھی ایک دوسرے کو معاف کر دو۔[3]

فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان:

﴿9﴾... حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بیتُ اللہ شریف کا طواف کیا اور دو رکعتیں پڑھ کر کعبۃُ اللہ کے دروازے کی چوکھٹ پکڑ کر لوگوں سے فرمایا: ”مَا تَقُوْلُوْنَ وَمَا تَظُنُّوْنَ؟ یعنی تم کیا کہتے ہو اور کیا گمان رکھتے ہو؟“ لوگوں نے عرض کی: ہم کہتے ہیں کہ آپ ہمارے بھائی، چچا کے بیٹے اور مہربان وبُردبار ہیں۔ لوگوں نے تین بار یہ بات کہی۔ رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ میں وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف نے کہا تھا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ٘ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۹۲﴾ (پ۱۳، یوسف: ۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: یہ سن کر لوگ اس طرح نکل پڑے جیسے قبروں سے اٹھے ہوں اور اسلام میں داخل ہو گئے۔[4]

﴿10﴾... حضرت سیِّدُنا سُہیل بن عَمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ جب سرکارِ مکہ مکرّمہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1... کنز العمال، کتاب الاخلاق، الباب الثانی فی الاخلاق والافعال المذمومۃ، ۳/ ۲۰۲، حدیث: ۷۶۳۰

2... سنن الترمذی، کتاب الدعوات، ۵/ ۳۲۴، حدیث: ۳۵۶۳

3... المعجم الاوسط، ۱/ ۳۶۶، حدیث: ۱۳۳۶

4... السنن الکبری للبیہقی، کتاب السیر، باب فتح مکۃ حرسھا اللہ تعالی، ۹/ ۲۰۰، حدیث: ۱۸۲۷۵

www.dawateislami.net

وَسَلَّم مکہ مکرَّمہ تشریف لائے تو آپ نے اپنا دستِ مبارک کعبہ شریف کے دروازے پر رکھا، آپ کے اِرد گرد لوگوں کا جمِّ غفیر تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا لشکروں کو شکست دی۔(1) پھر فرمایا: اے گروہ قریش! تم کیا کہتے ہو اور کیا گمان رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم اچھی بات کہتے ہیں اور اچھا گمان رکھتے ہیں، آپ شریف بھائی اور مہربان چچازاد ہیں اور یقیناً آپ ہم پر قادر ہیں۔ رحیم و کریم آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا تھا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ٘ (پ۱۳، یوسف: ۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے۔

کس کا اجر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے؟

﴿11﴾... جب لوگ میدانِ محشر میں ٹھہرے ہوں گے تو ایک منادی ندا کرے گا کہ جس کا اجر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذمۂ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ پوچھا جائے گا: کس کا اجر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے؟ منادی کہے گا: معاف کر دینے والوں کا۔ یہ سن کر ہزاروں لوگ کھڑے ہوں گے اور بِلا حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔(2)

حاکم ضرور حد قائم کرے:

﴿12﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ رِوایت کرتے ہیں کہ مُعَلِّمِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کسی حاکم کے لئے جائز نہیں کہ اس کے پاس کوئی حد کا معاملہ پہنچے اور وہ حد قائم نہ کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے۔ پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْاؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزریں

1... سنن ابی داود، کتاب الدیات، باب فی الخطاشبہ العمد، ۴/ ۲۴۵، حدیث: ۴۵۴۷

2... موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الاھوال، ۶/ ۲۲۷، حدیث: ۲۱۶

www.dawateislami.net

اَللّٰہُ لَکُمْ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲﴾ کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ **اللہ** تمہاری بخشش کرے اور **اللہ** بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

(پ۱۸، النور: ۲۲)

جس حور سے چاہو نکاح کرو:

﴿13﴾... حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جس شخص میں ایمان کے ساتھ ساتھ تین باتیں پائی جائیں وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو اور جس حور سے چاہے نکاح کرے: (۱) جو پوشیدہ قرض ادا کرے[2] (۲) جو ہر نماز کے بعد 10 مرتبہ (قُلْ ھُوَاللہُ اَحَدٌ) سورۂ اِخلاص پڑھے اور (۳) جو اپنے قاتل کو معاف کردے[3]۔ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر کوئی ایک پر عمل کرے تو؟ فرمایا: ایک پر عمل کرنے والا بھی۔[4]

عَفْوودَرگُزر اور احسان کی فضیلت میں 20 اَقوال وحِکایات

مظلوم فائدے میں ہے:

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا ابراہیم تَیْمِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: جو مجھ پر ظلم کرتا ہے میں اس پر ترس کھاتا ہوں۔ یہ معاف کرنے سے بڑھ کر ایک اور احسان ہے کیونکہ وہ شخص ظلم کے ذریعے اپنے دل کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں مشغول رکھتا ہے اور جب قیامت کے دن اس سے سوال ہوگا تو اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔

﴿2﴾... ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے کو تحفہ دینا چاہتا ہے تو اس پر

1... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/ ۹۸، حدیث: ۳۹۷۷

2... پوشیدہ قرض سے مراد یہ ہے کسی مستحق کو اس قرض کی ادائیگی کردینا جس کے بارے میں اسے علم نہ ہو جیسے کسی شخص کا انتقال ہوا اور اس شخص کا کسی پر قرض تھا۔ بعد انتقال مقروض نے وہ قرض آکر اس کے وارث کو دے دیا حالانکہ وارث کو اس کے بارے میں علم نہ تھا۔ (ماخوذ از اتحاف السادۃ المتقین، ۹/ ۴۶۲)

3... مقتول کے معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ قاتل کسی کو جان لیوا ضرب لگائے اور وہ مرنے سے قبل اسے معاف کردے۔ (ماخوذ از اتحاف السادۃ المتقین، ۹/ ۴۶۲)

4... الدعاء للطبرانی، ص ۲۱۴، حدیث: ۶۷۳

www.dawateislami.net

کسی ظالم کو مُسَلَّط کر دیتا ہے۔

﴿3﴾... ایک شخص حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کے پاس آیا اور اپنے اوپر ظلم کرنے والے کی شکایت کرتے ہوئے اسے برا بھلا کہنے لگا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملو کہ تمہارا حق ابھی باقی ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے بجائے اس کے کہ تم اس حال میں ملاقات کرو کہ بدلہ لے چکے ہو۔

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا یزید بن مَیْسَرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: جب کوئی مظلوم ظالم کے لئے بد دعا کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس مظلوم سے فرماتا ہے: تمہارے خلاف بھی کوئی بد دعا کر رہا ہے کیونکہ تم نے اس پر ظلم کیا ہے اگر تم چاہو تو ہم تمہاری دعا قبول کر لیں اور تمہارے خلاف جو دعا کی جارہی ہے وہ بھی قبول کر لیں اور اگر چاہو تو تم دونوں کا معاملہ بروزِ قیامت اپنی رحمت کے سِپُرد کر دیں۔

﴿5﴾... ایک شخص اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے خلاف بد دعا کر رہا تھا، حضرت سیِّدُنا مُسْلِم بن یَسار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار نے سنا تو فرمایا: ظالم کو اس کے ظلم کے حوالے کر تیری بد دعا سے پہلے ہی اسے ظلم کی سزا مل جائے گی بشرطیکہ کسی عمل سے اس نے اپنے ظلم کا تَدارُک نہ کیا ہو اور گمان تو یہی ہے کہ وہ اپنے ظلم کا تدارک نہیں کرے گا۔

حکایت: حق دار کھڑے ہو جائیں

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک منادی کو حکم دے گا تو وہ اعلان کرے گا کہ جس شخص کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس کوئی حق ہو وہ کھڑا ہو جائے۔ یہ سن کر معاف کرنے والے کھڑے ہوں گے۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ ان لوگوں کو معاف کرنے کا بدلہ عطا فرمائے گا۔

﴿7﴾... ہِشام بن محمد کلبی کہتے ہیں کہ دو آدمی نعمان بن مُنْذِر کے پاس لائے گئے، ان میں سے جس نے بہت بڑا گناہ کیا تھا اسے معاف کر دیا اور دوسرے نے چھوٹا گناہ کیا تھا اسے سزا دی اور کہا:

تَعْفُو الْمُلُوْکُ عَنِ الْعَظِیْمِ مِنَ الذُّنُوْبِ بِفَضْلِهَا

وَلَقَدْ تَعَاقَبُ فِی الْیَسِیْرِ وَلَیْسَ ذَاکَ لِجَهْلِهَا

www.dawateislami.net

اِلَّا لِيُعْرَفَ حِلْمُهَا وَيُخَافَ شِدَّةَ نَكْلِهَا

ترجمہ: بادشاہ بڑے جرم اپنے فضل سے معاف کرتے ہیں اور چھوٹی سی غلطی پر پکڑ کرلیتے ہیں یہ ان کی نادانی نہیں بلکہ ایسا صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے حِلْم کی پہچان ہو اور ان کے دبدبے کا خوف برقرار رہے۔

حکایت: معاف کرو انعام پاؤ!

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا مُبارَک بن فَضالہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا سواد بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مجھے اہلِ بصرہ کے ایک وفد کے ساتھ خلیفہ ابو جعفر منصور کے پاس بھیجا۔ میں خلیفہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی کو لایا گیا، خلیفہ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ میں نے سوچا میرے ہوتے ہوئے ایک مسلمان کو قتل کیا جارہا ہے! لہٰذا میں نے کہا: امیر المؤمنین! اجازت ہو تو آپ کو ایک حدیث سناؤں جو میں نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے سنی ہے۔ خلیفہ نے کہا: کونسی حدیث؟ میں نے کہا: میں نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ سب لوگوں کو ایک ایسی جگہ پر جمع فرمائے گا جہاں وہ پکارنے والے کی آواز سن سکیں گے اور ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکیں گے پھر ایک پکارنے والا کھڑا ہو کر پکارے گا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس جس کا انعام ہو وہ کھڑا ہو جائے۔ پس اس دن صرف وہی کھڑا ہو گا جس نے کسی کو معاف کیا ہو گا۔ ابو جعفر منصور نے پوچھا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! کیا تم نے واقعی یہ حدیث حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے سنی ہے؟ میں نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے یہ حدیث انہی سے سنی ہے۔ یہ سن کر خلیفہ نے کہا: ہم نے اسے معاف کر دیا۔

﴿9﴾... حضرت سیِّدُنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: جب تک بدلہ لینے کا موقع نہ ملے تم بردباری اور تَحَمُّل مزاجی سے کام لو اور جب موقعہ مل جائے تو درگزر اور احسان کرو۔

نبوت کی چار صفات:

﴿10﴾... منقول ہے کہ ایک راہب خلیفہ ہِشام بن عبدُالملک کے پاس گیا۔ اس نے راہب سے پوچھا: کیا ذُوالقَرنَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نبی تھے؟ راہب نے کہا: نہیں! لیکن انہیں نبوت کی چار صفات عطا کی گئیں تھیں: (۱) بدلہ لینے کی طاقت کے باوجود معاف کر دیتے (۲) وعدہ کرتے تو پورا کرتے (۳) گفتگو کرتے تو سچ بولتے

اور (۴) آج کا کام کل پر نہ چھوڑتے۔

دانش مندانہ باتیں:

﴿11﴾... ایک بُزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ بُردبار وہ نہیں کہ جب اس پر ظلم کیا جائے تو برداشت کرے اور جب بدلہ لینے کی طاقت حاصل ہو تو بدلہ لے بلکہ بردبار وہ ہے کہ جب اس پر ظلم ہو تو بردباری سے کام لے اور جب بدلہ لینے پر قادر ہو تو معاف کرے۔

زِیاد بن عبد اللہ کہتے ہیں: باوجود قدرت بدلہ نہ لینا کینہ اور غصہ ختم کر دیتا ہے۔

﴿12﴾... خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے پاس ایک شخص کو لایا گیا، خلیفہ کو اس کی شکایت ملی تھی۔ جب وہ سامنے کھڑا کیا گیا تو اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔ ہشام نے کہا: ایک تو تم نے جرم کیا ہے اور اوپر سے بولتے بھی ہو۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا (پ۱۴، النحل: ۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہر جان اپنی ہی طرف جھگڑتی آئے گی۔

تو کیا ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جھگڑا کر سکتے ہیں اور آپ کے سامنے بات بھی نہیں کر سکتے؟ ہشام نے کہا: کیوں نہیں! تمہارا ناس ہو، کرو جو بات کرنی ہے۔

﴿13﴾... مروی ہے کہ مقامِ صِفِّین میں ایک چور حضرت سیِّدُنا عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خیمے میں گھس گیا۔ آپ سے کہا گیا: اس کا ہاتھ کاٹ دیں کیونکہ یہ ہمارے دشمنوں میں سے ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: نہیں! بلکہ میں اس کی پردہ پوشی کروں گا شاید قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ میری پردہ پوشی فرمائے۔

حکایت: چور کو بھی دعا دی

﴿14﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کچھ سامان خریدنے بازار گئے، خریدنے کے بعد اپنے عمامے شریف میں باندھے گئے دراہم نکالنے لگے تو گرہ کھلی ہوئی تھی اور دراہم نہیں تھے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جب میں بیٹھا تھا تب تو میرے پاس ہی تھے۔ یہ سن کر لوگ چور کو بددعائیں دینے لگے۔ کوئی کہنے لگا: یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! جس نے یہ رقم لی ہے اس کا ہاتھ کاٹ دے۔ کوئی کہنے لگا: یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کے

www.dawateislami.net

ساتھ بُرا سُلوک کر۔ یہ دیکھ کر حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بارگاہِ الٰہی میں عرض گزار ہوئے: یَااللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر اس نے یہ دراہم کسی ضرورت کی وجہ سے لئے ہیں تو اس کے لئے ان میں برکت عطا فرما اور کسی گناہ کے لئے چرائے ہیں تو اسے اس کا آخری گناہ بنادے۔

حکایت: چور کے لئے آنکھیں بھر آئیں

﴿15﴾... حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے خُراسان کے ایک شخص سے بڑھ کر کسی کو زاہد نہیں پایا۔ وہ مسجد حرام میں میرے پاس بیٹھا ہوا تھا پھر جب طواف کرنے کے لئے اٹھا تو اس کے دینار چوری ہوگئے، وہ رونے لگا۔ میں نے پوچھا: کیا دیناروں کے لئے رو رَہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! بلکہ میرے سامنے ایک نقشہ ہے کہ میں اور چور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے کھڑے ہیں اور اس کے پاس اس چوری پر کوئی دلیل نہیں، میں اس پر ترس کھاتے ہوئے رو رہا ہوں۔

حکایت: نصیحت کا بہترین انداز

﴿16﴾... حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں ایک رات ہم حکم بن ایّوب کے گھر گئے وہ اس وقت بصرہ کا امیر تھا، اتنے میں حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی بھی کچھ ڈرے سہمے آئے تو ہم ان کے ساتھ اندر داخل ہوگئے، ہم ان کے سامنے مرغی کے چوزے لگ رہے تھے۔ انہوں نے امیر کے سامنے حضرت سیِّدُنا یوسُف عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قصہ بیان کرنا شروع کردیا کہ ان کے بھائیوں نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا، کنویں میں ڈالا، ان کو بیچا اور اپنے باپ کو غمگین کیا اور عورتوں کا حضرت سیِّدُنا یوسُف عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مکر اور آپ کا قیدی بننا بھی بیان کیا۔ پھر فرمایا اے امیر! دیکھیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا، بھائیوں پر ان کو برتری دی، ان کا ذکر بلند کیا اور ان کو زمین کے خزانوں کا مالک بنادیا اور جب انہیں حکومت مل گئی اور ان کے گھر والے ان کے سامنے جمع ہوئے تو انہوں نے کیا خوب فرمایا:

قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۖ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۹۲﴾ (پ۱۳، یوسف: ۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: کہا آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

www.dawateislami.net

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا اس بیان سے مقصد یہ تھا کہ جس طرح حضرت سیِّدُنا یوسف عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تھا حکم بن ایوب بھی آپ کے ساتھیوں کو معاف کر دے۔ حکم نے کہا: میں بھی یہی کہتا ہوں: آج تم پر کچھ ملامت نہیں، اگر میرے پاس ان کپڑوں کے علاوہ کچھ اور ہوتا تو میں تمہیں اس میں ڈھانپ لیتا۔

افضل تو معاف کرنا ہی ہے:

﴿17﴾... ابن مُقَفَّع نے اپنے ایک دوست کو اپنے بھائیوں کی سفارش میں ایک مکتوب لکھا کہ فلاں شخص اپنی غَلَطی پر شرمندہ اور تم سے معافی کی امید لگائے ہوئے ہے، یاد رکھو! جرم جتنا بڑا ہو اس کو معاف کرنا بھی اتنا ہی افضل ہوتا ہے۔

﴿18﴾... عبد الملک بن مَرْوان کے پاس جب ابْنِ اَشْعَث کے قیدی لائے گئے تو اس نے حضرت سیِّدُنا رَجاء بن حَیوَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا: آپ کا ان قیدیوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو پسندیدہ شے یعنی فتح عطا فرمائی ہے تو آپ بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اس کا پسندیدہ عمل یعنی مُعافی پیش کریں۔ یہ سن کر اس نے قیدیوں کو مُعاف کر دیا۔

حکایت: کیا خُوب اِستِدلال ہے

﴿19﴾... مروی ہے کہ زِیاد نے خارجیوں میں سے ایک آدمی کو پکڑا تو وہ چھوٹ کر فرار ہو گیا۔ زیاد نے اس کے بھائی کو پکڑ لیا اور کہا: اپنے بھائی کو لاؤ ورنہ تمہاری گردن اُڑا دوں گا۔ اس نے کہا: اگر میں امیر المؤمنین کا حکم نامہ پیش کروں تو کیا آپ مجھے چھوڑ دیں گے؟ زیاد نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: میں غالب حکمت والے کا حکم لاتا ہوں اور اس پر بطور گواہ دو حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ اور حضرت سیِّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیش کرتا ہوں۔ پھر اس نے یہ آیتِ طَیِّبَہ تلاوت کی:

اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ (پ۲۷، النجم: ۳۶تا۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اسے اس کی خبر نہ آئی جو صحیفوں میں ہے موسٰی کے اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔

www.dawateislami.net

زیاد نے کہا: اس کو چھوڑ دو اس نے اپنی رہائی کی دلیل بیان کر دی ہے۔

﴿20﴾...اِنجیل میں لکھا ہے کہ جو شخص اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے لئے اِستغفار کرے یقیناً اس نے شیطان کو شکست دے دی۔

تیسری فصل: نرمی کی فضیلت

نرمی قابل تعریف ہے اور اس کی ضد سختی اور گرم مزاجی ہے۔ سختی غصے اور بد خُلقی کا نتیجہ ہے جبکہ نرمی اچھے اخلاق اور آسانی کا ثمرہ ہے۔ گرم مزاجی کا سبب کبھی تو غصہ ہوتا ہے اور کبھی اس کا سبب شدتِ حرص۔ اس کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ انسان غور و فکر اور مُستَقِل مزاجی سے محروم ہو جاتا ہے۔ بہر حال نرمی اچھے اخلاق کا ثمرہ و نتیجہ ہے اور اچھے اخلاق اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب غصے اور شہوت کی قوت کو حدِ اِعتِدال تک رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نرمی کی بہت زیادہ تعریف فرمائی ہے۔

نرمی کی فضیلت پر مشتمل 10 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾...اے عائشہ! جسے نرمی سے حصہ عطا کیا گیا یقیناً اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی سے حصہ عطا کیا گیا اور جو نرمی کے حصہ سے محروم رکھا گیا وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی کے حصہ سے محروم رکھا گیا۔[1]

﴿2﴾...اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی گھر والوں کو پسند فرماتا ہے تو ان میں نرمی پیدا کر دیتا ہے۔[2]

﴿3﴾...بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نرمی پر جس قدر اَجر عطا فرماتا ہے سختی پر اس قدر اجر نہیں دیتا اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کو پسند فرماتا ہے تو اسے نرمی عطا فرماتا ہے اور جس گھر والے نرمی سے محروم ہوں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت سے محروم ہوتے ہیں۔[3]

﴿4﴾...بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نرمی فرمانے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور جو انعام نرمی پر عطا فرماتا ہے وہ

1...معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، کتاب المکاتب، ۷/ ۵۷۱، حدیث: ۶۱۴۶

2...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، ۹/ ۳۴۵، حدیث: ۲۴۴۸۱

3...المعجم الکبیر، ۲/ ۳۰۶، حدیث: ۲۲۷۴

www.dawateislami.net

سختی پر عطا نہیں فرماتا۔[1]

﴿5﴾... اے عائشہ! نرمی اختیار کرو، بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جب کسی گھر والوں کو عزت دینا چاہتا ہے تو نرمی کے دروازے کی طرف ان کی رہنمائی فرماتا ہے۔[2]

﴿6﴾... جو نرمی سے محروم کیا گیا وہ تمام بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔[3]

﴿7﴾... جو شخص حاکم بنایا گیا اور اس نے لوگوں سے نرمی اور آسانی برتی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس سے نرمی برتے گا۔[4]

﴿8﴾... کیا تم جانتے ہو قیامت کے دن کون آگ پر حرام ہو گا؟ ہر نرم طبیعت، نرم زبان، در گزر کرنے والا اور لوگوں سے قریب۔[5]

﴿9﴾... نرمی برکت اور سختی نحوست ہے۔[6]

﴿10﴾... اطمینان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے[7]۔[8]

1... المعجم الکبیر، ۲/ ۳۰۶، حدیث: ۲۲۷۳ ...... مسلم، کتاب البر والصلة والآدب، باب فضل الرفق، ص۱۳۹۸، حدیث: ۲۵۹۳ ملتقطاً

2... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة رضی اللہ عنہا، ۹/ ۴۰۵، حدیث: ۲۴۷۸۸

3... مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، ص۱۳۹۸، حدیث: ۲۵۹۲

4... کنز العمال، کتاب الامارة، الباب الاوّل فی الامارة، ۶/ ۴، حدیث: ۱۴۵۸۷

5... شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، ۶/ ۲۷۲، حدیث: ۸۱۲۵

6... شعب الایمان، باب الحیاء، ۶/ ۱۳۸، حدیث: ۷۷۲۲

7... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 625** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: **یعنی** دنیاوی اور دینی کاموں کو اطمینان سے کرنا **اللہ** تعالیٰ کے اِلہام سے ہے اور ان میں جلد بازی سے کام لینا شیطانی وسوسہ ہے۔ اس ترجمہ او رشرح سے معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث اس آیتِ کریمہ کے خلاف نہیں: **وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ** (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۳۳، ترجمہ کنزالایمان: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف۔) اور نہ اس آیت کے خلاف ہے: **يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ** (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۱۴، ترجمہ کنزالایمان: نیک کاموں پر دوڑتے ہیں۔) کہ وہاں سُرعت یعنی دینی کام میں دیر نہ لگانے، جلد ادا کر لینے کی تعریف ہے اور یہاں خود کام میں جلد بازی کرنا کہ کام بگڑ جائے اس سے مُمانَعت ہے بعض لوگ دو منٹ میں چار رکعتیں پڑھ لیتے ہیں یہ ہے عُجلت، نفسِ عبادت میں جلدی بُری ہے۔

8... شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ، ۴/ ۸۹، حدیث: ۴۳۶۷

www.dawateislami.net

پہلے انجام دیکھو پھر کام کرو:

مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کی بدولت تمام مسلمانوں کو برکت عطا فرمائی ہے تو آپ مجھ پر بھی خاص کرم فرمادیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو یا تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا پھر اس کی طرف متوجہ ہو کر دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا: کیا تم نصیحت کے طالب ہو؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا: جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اس کے انجام کے بارے میں سوچو اگر انجام میں خیر ہو تو اسے کر گزرو اور اگر اس کے علاوہ ہو تو رک جاؤ۔[1]

نرمی زینت بخشتی ہے:

مروی ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طَیِّبہ طاہِرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہم راہ سفر میں ایک سرکش اونٹ پر سوار تھیں آپ اسے دائیں بائیں پھیرنے لگیں، یہ دیکھ کر رحیم و کریم آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! نرمی اختیار کرو، کیونکہ جب یہ کسی چیز میں ہو تو اسے زینت بخشتی ہے اور جب کسی چیز سے نکال لی جائے تو اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔[2]

نرمی سے مُتَعَلِّق حِکایات ورِوایات اور اَقوال

حکایت: حاکم و رعایا اپنے حقوق کا خیال رکھیں

۞... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اطلاع ہوئی کہ رعایا میں سے کچھ لوگوں کو اپنے حُکام سے شکایت ہے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حکام اور رعایا کو بلالیا۔ جب وہ آئے تو آپ کھڑے ہوئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! اور اے رعایا! بے شک ہمارے تم پر دو حق ہیں: (۱) پیٹھ پیچھے خیر خواہی کرو اور (۲) اچھے کاموں پر ہماری مدد کرو۔ اے حاکمو! تم پر رعایا کے کچھ حقوق ہیں اور جان لو کہ حکمران کی بُردباری اور نرمی سے بڑھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کوئی چیز پسند نہیں اور حاکم کے جَہل اور سخت

1... الزھد لابن مبارک، ص ۱۴، حدیث: ۴۱

2... مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب فضل الرفق، ص ۱۳۹۸، حدیث: ۲۵۹۴

www.dawateislami.net

گیری سے زیادہ کوئی چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ناپسندیدہ اور بُری نہیں۔ یاد رکھو! جو شخص اپنے ماتحتوں کو امن وعافیت میں رکھتا ہے اسے اپنے مافوق سے عافیت پہنچتی ہے۔

❁... حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: نرمی بردباری کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔

مومن کا دوست، وزیر، باپ اور بھائی:

❁... رِوایت میں ہے کہ نبیوں کے سردار، شفیعِ روزِ شمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلْعِلْمُ خَلِیْلُ الْمُؤْمِنِ وَالْحِلْمُ وَزِیْرُہٗ وَالْعَقْلُ دَلِیْلُہٗ وَالْعَمَلُ قَیِّمُہٗ وَالرِّفْقُ وَالِدُہٗ وَاللِّیْنُ اَخُوْہُ وَالصَّبْرُ اَمِیْرُ جُنُوْدِہٖ یعنی علم مومن کا دوست، بُردباری اس کا وزیر، عقل رہنما، عمل نگران، نرمی اس کا والد اور شفقت بھائی ہے جبکہ صَبر اس لشکر کا امیر ہے۔[1]

اچھا ایمان، علم اور عمل:

❁... ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: کتنا اچھا ہے وہ ایمان جو علم سے آراستہ ہو اور کتنا اچھا ہے وہ علم جسے عمل خوبصورتی بخشے اور کتنا اچھا ہے وہ عمل جس میں نرمی کی خوشبو آئے اور جو نسبت بُردباری کو علم سے ہے ایسی کسی چیز کو کسی سے نہیں۔

نرمی کیا ہے اور سختی کیا ہے؟

❁... حضرت سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا کہ نرمی کیا ہے؟ انہوں نے کہا: آپ باوقار وبردبار رہیں اور حاکموں سے مہربانی والا معاملہ کریں۔ پوچھا: سختی کیا ہے؟ کہا: آپ کا اپنے امام اور ان لوگوں سے دشمنی رکھنا جو آپ کو نقصان پہنچاسکتے ہیں۔

❁... حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ نرمی کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اے ابو محمد! آپ ہی بتادیں۔ فرمایا: کاموں کو ان کے موقع محل پر رکھنا نرمی ہے، سختی کی جگہ سختی، نرمی کی جگہ نرمی، تلوار کی جگہ تلوار اور کوڑے کی جگہ کوڑا ہونا چاہیے۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مزاج میں سختی بھی ہونی چاہیے اور نرمی بھی۔ جیسے کہا گیا ہے:

---

[1] ...نوادر الاصول، الاصل التاسع والثلاثون، الجزء الاول، ص۱۵۷، حدیث: ۲۳۹

www.dawateislami.net

وَوَضْعُ النَّدٰى فِيْ مَوْضَعِ السَّيْفِ بِالْعُلَا　　　مُضِرٌّ كَوَضْعِ السَّيْفِ فِيْ مَوْضَعِ النَّدٰى

ترجمہ: جہاں تلوار اٹھانا ہو وہاں سخاوت سے کام لینا اسی طرح نقصان دہ ہے جیسے سخاوت کے موقع پر تلوار اٹھانا۔

دِیگر اَخلاق کی طرح یہاں بھی نرمی اور سختی میں میانہ روی قابل تعریف ہے لیکن سختی اور گرم مزاجی کی طرف طبیعتیں زیادہ جھکاؤ رکھتی ہیں اسی وجہ سے انہیں نرمی کی طرف راغب کرنے کی ضَرورت بھی زیادہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نے سختی کے مقابلے میں نرمی کی زیادہ تعریف کی ہے اگرچہ اپنے مقام پر سختی بھی اچھی ہے جس طرح نرمی اپنے مقام پر اچھی ہے۔

جس جگہ سختی ضروری ہو اور خواہش بھی حق کے موافق ہو جائے تو یہ مکھن ملے شہد سے زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔ ایسا ہی حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے بھی فرمایا ہے۔

حکایت: نصیحت آموز جواب

❁... حضرت سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مکتوب لکھا جس میں انہیں کسی کام کی تاخیر پر ملامت کی تو انہوں نے جواب میں لکھا: بھلائی کے کاموں میں غور وفکر کرنا زیادہ عقل مندی ہے اور عقل مند وہی ہے جو جلد بازی سے پرہیز کرے اور جو بردباری سے محروم ہو وہ ناکام ونامراد ہے۔ مُستَقِل مزاج شخص کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے یا پھر کامیابی کے قریب ہو جاتا ہے جبکہ جلد باز غَلَطی کرتا ہے یا پھر غَلَطی کرنے کے قریب ہو جاتا ہے۔ جسے نرمی نفع دیتی ہے اسے سختی نقصان بھی دیتی ہے اور جو تجرِبات سے نہیں سیکھتا وہ بلندی تک نہیں پہنچ سکتا۔

نرمی وبردباری میں کامیابی ہے:

❁... حضرت سیِّدُنا ابو عَون انصاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: بعض لوگ سخت الفاظ بول جاتے ہیں حالانکہ ان کے مقابل نرم الفاظ بھی ہوتے ہیں جو سخت الفاظ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں۔

❁... حضرت سیِّدُنا ابو حمزہ کوفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ضرورت کے مطابق خدمت گزار رکھو کیونکہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے (زیادہ خدمت گزار رکھو گے تو زیادہ شیطان ہوں گے) یاد رکھو! تم نرمی کے ذریعے اپنے خدمت گزاروں سے جتنا کام لے سکتے ہو اتنا کام سختی کے ذریعے نہیں لے سکتے۔

www.dawateislami.net

۞...حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مومن سَنجِیدَہ وباوقار ہوتا ہے رات کو لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح نہیں ہوتا (کہ جو ہاتھ آیا اٹھالیا)۔ یہ تھی اہلِ علم کی زبان سے نرمی کی فضیلت۔

کیونکہ نرمی واقعی قابلِ تعریف ہے اور اکثر اُمور واَحوال میں مفید بھی ہے جبکہ سختی کی نوبت کبھی کبھی بلکہ شاذ ونادر ہی پیش آتی ہے۔ کامل شخص وہ ہے جو نرمی اور سختی کے مواقع کے درمیان فرق کرنے اور ہر کام کو اس کا حق دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اگر وہ کامل نہ ہو یعنی اس کی بصیرت کم ہو یا کسی واقعہ کا فیصلہ کرنا اس کے لئے مشکل ہو جائے تو اس صورت میں اسے نرمی کی طرف مائل ہونا چاہئے کیونکہ اکثر اوقات کامیابی نرمی وآسانی میں ہوتی ہے۔

﴿ہے فلاح وکامرانی نرمی وآسانی میں　　　ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں﴾

باب نمبر4: حَسَد کا بیان (اس میں چھ فصلیں ہیں)

پہلی فصل: حَسَد کی مَذَمَّت

حسد بھی کینے کے نتائج میں سے ہے اور کینہ غصے کے نتائج میں سے ہے گویا حسد غصہ کی فرع ہے اور غصہ اس کی اصل ہے۔ حسد کی بے شمار مذموم قسمیں ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ خاص طور پر حسد کی مَذَمَّت میں کثیر احادیث مبارکہ وارِد ہیں۔ چنانچہ

حسد کی مذمت میں وارِد 14 روایات:

﴿1﴾... حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔[1]

﴿2﴾... رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حسد، اس کے اسباب اور نتائج سے روکتے ہوئے ارشاد فرمایا: آپس میں حسد نہ کرو، قطع تعلقی نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض وعداوت نہ رکھو، پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی نہ کرو اور اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندو! بھائی بھائی ہو کر رہو۔[2]

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الحسد، ۴/ ۳۶۰، حدیث: ۴۹۰۳

2 ...المسند لابی داود الطیالسی، الزھری عن انس، حدیث: ۲۰۹۱، ص ۲۸۰ بتقدم وتاخر

www.dawateislami.net

جنت میں لے جانے والا عمل:

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ابھی اس راستے سے تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا۔'' اتنے میں ایک انصاری صحابی آئے جن کی داڑھی سے وُضو کا پانی ٹپک رہا تھا، انہوں نے اپنے جوتے بائیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے، حاضرِ بارگاہ ہوکر سلام عرض کیا۔ دوسرے دن پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہی ارشاد فرمایا تو پھر وہی انصاری صحابی پہلے کی طرح آئے۔ تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجلس سے اُٹھے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ان صحابی کے پیچھے ہولئے اور اُن سے کہنے لگے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میری اپنے والد سے کچھ ان بن ہوگئی ہے، میں تین دن تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا اگر آپ مناسب سمجھیں تو 3 دن مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت عطا فرمائیں۔'' انصاری صحابی نے اجازت دے دی۔ چنانچہ میں نے تین راتیں ان کے ساتھ گزاریں لیکن انہیں رات میں عبادت کرتے نہ دیکھا، ہاں! جب وہ اپنے بستر پر کروٹ لیتے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے یہاں تک کہ نمازِ فجر کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے انصاری صحابی سے اچھی بات کے علاوہ کچھ نہ سنا۔ جب تین دن پورے ہوئے تو قریب تھا کہ میں اُن کے اعمال کو حقیر جانتا لیکن جب میں نے ان سے کہا: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے! میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی ناراضی اور جدائی نہیں ہے لیکن میں نے حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تین بار فرماتے سنا کہ ابھی تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا اور تینوں بار آپ ہی آئے۔ چنانچہ میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ آپ کا عمل جانوں گا لیکن میں نے آپ کو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا تو پھر آپ کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟'' انصاری صحابی نے جواب دیا: ''اور تو کوئی عمل نہیں بس یہی ہے جو آپ نے دیکھا۔'' حضرت سیِّدُنا عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر جب میں وہاں سے چلنے لگا تو انصاری صحابی نے مجھے آواز دی اور کہا: ''میرا کوئی اور عمل نہیں بس یہی ہے جو آپ نے دیکھا، اس کے علاوہ میں کسی بھی مسلمان کے لئے اپنے دل میں کھوٹ نہیں پاتا اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ

www.dawateislami.net

نے کسی کو دیا ہے اُس پر حسد نہیں کرتا۔" حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا: "یہی وہ عمل ہے جس نے آپ کو رفعتیں بخشیں اور ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔"[1]

بدگمانی، بدشگونی اور حسد سے بچنے کا طریقہ:

﴿4﴾... تین چیزیں ایسی ہیں جن سے کوئی بھی نجات حاصل نہیں کر سکتا: (۱) بدگمانی (۲) بدشگونی اور (۳) حسد۔ میں تمہیں ان سے بچنے کا طریقہ بتاتا ہوں کہ جب تمہارے دل میں بدگمانی آئے تو اسے سچ نہ جانو، جب کوئی بدشگونی لو تو اپنا کام جاری رکھو اور جب حسد پیدا ہو تو حد سے نہ بڑھو۔[2]

ایک روایت میں ہے: "تین باتیں ایسی ہیں کہ بہت کم کوئی ان سے خالی ہوتا ہے۔" اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حسد سے نجات ممکن ہے۔

باہم محبت قائم کرنے کا نسخہ:

﴿5﴾... تم میں پچھلی اُمتوں کی بیماری، بغض اور حسد سرایت کر گئے ہیں، بغض تو مونڈنے والا ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ بال مونڈتا ہے لیکن یہ تو دین مونڈتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی جان ہے! تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مومن نہ ہو جاؤ اور اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اس پر عمل کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ آپس میں سلام عام کرو۔[3]

فقر و حسد کی آفت:

﴿6﴾... قریب ہے کہ فقیری کفر ہو جائے اور حسد تقدیر پر غالب آجائے۔[4] [5]

1... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ۴/ ۳۳۲، حدیث: ۱۲۶۹۷ بدون "من ھذا الفج"

2... الجامع الصغیر، ص ۲۰۹، حدیث: ۳۴۶۶

3... سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ۴/ ۲۲۸، حدیث: ۲۵۱۸

4... شعب الایمان، باب فی الحث علی ترک الغل... الخ، ۵/ ۲۶۷، حدیث: ۶۶۱۲

5... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مراۃ المناجیح، جلد6، ص623 پر حدیث پاک کے جز...

www.dawateislami.net

پچھلی اُمتوں کی بیماریاں:

﴿7﴾... ایک مرتبہ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عنقریب میری اُمت کو پچھلی اُمتوں کی بیماری لاحق ہو گی۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: پچھلی اُمتوں کی بیماری کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: تکبُّر کرنا، اِترانا، کثیر مال جمع کرنا، دنیا میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا اور آپس میں بغض وحسد رکھنا یہاں تک کہ یہ سب حد سے بڑھ جائے گا اور پھر قتل عام ہو گا۔[1]

﴿8﴾... اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو! کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عافیت دے دے اور تمہیں اس میں مبتلا کر دے۔[2]

سایۂ عرش میں جگہ بناؤ:

﴿9﴾... مروی ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا موسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ربعَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو عرش کے سائے میں ایک شخص کو دیکھا، انہیں اس کے مرتبے پر بڑا رشک آیا اور کہا: بے شک یہ شخص اپنے ربعَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں معزز ہے۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس شخص کا نام پوچھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کا نام نہ بتایا بلکہ فرمایا کہ میں تمہیں اس کے تین عمل بتاتا ہوں: (۱) جو نعمتیں میں نے لوگوں کو اپنے فضل سے عطا فرمائیں یہ ان پر حسد نہیں کرتا تھا (۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کرتا تھا اور (۳) نہ ہی چغل خور تھا۔

... "کفر ہو جاوے" کے تحت فرماتے ہیں: فقیر آدمی کبھی اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر دیتا ہے کہ تو نے مجھ پر ظلم کیا کہ فقیر کر دیا۔ کبھی لوگوں سے اللہ کی شکایت کرتا ہے، کبھی مال حاصل کرنے، اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اسلام چھوڑ کر دوسرے مذہب میں داخل ہو جاتا ہے اپنے دین کو فروخت کر ڈالتا ہے۔ کبھی رضا بالقضاء سے منہ موڑ لیتا ہے یہ سب کفر یا سبب کفر ہیں۔ امیری کے فتنوں سے غریبی کے فتنے زیادہ ہیں۔ خیال رہے کہ فقر مع صبر اللہ کی رحمت ہے جس کے متعلق ارشاد ہوا الفقر فخری اور فقر مع ضجر (ناشکری) اللہ کا عذاب ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ فقیر صابر کو غنی شاکر سے افضل مانا گیا ہے۔ اور "تقدیر پر غالب آجاوے" کے تحت فرماتے ہیں: یعنی قریب ہے کہ حسد تقدیر کو بدل دے کیونکہ حاسد خود محسود کی تقدیر بدلنا چاہتا ہے، اس کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اس کا کچھ نہیں بگڑتا حاسد کی نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ چونکہ کبھی حسد بھی کفر تک پہونچا دیتا ہے اس لئے حسد کو فقیر کے ساتھ بیان فرمایا، شیطان حسد کا کافر ہے۔

1 ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب ذم البغی، ۵/ ۲۳۳، حدیث: ۲

2 ...سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ۴/ ۲۲۷، حدیث: ۲۵۱۴

www.dawateislami.net

نعمت الٰہی کا دشمن:

﴿10﴾... حضرت سیِّدُنا زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: حاسد میری نعمت کا دشمن ہے، میرے فیصلے پر ناخوش اور میری اُس تقسیم پر ناراض ہوتا ہے جو میں نے اپنے بندوں کے درمیان کی۔

﴿11﴾... حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی اُمت پر سب سے زیادہ اس بات کا خوف ہے کہ ان میں مال کی کثرت ہو جائے گی تو آپس میں حسد کرنے اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں گے۔[1]

﴿12﴾... حاجتیں پوری کرنے کے لئے نعمتیں چھپا کر مدد چاہو کیونکہ ہر نعمت والے سے حسد کیا جاتا ہے۔[2]

﴿13﴾... رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کے بھی دشمن ہوتے ہیں۔ عرض کی گئی: وہ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: جو لوگوں سے اس لئے حسد کرتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فضل و کرم سے اُن کو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔[3]

حساب سے پہلے جہنم میں:

﴿14﴾... حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: چھ قسم کے لوگ حساب سے ایک سال پہلے جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: (۱) اُمرا ظلم کی وجہ سے (۲) عرب تعصُّب[4] کی وجہ سے (۳) سردار تکبُّر کی وجہ سے (۴) تاجر خیانت کی وجہ سے (۵) دیہاتی جہالت کی وجہ سے اور (۶) عُلَما حسد کی وجہ سے۔[5]

1... میزان الاعتدال، حرف الثاء، الرقم: ۱۵۵۲، ثابت بن ابی ثابت، ۱/ ۳۷۱

2... المعجم الکبیر، ۲۰/ ۹۴، حدیث: ۱۸۳

3... تفسیر غرائب القران، پ۱، البقرۃ: ۱۰۹، ۱/ ۳۶۳

4... حضرت سیِّدُنا واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! تعصُّب کیا چیز ہے۔ ارشاد فرمایا: یہ ہے کہ تم اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرو۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی العصبیۃ، ۴/ ۴۲۷، الحدیث: ۵۱۱۹) مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ511** پر اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: اپنی قوم سے محبت کرنا، ان کی مدد کرنا، لوگوں کے طعنہ دفع کرنا تعصُّب نہیں بلکہ برائی پر ان کی مدد کرنا یہ ہے تعصُّب، یہ ہی ممنوع ہے کیونکہ اس میں گناہ پر مدد ہے اور گناہ پر مدد کرنا بھی گناہ ہے۔

5... تفسیر غرائب القران، پ۱، البقرۃ: ۱۰۹، ۱/ ۳۶۳

حَسَد کی مَذَمَّت میں وارِداَقوال وحِکایات

سب سے پہلا گناہ:

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا گناہ حسد تھا۔ ابلیس نے حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے رتبے پر ان سے حسد کیا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ حسد ہی تھا جس نے اسے نافرمانی پر ابھارا۔

سیِّدُنا عون رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی نصیحتیں:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عَون بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فَضْل بن مُہَلَّب[1] کے پاس گئے وہ اس وقت (عراق کے ایک شہر) واسط کا حاکم تھا، فرمایا: میں تجھے کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: وہ کیا ہے؟ فرمایا: تکبر سے بچتے رہو کیونکہ یہ پہلا گناہ ہے جس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی گئی۔ پھر آپ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ٘ۗ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ(۳۴) (پ۱، البقرۃ:۳۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

اور فرمایا: خواہش سے بچتے رہو کیونکہ اسی کے سبب حضرت سیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جنت سے زمین پر بھیجے گئے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں ایسی جنت میں ٹھہرایا جس کی چوڑائی زمین و آسمان جتنی ہے۔ جو چاہتے اس میں سے کھاتے سوائے ایک درخت کے جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں منع فرمایا تھا، پس خواہش کے سبب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے کھا لیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو جنت سے زمین پر بھیج دیا۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًاۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ(۳۸) (پ۱، البقرۃ:۳۸)

ترجمۂ کنز الایمان: تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ نہ کچھ غم۔

---

[1] ... احیاء العلوم کے تمام نسخوں میں فضل بن مہلب ہے لیکن درست مُفَضَّل بن مُہَلَّب ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۹/ ۴۸۶)

www.dawateislami.net

مزید فرمایا: حسد سے بچتے رہو کیونکہ حسد ہی نے حضرت سیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کے بیٹے کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ پھر یہ آیتِ مقدسہ تلاوت کی:

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۷﴾ لَىٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓءَاۡ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۳۰﴾

(پ۶، المآئدۃ: ۲۷تا۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز (قربانی) پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے قتل کردوں گا کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے بے شک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہان کا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑے تو تُو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا (قتل پر ابھارا) تو اسے قتل کردیا تو رہ گیا نقصان میں۔

اور فرمایا: جب صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا ذکر ہو تو (برائی کے ساتھ ان کا تذکرہ کرنے سے) خاموش رہو، جب تقدیر کا تذکرہ ہو تب بھی خاموش رہو، اسی طرح جب ستاروں کا تذکرہ ہو تو بھی خاموش رہو۔

حاسد کا عبرت ناک انجام:

حضرت سیِّدُنا بکر بن عبد اللہ مُزَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی بادشاہ کے پاس جایا کرتا تو اس کے سامنے کھڑا ہو کر کہا کرتا: احسان کرنے والے کو احسان کا بدلہ دو کیونکہ بُروں کو تو عنقریب ان کی برائی کافی ہو جائے گی۔ ایک شخص اس سے حسد کرنے لگا کہ اسے بادشاہ کا اتنا قرب حاصل ہے لہٰذا وہ بادشاہ کے پاس گیا اور کہا: جناب! یہ شخص جو آپ کے سامنے کھڑا ہو کر باتیں کرتا ہے اس کا کہنا ہے کہ بادشاہ کے منہ سے بدبو آتی ہے۔ بادشاہ نے کہا: میں کیسے اس بات کا یقین کرلوں؟ اس شخص نے کہا: آپ اسے اپنے قریب

www.dawateislami.net

بلا کر دیکھیں ، جب وہ آپ کے قریب ہو گا تو اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لے گا تاکہ آپ کے منہ کی بدبو نہ سونگھ سکے۔ بادشاہ نے اس سے کہا: تم جاؤ میں خود اسے دیکھ لوں گا۔ یہ شخص وہاں سے نکلا اور اس شخص کو اپنے گھر دعوت پر بلایا اور اسے ایسا کھانا کھلایا جس میں لہسن ملا ہوا تھا، وہ شخص وہاں سے نکل کر بادشاہ کے پاس آیا اور حسبِ عادت بادشاہ سے کہا: احسان کرنے والے کو احسان کا بدلہ دو کیونکہ بروں کو تو عنقریب ان کی برائی کافی ہو جائے گی۔ بادشاہ نے اس سے کہا: میرے قریب آؤ۔ وہ قریب آیا تو اس نے اس خوف سے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا کہ کہیں بادشاہ کو لہسن کی بو نہ پہنچے، تو بادشاہ نے اپنے دل میں سوچا کہ فلاں آدمی نے سچ کہا ہے۔ اس بادشاہ کی عادت تھی کہ وہ کسی کے لئے اپنے ہاتھ سے صرف انعام دینے کا ہی فرمان لکھا کرتا تھا، لیکن اب کی بار اس نے اپنے ایک گورنر کو اپنے ہاتھ سے لکھا کہ جب میرا یہ خط لانے والا تمہارے پاس آئے تو اسے ذبح کر دینا اور اس کی کھال اتار کر اس میں بھوسہ بھر کر میرے پاس بھیج دینا۔ اس شخص نے وہ خط لیا اور دربار سے نکلا تو وہی سازشی شخص اسے ملا، اس نے پوچھا: یہ خط کیسا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: بادشاہ نے مجھے انعام لکھ کر دیا ہے۔ سازشی شخص نے کہا: یہ مجھے تحفہ دے دو۔ اس شخص نے کہا: لو تم لے لو۔ پھر جب وہ سازشی خط لے کر خوشی خوشی عامل کے پاس پہنچا تو عامل نے اس سے کہا: تمہارے خط میں لکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر دوں اور تمہاری کھال اتار دوں۔ اس سازشی نے کہا: یہ خط میرا نہیں ہے خدا کا واسطہ میرے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور بادشاہ سے اس معاملے میں رابطہ کرو۔ عامل نے کہا: بادشاہ کے خط کو لوٹایا نہیں جاتا۔ لہٰذا عامل نے اسے ذبح کر کے اور اس کی کھال میں بھوسہ بھر کر بادشاہ کو بھیج دیا، پھر وہی شخص (جس کے خلاف سازش کی گئی تھی) حسبِ عادت بادشاہ کے پاس آیا اور اپنی بات دہرائی: " احسان کرنے والے کو احسان کا بدلہ دو۔ " تو بادشاہ نے حیرت زدہ ہو کر اس سے پوچھا: تم نے خط کا کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: مجھے فلاں شخص ملا تھا، اس نے مجھ سے وہ خط مانگا تو میں نے اسے دے دیا۔ بادشاہ نے کہا: اس نے تو مجھے بتایا تھا کہ تم کہتے ہو کہ میرے منہ سے بدبُو آتی ہے۔ اس نے جواب دیا: میں نے تو ایسا نہیں کہا۔ پھر بادشاہ نے پوچھا: تم نے اپنی ناک پر ہاتھ کیوں رکھا تھا؟ کہنے لگا: اس شخص نے مجھے لہسن کھلا دیا تھا اور میں نے پسند نہ کیا کہ آپ کو اس کی بدبو سے تکلیف پہنچے۔ بادشاہ نے کہا: تم اپنی جگہ پر لوٹ جاؤ تم نے سچ کہا یقیناً بُرے آدمی کی برائی اسے کِفَایَت کر گئی۔

www.dawateislami.net

میں حسد کیوں کروں؟

حضرت سیِّدُنا اِمام محمد بن سِیْرِین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: میں نے دنیا کی کسی چیز پر کسی سے حسد نہیں کیا کیونکہ اگر وہ شخص جنتی ہے تو میں دنیا کی وجہ سے کیسے اس سے حسد کر سکتا ہوں جبکہ دنیا تو جنت کے مقابلہ میں بہت حقیر ہے اور اگر وہ جہنمی ہے تو میں دنیا کے کسی معاملے پر کیوں اس سے حسد کروں جبکہ اس کا انجام ہی جہنم ہے۔

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے پوچھا: کیا مومن حسد کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹوں کا واقعہ بھول گئے! ہاں! مومن حسد کرتا ہے لیکن حسد کا غم تمہارے سینے میں ہی رہے گا اور اس وقت تک تمہیں کوئی نقصان نہ دے گا جب تک اس کی وجہ سے تم اپنی زبان اور ہاتھ سے زیادتی نہ کرو۔

چند دانِش مندانہ اَقوال:

❁... حضرت سیِّدُنا ابو دَرْداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: بندے کا موت کو کثرت سے یاد کرنا خوشی اور حسد کو کم کر دیتا ہے۔

❁... حضرت سیِّدُنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: نعمت پر حسد کرنے والے کے سوا میں ہر شخص کو راضی کر سکتا ہوں کیونکہ حاسد زوالِ نعمت پر ہی راضی ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے:

كُلُّ الْعَدَاوَاتِ قَدْ تُرْجٰى اَمَاتَتُهَا ❁ اِلَّا عَدَاوَةُ مَنْ عَادَاكَ مِنْ حَسَدٍ

ترجمہ: تمام دشمنیوں کو ختم کرنے کی توقع کی جا سکتی ہے سوائے اس شخص کی دشمنی کے جو تم سے حسد کی وجہ سے دشمنی کرتا ہے۔

❁... ایک دانِشور کا قول ہے کہ حسد ایسا زخم ہے جو کبھی نہیں بھرتا اور حاسد کے لئے یہی سزا کافی ہے۔

❁... ایک اعرابی نے کہا: میں نے حاسد کے سوا کسی ظالم کو مظلوم کے جیسا نہیں دیکھا وہ تیرے پاس جو نعمت دیکھتا ہے اس کے لئے وہ سزا بن جاتی ہے۔

www.dawateislami.net

۞…حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو اپنے بھائی سے حسد کیوں کرتا ہے۔ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی تکریم کے لئے اپنے فضل سے وہ نعمت اسے عطا فرمائی ہے تو اس پر حسد کیوں! اور اگر کسی اور وجہ سے عطا فرمائی ہے تو اس سے حسد کیوں جس کا ٹھکانا جہنم ہے!

۞…ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حاسد مجلس میں ذلت اور مذمت پاتا ہے، ملائکہ سے لعنت اور بُغض پاتا ہے، مخلوق سے غم اور پریشانیاں اٹھاتا ہے، نزع کے وقت سختی اور مصیبت سے دوچار ہوتا ہے اور قیامت کے دن رسوائی اور عذاب کا سامنا کرے گا۔

دوسری فصل: حسد کی تعریف، حکم، اقسام اور درجات

حسد صرف نعمت پر ہی ہوتا ہے جب اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے کسی مسلمان بھائی کو نعمت عطا فرماتا ہے تو اس وقت تمہاری دو حالتیں ہوتی ہیں:

حسد کی تعریف:

۞…**پہلی حالت:** تم اس کی نعمت کو ناپسند کرو اور اس کے زوال کی خواہش کرو۔ اس حالت کو حسد کہتے ہیں۔ لہٰذا حسد کی تعریف یہ ہوئی کہ ”نعمت کو ناپسند کرنا اور جسے دی گئی ہے اس سے زوالِ نعمت کی خواہش رکھنا۔“

۞…**دوسری حالت:** تم زوالِ نعمت کی خواہش نہ کرو اور نہ اس کے وجود اور اس کی ہمیشگی کو ناپسند جانو البتہ تمہارے دل میں یہ چاہت ہو کہ تمہیں بھی اس قسم کی نعمت ملے۔ اس حالت کو **رَشک** کہتے ہیں اور اسے **مُنافَست** (آگے بڑھنے کی خواہش) سے بھی موسوم کرتے ہیں۔

بسا اوقات حسد کو مُنافَست اور منافست کو حسد سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے یعنی ان دونوں لفظوں کو ایک دوسرے کی جگہ بھی استعمال کیا جاتا ہے اور معنی کو سمجھ لینے کے بعد الفاظ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَغْبِطُ وَالْمُنَافِقَ یَحْسُدُ یعنی مومن رشک کرتا ہے جبکہ منافق حسد کرتا ہے۔“[1]

1…تفسیر القرطبی، پ۳۰، الفلق: ۵، ۱۰/ ۱۹۰، الجزء العشرون

www.dawateislami.net

حسد کا حکم:

حسد ہر حال میں حرام ہے البتہ کسی فاسِق وفاجِر یا کافر کو کوئی نعمت ملے اور وہ اسے فتنہ انگیزی اور فساد کے لئے اور لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لئے استعمال کرے تو اس کے لئے اس نعمت کو ناپسند کرنا اور اس کے زَوال کی تمنا کرنا جائز ہے۔ کیونکہ تم اس کا زوال اس کے نعمت ہونے کی وجہ سے نہیں چاہتے بلکہ اس لئے زوال کی تمنا کرتے ہو کہ وہ فساد کا آلہ ہے اگر وہ اس سے فتنہ وفساد نہ کرے تو تمہیں اس کی نعمت بری معلوم نہ ہو۔

حسد کے حرام ہونے پر دلالت کرنے والی روایات ہم نقل کر چکے ہیں اوراس کے علاوہ یہ اس لئے بھی ناپسندیدہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندوں کو جو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کا فیصلہ فرمایا ہے اس پر ایک طرح کا اظہارِ ناراضی ہے اور یہ بات نہ قابل عذر ہے اور نہ ہی اس میں کوئی رخصت ہے۔ اس بات سے بڑھ کر اور کون سا گناہ ہو گا کہ تم اپنے بھائی کو سکون میں نہیں دیکھ سکتے حالانکہ اس کے پر سکون ہونے میں تمہارا کوئی نقصان بھی نہیں۔ قرآنِ پاک کی کئی آیات میں اس کی طرف شارہ کیا گیا ہے، چند آیات ملاحظہ ہوں:

حسد کے متعلق نو فرامین باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ٘ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَاؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُرا لگے اور تم کو بُرائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں۔

یہ خوشی، شَماتت (یعنی کسی کی مصیبت پر خوش ہونا) ہے اور حسد اور شماتت ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں۔

﴿2﴾...

وَدَّ كَثِیْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ (پ۱، البقرة: ۱۰۹)

ترجمۂ کنز الایمان: بہت کتابیوں نے چاہا کاش تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں اپنے دلوں کی جلن سے۔

اس آیت مبارَکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ ان کا نعمتِ ایمان کا زوال چاہنا حسد ہے۔

www.dawateislami.net

﴿3﴾ ...

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً (پ۵، النساء: ۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو تم سب ایک سے ہو جاؤ۔

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا یوسف علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کے حسد کو بیان فرما کر ان کے دلوں کے حال کو اپنے اس فرمان سے تعبیر فرمایا:

﴿4﴾ ...

اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِۚۖ (۸) اقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ (پ۱۲، یوسف: ۸،۹)

ترجمۂ کنزالایمان: جب بولے کہ ضرور یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں بیشک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبّت میں ڈوبے ہوئے ہیں یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ کہ تمہارے باپ کا منہ صرف تمہاری ہی طرف رہے۔

برادرانِ یوسف نے جب دیکھا کہ والد محترم حضرت یعقوب (عَلَیْہِ السَّلَام) حضرت یوسف (عَلَیْہِ السَّلَام) سے زیادہ محبت کرتے ہیں تو انہوں نے اسے ناپسند جانا اور انہیں یہ بات بُری معلوم ہوئی، لہٰذا انہوں نے اس محبت کا زوال چاہا اور حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو باپ کی نظروں سے غائب کر دیا۔

﴿5﴾ ...

وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا (پ۲۸، الحشر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے۔

یعنی نہ ان کے سینے تنگ ہیں اور نہ ہی وہ غمگین ہوتے ہیں۔ حسد نہ کرنے پر ان کی تعریف فرمائی گئی۔

﴿6﴾ ... (یہود کے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کا) انکار کرنے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۚ (پ۵، النساء: ۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔

...﴿7﴾

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ (پ۲، البقرۃ:۲۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اُتاری کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کر دے اور کتاب میں اختلاف انہیں نے ڈالا جن کو دی گئی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آچکے آپس کی سرکشی سے۔

”آپس کی سرکشی سے“ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حسد ہے۔

...﴿8﴾

وَمَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ (پ۲۵، الشورٰی:۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے پھوٹ نہ ڈالی مگر بعد اس کے کہ انہیں علم آچکا تھا آپس کے حسد سے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں علم اس لئے عطا فرمایا تھا کہ ان میں اِتّحاد پیدا ہو اور وہ اطاعتِ الٰہی پر یکجا ہو جائیں اور انہیں اس بات کا حکم ہوا کہ علم کے ذریعے باہم اُلفت و محبت اختیار کریں لیکن اس کے برعکس وہ آپس میں حسد کرنے لگے کیونکہ ان میں سے ایک یہ چاہتا تھا کہ حکومت مجھے ملے اور میری بات مانی جائے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ایک دوسرے کو جھٹلانے لگے۔

یہود بھی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وسیلہ پیش کرتے:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت سے پہلے یہود جب کسی قوم سے جنگ کرتے تو کہتے: ”نَسْئَلُكَ بِالنَّبِيِّ الَّذِيْ وَعَدْتَّنَا اَنْ تُرْسِلَهٗ وَبِالْكِتَابِ الَّذِيْ تُنْزِلُهٗ اِلَّا مَا نَصَرْتَنَا یعنی (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ!) اس نبی کے وسیلے سے جس کے بھیجنے کا تو نے وعدہ فرمایا ہے اور اس کتاب کے طفیل جو تو ہم پر نازل فرمائے گا ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری مدد فرما“ تو ان کی مدد کی جاتی لیکن جب حضور نبیِّ کریم، رءُوف رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حضرت سیِّدُنا اسماعیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی

www.dawateislami.net

اولاد سے تشریف آوری ہوئی تو پہچاننے کے باوجود یہود نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کا انکار کر دیا۔ اس کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

...﴿9﴾

وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا

(پ۱، البقرۃ: ۸۹، ۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے پہلے اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو **اللہ** کی لعنت منکروں پر کس برے مولوں انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ **اللہ** کے اُتارے سے منکر ہوں اس کی جَلَن سے۔

"بَغْیًا" کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے یعنی حسد کرتے ہوئے یہود نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کا انکار کیا۔[1]

بشارتِ موسٰی:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا صفیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ایک دن میرے والد اور چچا آپ کے پاس سے آئے تو میرے والد نے میرے چچا سے کہا: آپ ان (یعنی حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ چچا نے کہا: میرا تو یہی کہنا ہے کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی بشارت حضرت سیِّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے دی۔ والد نے پوچھا: آپ کا کیا ارادہ ہے؟ چچا نے کہا: میں تو زندگی بھر ان سے دشمنی رکھوں گا۔[2]

یہاں تک حسد کی حرمت کا حکم بیان ہوا۔

مُنافَست کا حکم:

جہاں تک مُنافَست یعنی رشک کی بات ہے تو یہ حرام نہیں بلکہ بعض صورتوں میں واجب، بعض میں مستحب اور بعض میں مباح ہے اور بعض اوقات مُنافَست کی جگہ حسد اور حسد کی جگہ مُنافَست کا لفظ بھی

1...التفسیر الکبیر للرازی، پ۱، البقرۃ: ۱۰۹، ۱/ ۶۴۲

2...التفسیر الکبیر للرازی، پ۱، البقرۃ: ۱۰۹، ۱/ ۶۴۲

www.dawateislami.net

استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا قُثَم بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، انہوں نے اور حضرت سیِّدُنا فضل بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ارادہ کیا کہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کریں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں صدقہ کی وُصُولی پر مُقرَّر فرمائیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مشورہ کیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منع کرتے ہوئے فرمایا: پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمہارے کہنے پر تمہیں مقرَّر نہیں فرمائیں گے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا: آپ مُنافَسَت (حسد) کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں حالانکہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی صاحبزادی آپ کے نکاح میں دی لیکن ہم نے تو آپ سے حسد نہ کیا۔

یعنی یہ آپ کی طرف سے حسد ہے جبکہ حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا آپ کے نکاح میں دی گئیں تو ہم نے آپ سے حسد نہ کیا۔

مُنافَسَت لُغَت میں نَفاسَت سے مشتق ہے۔ مُنافَسَت کے مباح ہونے کی مثال یہ فرامین باری تعالیٰ ہیں:

﴿1﴾...

وَ فِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے۔

(پ۳۰، المطففین: ۲۶)

﴿2﴾...

سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (پ۲۷، الحدید: ۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش (کی طرف)۔

کسی سے سبقت لے جانے کی کوشش اسی وقت کی جاتی ہے جہاں کسی چیز کے چلے جانے کا خوف ہوتا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے دو غلام اپنے آقا کی خدمت کے لئے ایک دوسرے سے اس نیت سے سبقت کریں کہ وہ آقا کے منظورِ نظر ہو جائیں۔

رشک جائز ہونے کے دلائل:

﴿1﴾... حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رشک کے جائز ہونے کی تصریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللہُ مَالًا فَسَلَّطَ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللہُ عِلْمًا فَھُوَ یَعْمَلُ بِہٖ

www.dawateislami.net

وَیُعَلِّمُہُ النَّاس یعنی حسد جائز نہیں مگر دو شخصوں پر ایک وہ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال دیا اس نے اسے راہ حق میں خرچ کیا اور دوسرا وہ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے علم عطا کیا وہ اس پر عمل بھی کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا بھی ہے[1]۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابو کَبشہ اَنماری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی رِوایت میں اس مضمون کی تفصیل ہے۔

چار قسم کے لوگ:

﴿2﴾... نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَثَلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ مَثَلُ اَرْبَعَۃِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا وَّعِلْمًا فَھُوَ یَعْمَلُ بِعِلْمِہٖ فِیْ مَالِہٖ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ عِلْمًا وَّلَمْ یُؤْتِہٖ مَالًا فَیَقُوْلُ رَبِّ لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا مِّثْلَ مَالِ فُلَانٍ لَکُنْتُ اَعْمَلُ فِیْہِ بِمِثْلِ عَمَلِہٖ فَھُمَا فِی الْاَجْرِ سَوَآءٌ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا وَّلَمْ یُؤْتِہٖ عِلْمًا فَھُوَ یُنْفِقُہٗ فِیْ مَعَاصِی اللّٰہِ وَرَجُلٌ لَمْ یُؤْتِہٖ عِلْمًا وَّلَمْ یُؤْتِہٖ مَالًا فَیَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مِثْلَ مَالِ فُلَانٍ لَکُنْتُ اُنْفِقُہٗ فِیْ مِثْلِ مَا اَنْفَقَہٗ فِیْہِ مِنَ الْمَعَاصِیْ فَھُمَا فِی الْوِزْرِ سَوَآءٌ یعنی اس امت کی مثال چار قسم کے لوگوں جیسی ہے، ایک وہ شخص جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال اور علم عطا فرمایا اور وہ اپنے مال میں اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے، دوسرا وہ شخص جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے علم عطا کیا لیکن مال نہیں دیا اور وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! اگر میرے پاس فلاں شخص کی طرح مال ہوتا تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا، یہ دونوں اجر و ثواب میں برابر ہیں، تیسرا وہ شخص جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال عطا کیا لیکن علم نہیں دیا اور وہ اپنا مال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں خرچ کرتا ہے

---

[1]... دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1332 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت، جلد سوم، حصہ 16 صفحہ 543 پر صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس حدیث سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دو چیزوں میں حسد جائز ہے مگر بغور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی حسد حرام ہے، بعض علما نے یہ بتایا کہ اس حدیث میں حسد بمعنی غِبطہ (رشک) ہے۔ امام بخاری عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے ترجمۃ الباب سے بھی یہی پتا چلتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ حدیث کا یہ مطلب ہے کہ اگر حسد جائز ہوتا تو ان میں جائز ہوتا مگر ان میں بھی ناجائز ہے۔ جیسا کہ حدیث: لَاشُؤْمَ اِلَّا فِی الدَّارِ میں اسی قسم کی تاویل کی جاتی ہے۔ اور بعض علما نے فرمایا کہ معنی حدیث یہ ہیں کہ حسد انہیں دونوں میں ہو سکتا ہے اور چیزیں تو اس قابل ہی نہیں کہ ان میں حسد پایا جاسکے کہ حسد کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے میں کوئی نعمت دیکھے اور یہ آرزو کرے کہ وہ مجھے مل جائے اور دنیا کی چیزیں نعمت نہیں کہ جن کی تحصیل کی فکر ہو دنیا کی چیزوں کا مآل اللہ تعالٰی کی ناراضی ہے اور یہ چیزیں وہ ہیں کہ ان کا مآل اللہ تعالٰی کی خوشنودی و رضا ہے، لہٰذا نعمت جس کا نام ہے وہ یہی ہیں ان میں حسد ہو سکتا ہے۔

[2]... التفسیر الکبیر للرازی، پ۱، البقرۃ: ۱۰۹، ۱/ ۶۴۷

www.dawateislami.net

اور چوتھا وہ شخص جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نہ علم دیا نہ مال اور وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس بھی فلاں شخص کی طرح مال ہوتا تو میں بھی اس کی طرح اسے گناہ کے کاموں پر خرچ کرتا، یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔[1]

حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چوتھے شخص کی مَذمّت اس لئے نہیں فرمائی کہ وہ فلاں شخص کی طرح مال کی آرزو رکھتا ہے بلکہ اس لئے فرمائی کہ وہ مال پا کر فلاں شخص کی طرح اسے گناہوں میں خرچ کرنے کی تمنا رکھتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دوسرے کی نعمت پر رشک کرنا اور اپنے لئے اس جیسی نعمت کی تمنا کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک اس سے نعمت کا زوال نہ چاہا جائے اور اُس کے پاس اِس نعمت کے باقی رہنے کو ناپسند نہ کرے۔

واجب، مستحب اور مباح رشک:

اگر کوئی نعمت دینی ہو اور واجب ہو مثلاً اِیمان، نماز اور زکوۃ تو ایسی نعمت پر رشک کرنا بھی **واجب** ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ بندہ اپنے لئے بھی ایسی ہی نعمت پسند کرے اگر ایسا نہیں کرے گا تو وہ گناہ پر راضی ہو گا اور یہ حرام ہے۔ اگر نعمت ایسی ہو جو فضائل سے تعلق رکھتی ہو مثلاً اچھے کاموں میں مال خرچ کرنا اور صدقہ و خیرات وغیرہ کرنا تو ایسی نعمت پر رشک کرنا **مستحب** ہے۔ اگر نعمت ایسی ہو جس سے فائدہ اٹھانا جائز ہو تو اس پر رشک کرنا **مباح** ہے۔ ان تمام صورتوں میں اس کا ارادہ اس شخص کے مساوی ہونا اور نعمت میں اس کے ساتھ شریک ہونا ہے، نعمت کا اس کے پاس ہونا ناپسند نہیں۔

گویا یہاں دو باتیں ہیں: ایک یہ کہ جس کے پاس نعمت ہے وہ نعمت کے سبَب راحت میں ہے اور دوسری یہ کہ جو اس نعمت سے محروم ہے وہ اس کی وجہ سے نقصان میں ہے۔ رشک کرنے والا پہلی بات کو ناپسند نہیں کرتا بلکہ اپنا محروم ہونا اور پیچھے رہ جانا ناپسند کرتا اور نعمت والے کی برابری چاہتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ انسان مباح اشیاء میں اپنے نقصان اور پیچھے رہنے کو ناپسند جانے۔ البتہ اس طرح فضائل میں کمی ضرور آتی ہے کیونکہ اس طرح کی باتیں زُہد، توکُّل اور رضا کے خلاف اور اعلیٰ مقامات کے حصول میں رکاوٹ ہیں تاہم گناہ کا باعث نہیں۔

دقیق نکتہ:

یہاں ایک باریک و دقیق نکتہ ہے اور وہ یہ کہ جو انسان دوسروں جیسی نعمت کے حصول سے مایوس ہو جاتا

---

[1]...سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی مثل الدنیا مثل اربعة نفر، ۴/ ۱۴۵، حدیث، ۲۳۳۲ بتغیر

www.dawateislami.net

ہے تو وہ خود کو اس نعمت کے حامل شخص سے کم تر و ناقص سمجھنے لگتا ہے نیز اس کا نفس یہ پسند کرنے لگتا ہے کہ اس کا نُقص کسی طریقہ سے دور ہو جائے اور یہ نقص دو ہی طریقوں سے دور ہو سکتا ہے یا تو اس جیسی نعمت مل جائے یا دوسرے شخص کے پاس بھی وہ نعمت باقی نہ رہے۔ جب ایک راستہ بند ہو جاتا ہے تو لامحالہ دوسرا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب دوسرے شخص کے پاس بھی وہ نعمت باقی نہیں رہتی تب اسے سکون ملتا ہے کیونکہ اس کی نعمت کے زَوال سے اسے برابری مل جاتی ہے بلکہ ممکن ہے اب بھی اس کے دل میں اس نعمت کی خواہش جاگزیں ہو۔ اگر یہ صورت پیش آئے تو نفس سے دریافت کرے کہ اگر دوسرے شخص کی نعمت کا اختیار مجھے مل جائے تو میں کیا کروں؟ اگر جواب یہ ہو کہ میں یہ نعمت اس سے چھین لوں گا تو سمجھ جائے کہ وہ بہت زیادہ حسد میں مبتلا ہے اور اگر اس نعمت کے زوال پر قدرت کے باوجود اس کا تقویٰ و پرہیز گاری اسے اس کام سے اور اس کی نعمت کے زوال کی تمنا سے روک دے تو سمجھ جائے کہ دل میں پیدا ہونے والی زوالِ نعمت کی خواہش سے اسے نجات مل گئی ہے کیونکہ اب وہ عقل و دین کی رو سے یہ نہیں چاہتا کہ دوسرے سے نعمت جاتی رہے۔ ممکن ہے کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس ارشاد گرامی سے یہ مراد ہے۔

حسد کا ایک علاج:

ارشاد فرماتے ہیں: ”ثَلَاثٌ لَّا یَنْفَکُّ الْمُؤْمِنُ عَنْھُنَّ اَلْحَسَدُ وَ الظَّنُّ وَ الطِّیَرَۃُ یعنی تین باتیں ایسی ہیں کہ مومن ان سے الگ نہیں ہو سکتا: (۱) حسد (۲) بدگمانی اور (۳) بدفالی۔“ پھر فرمایا: ”وَلَہٗ مِنْھُنَّ مَخْرَجٌ اِذَا حَسَدْتَ فَلَا تَبْغِ اور اس کے لئے ان سے نکلنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم حسد کرو تو حد سے نہ بڑھو۔“ (1)

یعنی اگر تم اپنے دل میں کسی کے بارے میں کوئی چیز پاؤ تو اس پر عمل نہ کرو۔ لیکن جو شخص اپنے بھائی سے کسی نعمت میں برابری حاصل کرنا چاہے اور پھر اس سے عاجز آ جائے تو بہت مشکل ہے کہ وہ زوالِ نعمت کی تمنا سے بچ سکے کیونکہ جب تک بھائی کے پاس نعمت رہے گی یقیناً اس کے دل میں اس کی برتری کا خیال انگڑائی لیتا رہے گا۔ یہ رَشک کی وہ حد ہے جو حرام حسد کے مقابل پہنچ جاتی ہے، لہٰذا اس میں احتیاط ضروری ہے کیونکہ یہ پُر خطر مَقام ہے۔ ہر انسان جب اپنی جان پہچان والوں یا پڑوسیوں کو اپنے سے بلند دیکھتا ہے تو

(1)... الجامع الصغیر، ص ۲۰۹، حدیث: ۳۴۶۶ بتغیر

www.dawateislami.net

ان سے برابری کی خواہش کرتا ہے، مضبوط ایمان اور شدید تقویٰ نہ ہونے کی صورت میں ممکن ہے کہ عنقریب یہ خواہش اسے ممنوعہ حسد تک لے جائے۔

بعض اوقات دوسرے سے کم تر ہونے کا خوف انسان کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ ممنوع حسد کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کی طبیعت اپنے بھائی سے زوالِ نعمت کی طرف مائل ہو جاتی ہے تاکہ دونوں میں مساوات ہو سکے کیونکہ وہ نعمت حاصل کرکے اس کے برابر آنے سے تو پہلے ہی عاجز ہے۔ اس معاملے میں کوئی رخصت نہیں خواہ اس کا تعلق دینی مقاصد سے ہو یا دُنیوی مقاصد سے، دونوں صورتوں میں یہ حرام ہے۔ ہاں! اگر وہ اس پر عمل نہ کرے تو امید ہے کہ اس صورت میں گناہ نہ ہو اور اس کا اپنی خواہش کو ناپسند کرنا ہی اس کے لئے کفارہ ہو جائے۔

یہاں تک حسد کی تعریف اور اس کے اَحکام بیان ہوئے اب ہم حسد کے درجے بیان کرتے ہیں۔

حسد کے چار درجے:

❁...**پہلا درجہ:** دوسرے سے زوالِ نعمت کا خواہش مند ہونا اگرچہ خود کو بھی نہ ملے۔ یہ خَباثت کی انتہا ہے۔

❁...**دوسرا درجہ:** دوسرے کی نعمت میں ایسی رغبت کرنا کہ بعینہٖ وہ نعمت اس سے زائل ہو کر میرے پاس آجائے مثلاً دوسرے کے عمدہ مکان، خوبصورت عورت یا جاہ و منصب میں رغبت کرنا۔ یہ ایسی صورت ہے جس میں حاسد فقط زوالِ نعمت کا خواہش مند نہیں بلکہ عَین اسی نعمت کا طلب گار ہے اور اس کی یہ ناپسندیدگی دوسرے کے عیش و آرام کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے پاس یہ سب کچھ نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

❁...**تیسرا درجہ:** دوسرے کو جو نعمت حاصل ہے بعینہٖ اس کی خواہش نہ کرنا بلکہ اس جیسی نعمت کی خواہش کرنا۔ اب اگر حاسد کو اس جیسی نعمت نہ ملے تو وہ محسود سے زوالِ نعمت کی خواہش کرتا ہے تاکہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہ رہے۔

❁...**چوتھا درجہ:** دوسرے کی نعمت جیسی نعمت کی خواہش کرنا اور خواہش پوری نہ ہونے کی صورت میں زوالِ نعمت کی تمنا نہ کرنا۔

چوتھا درجہ قابلِ معافی ہے اگر اس کا تعلق اُمورِ دُنیا سے ہو اور اگر دینی اُمور سے تعلُّق ہو تو اس صورت میں یہ مستحب ہے اور تیسرے درجے میں خیر و شر دونوں پہلو ہیں اور دوسرا مرتبہ تیسرے کے مقابلے میں

www.dawateislami.net

ہلکا ہے [1] اور پہلا مرتبہ تو ہر حال میں مذموم ہے اور دوسرے مرتبے پر حسد کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے [2] لیکن یہ بھی اس فرمانِ باری تعالیٰ کی وجہ سے مذموم ہے:

وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ (پ۵، النسآء: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے **اللہ** نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ دوسروں جیسی نعمت کی تمنا کرنا مذموم نہیں البتہ بعینہٖ اسی نعمت کی تمنا کرنا مذموم ہے۔

تیسری فصل: حسد اور رشک کے اسباب

رشک کا سبَب قابلِ رشک چیز کی محبت ہے۔ اگر اس کا تعلُّق دینی اُمُور سے ہے تو رشک کا سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور اس کی اِطاعت کی چاہت ہے اور اگر دُنیاوی اُمُور سے ہے تو رشک کا سبَب دنیا کی مُباح اَشیاء کی محبت اور ان سے لُطف اَندوز ہونے کی چاہت ہے۔ اگر ہم مذموم حسد میں غور کریں تو اس کے راستے بہت زیادہ ہیں لیکن ان تمام کو سات ابواب میں جمع کیا گیا ہے: (۱) دشمنی (۲) تعزُّز (۳) تکبُّر (۴) تعجُّب (۵) محبوب مقاصد کے فوت ہونے کا خوف (۶) حکومت کی چاہت اور (۷) خُبثِ باطِن اور بخل نفس۔

حسد کے سات اَسباب اور اُن کی تفصیل

ایک شخص جب دوسرے کے پاس نعمت کو ناپسند کرتا ہے تو اس کی ایک وجہ **دشمنی** ہوتی ہے جس کے سبب وہ اس کی بھلائی نہیں چاہتا اور حسد کا یہ سبب صرف ہم پلّہ لوگوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کبھی ادنیٰ شخص بادشاہ سے حسد کرتا ہے اور اس سے زوالِ نعمت کی چاہت کرتا ہے اور وہ بادشاہ سے اس وجہ سے بغض رکھتا ہے کہ اسے یا اس کے محبوب کو بادشاہ کی طرف سے تکلیف پہنچی ہوتی ہے۔ کبھی حسد کا سبب یہ ہوتا ہے کہ حاسد جانتا ہے کہ صاحبِ نعمت اپنی نعمت کے ذریعے اس پر تکبر کرے گا اور وہ عزتِ نفس کی خاطر اس کے تکبر اور بڑائی

---

1 ...صاحبِ اتحاف علامہ سیّد محمد بن محمد مرتضٰی زَبیدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: دُرُست یہ ہے کہ یوں کہا جائے: تیسرا مرتبہ دوسرے کے مقابلے میں ہلکا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۹/ ۵۰۳)

2 ...اِحیاء کے نسخوں میں دوسرے مرتبے کا ذکر ہے لیکن صاحبِ اتحاف علامہ سیّد محمد بن محمد مرتضٰی زَبیدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یہاں چوتھا مرتبہ کہنا زیادہ اولیٰ ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۹/ ۵۰۳)

www.dawateislami.net

کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، لہٰذا وہ حسد کرنے لگتا ہے، **تعزُّز** کے سبب حسد ہونے سے یہی مراد ہے۔ کبھی حسد کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جس سے حسد ہوتا ہے طبیعت اس پر بڑائی حاصل کرنے کی خواہش رکھتی ہے لیکن اس کا نعمتوں سے مالا مال ہونا راستے میں رکاوٹ بن جاتا ہے، **تکبُّر** کے سبب حسد ہونے سے یہی مراد ہے۔ بعض اوقات کوئی شخص عظیم نعمت اور بڑے منصب کا مالک ہوتا ہے اور حاسد اس بات پر حیران ہوتا ہے کہ اتنی بڑی نعمت فلاں کو کیسے ملی لہٰذا وہ حسد کا شکار ہو جاتا ہے، **تعجُّب** کی وجہ سے حسد سے یہی مراد ہے۔ کبھی انسان کو دوسرے کی نعمتوں کے سبب اپنے **مَقاصِد کے فوت ہونے یا اپنی اَغراض کی تکمیل میں دشواری کا خوف** ہوتا ہے لہٰذا یہ اس کے حسد کا سبب بن جاتا ہے۔ کبھی حسد کا سبب **حکومت کی چاہت** ہوتی ہے کہ وہ چاہتا ہے اسے ایسی نعمتِ حکومت ملے جس میں کوئی اس کا ہم پلہ نہ ہو۔ کبھی حسد کا سبب ان اسباب میں سے کوئی نہیں ہوتا بلکہ انسان اپنی باطنی خباثت اور بخل کے باعث حسد کرتا ہے۔ ان اسباب کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

(1)... دشمنی اور بُغض و عداوت:

حسد کا یہ سبب تمام اسباب میں زیادہ سخت ہے۔ جب کسی شخص کو کسی بھی سبب سے اَذِیَّت دی جائے یا اس کے مقاصد کی راہ میں رکاوٹ ڈالی جائے تو وہ اذیت پہنچانے والے یا مقاصد کی راہ میں رُکاوَٹ ڈالنے والے کے لئے دل میں بغض رکھتا ہے اور اس پر غضبناک ہوتا ہے نیز اپنے دل میں اس کے لئے کینہ رکھتا ہے اور کینہ اسے بدلہ اور انتقام لینے پر اکساتا ہے، اب اگر خود انتقام لینے سے عاجز ہو تو چاہتا ہے کہ زمانہ ہی اس سے انتقام لے لے اور اگر ایسا ہو جائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اسے اپنی بزرگی خیال کرتا ہے۔ جب جب دشمن کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو حاسد خوش ہو جاتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس کی زیادتی کا بدلہ ہے اور اگر دشمن کو کوئی نعمت مل جائے تو جلنے لگتا ہے کیونکہ یہ اس کی مراد کے خلاف ہوتا ہے اور بسا اوقات وہ اس سوچ میں بھی پڑ جاتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں میرا کوئی مقام نہیں کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے میرے دشمن سے بدلہ نہیں لیا بلکہ اس پر انعام فرمایا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حسد دشمنی و بغض و عَداوَت کو لازِم ہے، لہٰذا تقوٰی اِختیار کرتے ہوئے بغض

www.dawateislami.net

وعداوت میں حد سے نہ بڑھے اور دل میں اسے ناپسندیدہ جانے۔ بہر حال کسی انسان سے بغض ہو اور پھر اس کی خوشی وغم کو ایک ہی نظر سے دیکھا جائے یہ ناممکن ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کفار کی یہ خرابی بیان فرمائی کہ وہ عداوت کی وجہ سے حسد کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَا (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۱۹، ۱۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصہ سے تم فرما دو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن (قلبی جلن) میں اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُرا لگے اور تم کو کوئی برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں۔

اسی طرح ایک مقام پر اشاد فرمایا:

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اُن کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے بَیر (بغض) ان کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔

بغض وعداوت کی وجہ سے حسد بسا اوقات لڑائی جھگڑے اور باہمی قتال تک لے جاتا ہے اور تمام عمر محسود (یعنی جس سے حسد کیا جائے اس) کی نعمتوں کو ضائع کرنے کی تدبیروں اور اس کی پردہ دری وغیرہ میں صرف ہو جاتی ہے۔

(2)... تعزُّز:

تعزُّز یہ ہے کہ خود پر دوسرے کی برتری کو برداشت نہ کرنا، اس سے بھی حسد پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً اس کے برابر حیثیت رکھنے والے شخص کو حکومت یا علم یا مال وغیرہ ملتا ہے تو اسے ڈر ہوتا ہے کہ وہ اس وجہ سے بڑائی کا اظہار کرے گا جبکہ حاسد کو اس کی بڑائی برداشت نہیں اور اس کا نفس چاہتا ہے کہ کوئی اس پر فخر نہ کرے۔ ایسا کرنے سے حاسد کی غرض اپنی بڑائی کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ محسود کے تکبر کو دور کرنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حاسد بسا اوقات اس کے ساتھ برابری پر بھی راضی ہو جاتا ہے لیکن اس کی ترقی پر خوش نہیں ہوتا۔

www.dawateislami.net

﴿3﴾ ... تکبُّر:

تکبُّر یہ ہے کہ انسان فطرتاً دوسرے پر خود کو بڑا سمجھے اور دوسرے کو ذلیل وحقیر خیال کرے اور یہ خواہش کرے کہ دوسرا اس کی خدمت کرے اور اس کے سامنے بچھا رہے نیز اس کے مقاصد کو پورا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس دوسرے شخص کو نعمت ملتی ہے تو متکبر کو ڈر ہوتا ہے کہ اب وہ میری بات نہیں سنے گا یا میری برابری کا دعوٰی کرے گا یا مجھ سے بلند مرتبہ ہو جائے گا اور پھر مجھ پر تکبر کرے گا جبکہ پہلے میں اس پر تکبر کرتا تھا۔ کفار کا پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے حسد کرنا ان ہی دو سببوں یعنی تعزُّز اور تکبر کے باعث تھا کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ایک (دُرِّ یتیم) بچہ کس طرح ہم سے آگے بڑھ سکتا ہے؟ اور ہم کیونکر اس کے سامنے اپنے سر جھکا لیں؟ چنانچہ قرآن کریم نے ان کے قول کو اس طرح بیان کیا:

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ﴿۳۱﴾ (پ ۲۵، الزخرف: ۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عظیم شَخْصِیَّت ہوتی تو اس کے لئے جھکنا اور اس کی پیروی کرنا ہمارے لئے مشکل نہ ہوتا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قریش کا قول بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا ؕ (پ ۷، الانعام: ۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کہیں کیا یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہم میں سے۔

انہوں نے مسلمانوں کو حقیر جانتے ہوئے اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔

﴿4﴾ ... تَعَجُّب:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پچھلی امتوں کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے (اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام سے) کہا:

مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ (پ ۲۲، یٰسٓ: ۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی۔

نیز انہوں نے یہ بھی کہا:

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا (پ ۱۸، المؤمنون: ۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر۔

یونہی بعض کُفّار نے اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی نسبت اپنی قوم کے لوگوں سے کہا:

وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۳۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔

انہوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان جیسا ایک آدمی رسالت، وحی اور قربِ خداوندی کے دَرَجے پر کیسے فائز ہو سکتا ہے، لہٰذا انہوں نے حسد کیا اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے اس خوف سے نُبُوّت کا زوال چاہا کہ جو شخص تخلیق میں ان کی مثل ہے ان پر فضیلت حاصل نہ کر سکے۔ تکبُّر کے ارادے، حکومت کی طَلَب اور سابقہ عداوت یا کسی دوسرے سبب کے باعث انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ انہوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا:

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا۔

اور کہنے لگے:

لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ (پ۱۹، الفرقان: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ (پ۸، الاعراف: ۶۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کیا تمہیں اس کا اچنبھا (تعجب) ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں کے ایک مرد کی معرفت۔

(5)... مقاصد کا فوت ہونا:

یہ سبب ہر ان دو افراد کے ساتھ خاص ہے جو ایک مقصود پر جھگڑتے ہیں، ان میں سے ہر ایک دوسرے کی ہر اس نعمت میں حسد کرتا ہے جو انفرادی طور پر اس کے مقصد میں مدد گار ہوتی ہے۔ سوتنوں کا حسد بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ وہ زَوجِیَّت کے مقاصد میں ایک دوسرے سے جھگڑتی ہیں، یونہی بھائیوں کا حسد کہ وہ والدین کے دل میں جگہ بنانے کے لئے ایک دوسرے سے مُزاحمَت کرتے ہیں تاکہ مال وجاہ حاصل ہو۔ اسی طرح شاگردوں کا استاد کے دل میں مقام حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے حسد کرنا۔ درباریوں کا بادشاہ کے دل میں جگہ پانے کے لئے ایک دوسرے سے حسد کرنا۔ اسی طرح ایک ہی شہر

www.dawateislami.net

کے واعِظین کا حسد کہ ان کی غرض لوگوں کے درمیان مقبولیت حاصل کر کے مال حاصل کرنا ہوتی ہے اور اسی طرح علما کا باہم حسد کرنا کہ وہ بعض مشہور فُقہا کے ہاں مرتبہ حاصل کرنے کے لئے جھگڑتے ہیں تاکہ وہ ان تک پہنچ کر اپنے مقاصد حاصل کریں۔

﴿6﴾... حُکومت کی خواہش:

حکومت کی خواہش اور منصب کی چاہت ہو اس کے علاوہ کوئی مقصد نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص چاہتا ہے کہ کسی فن میں بے مثل ہو جائے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اس پر اپنی تعریف سننے کی چاہت غالب ہو اور وہ یہ سننے پر خوش ہو کہ اسے اپنے فن میں یکتائے زمانہ کہا جائے اور کوئی اس کا مثل نہ ہو۔ کیونکہ اگر وہ سنے کہ دنیا کے دور دراز علاقے میں بھی کوئی اس کا ہم مثل ہے تو یہ بات اسے بُری معلوم ہو اور وہ شخص شریک کی موت یا کم از کم اس سے نعمت کا زوال چاہے گا۔ مثلاً: شُجاعت، عِلْم، عبادت، ہنر، حسن اور مالداری وغیرہ میں یکتا ہونا اور اس کے سبب خوش ہونا۔ اس سبب میں نہ عداوت کار فرما ہوتی ہے، نہ تعزُّز، نہ محسود پر تکبُّر اور نہ مقاصد کے فوت ہونے کا خوف بلکہ صرف یہ سبب کار فرما ہوتا ہے کہ وہ حکومت میں منفرد ہو۔

علما کا لوگوں کے دلوں میں جگہ بنانے کے لئے جاہ و مرتبہ کی چاہت کرنا اس سے الگ ہے کیونکہ ان کے مقاصد حکومت و ریاست کے حصول سے علاوہ ہیں۔ اس سبب کی مثال علمائے یہود کا تاجدارِ انبیا، محبوبِ کبریا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پہچان سے انکار کرنا اور آپ پر ایمان نہ لانا ہے کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ اس طرح وہ اپنی سرداری سے محروم ہو جائیں گے اور ان کا علم منسوخ ہو جائے گا۔

﴿7﴾... باطنی خباثت اور بخل:

باطنی خباثت اور بھلائی کے کاموں میں بخیل ہونا بھی حسد کا ایک سبب ہے۔ آپ کو ایسے لوگ بھی نظر آئیں گے جنہیں حکومت، تکبر اور مال سے کوئی سروکار نہیں ہوتا لیکن جب ان کے سامنے کسی بندۂ خدا پر خدا عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کا ذکر کیا جائے تو انہیں بوجھ محسوس ہو گا اور جب ان کے سامنے لوگوں کی خستہ حالی، تنزُّلی، تنگ زندگی اور محرومی کو بیان کیا جائے تو وہ خوش ہوں گے۔ ایسے لوگ ہمیشہ دوسروں کے نقصان کو پسند کرتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں پر جو انعام فرمایا ہے اس سے بخل کرتے ہیں گویا وہ ان کی ملکیت و خزانے سے لے

www.dawateislami.net

رہے ہوں۔ کہا گیا ہے کہ ”بخیل وہ ہے جو اپنے مال میں کنجوسی کرے اور شَحِیح وہ ہے جو دوسرے کے مال میں بخل کرے“ ایسے لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے انعام یافتہ بندوں سے بخل کرتے ہیں حالانکہ اِن کے اور اُن کے مابین نہ کوئی دشمنی ہے نہ کوئی رابطہ۔ اس حسد کا کوئی ظاہری سبب نہیں بس باطنی خباثت اور طبعی کمینگی ہے جو ان کی عادت بن چکی ہے وہی حسد کا سبب ہے۔ اس کا علاج بہت مشکل ہے کیونکہ حسد کے بقیہ اسباب عارضی ہیں اور انہیں ختم کرنا آسان معلوم ہوتا ہے جبکہ یہ باطنی و فطری خباثت ہے کسی عارضی سبب سے نہیں، لہٰذا اسے دور کرنا کافی مشکل ہے کیونکہ جو چیز عادت بن جائے اس کا ازالہ تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

یہ حسد کے اسباب ہیں۔ کبھی بعض، کبھی اکثر اور کبھی تمام کے تمام ایک ہی شخص میں پائے جاتے ہیں، اس وقت اس کا حسد بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے اور وہ اس کو چھپانے اور بظاہر حسن سلوک کرنے سے بھی عاجز آجاتا ہے بلکہ حسن سلوک کے پردے چاک ہو جاتے اور دشمنی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ اکثر حاسدین میں یہ تمام اسباب ہی پائے جاتے ہیں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی میں صرف ایک ہی سبب پایا جائے۔

چوتھی فصل: دوسروں کے مقابلے میں دوستوں اور ذوی الارحام سے حسد زیادہ ہونے کی وجہ

یاد رکھیں! حسد ان لوگوں میں زیادہ ہوتا ہے جن میں مذکورہ اسباب زیادہ ہوتے ہیں اور ان لوگوں میں تو بہت زیادہ پایا جاتا ہے جن کی آپس میں وابستگی ہو اور مذکورہ اسباب بیک وقت ان میں پائے جائیں۔ اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ ایک شخص اس لئے حسد کرتا ہو کہ اسے دوسرے کا اپنے لئے بڑائی بیان کرنا پسند نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ خود متکبر ہو یا پھر دوسرے سے دشمنی کی وجہ سے حسد کرتا ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور سبب ہو۔

حسد کے اسباب ان لوگوں کے درمیان زیادہ ہوتے ہیں جن کے درمیان باہمی روابط ہوتے ہیں اور ان رَوابِط کے باعث وہ مجالس میں اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے اَغراض وابستہ ہوتی ہیں۔ جب ان میں سے کوئی کسی غرض میں دوسرے کی مخالفت کرتا ہے تو اُس سے طَبْعِی طور پر نفرت ہو جاتی ہے اور وہ اس سے بغض رکھتا ہے نیز اس کے دل میں کینہ پیدا ہو جاتا ہے، اس وقت وہ اسے ذلیل سمجھتا ہے اور تکبر کا اظہار کرتا ہے اور چونکہ اس نے اس کی کسی غرض کی مخالفت کی ہے، لہٰذا وہ اس سے انتقام لینا چاہتا ہے اور اسے اس کے

www.dawateislami.net

مقصد تک پہنچانے والی ہر نعمت کو ناپسند کرتا ہے۔ پھر جہاں ایک سبب پیدا ہوتا ہے وہاں دوسرے اسباب خود ہی پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

حسد کن لوگوں میں زیادہ ہوتا ہے؟

دو مختلف شہروں میں رہنے والے دو آدمیوں کے درمیان چونکہ رابطہ نہیں ہوتا اس لئے ان کے مابین حسد نہیں ہوتا، اسی طرح دو مختلف مقامات پر رہنے والوں کے درمیان بھی حسد نہیں ہوتا۔

ہاں! جب کوئی بھی دو انسان مکان یا بازار یا مدرسے یا مسجد میں ایک دوسرے کے پڑوسی بنیں اور ایک جیسے مقاصد رکھیں جو دونوں میں مشترک ہوں تو وہ مقاصد کے سلسلے میں ایک دوسرے سے اِعْراض کریں گے جس کے نتیجے میں ان کے درمیان نفرت اور بغض پیدا ہوگا اور حسد کے دوسرے اسباب جنم لیں گے۔ اسی وجہ سے آپ دیکھیں کہ ایک عالم عابد سے نہیں بلکہ دوسرے عالم سے حسد کرتا ہے اور عابد عالم کے بجائے دوسرے عابد سے حسد کرتا ہے۔ اسی طرح تاجر، تاجر سے اور موچی کپڑا بیچنے والے سے نہیں بلکہ موچی سے حسد کرتا ہے، البتہ پیشے کی شرکت کے علاوہ حسد کا کوئی دوسرا سبب بھی ہو سکتا ہے جس کے باعث وہ حسد کرتا ہو تو یہ الگ بات ہے کیونکہ کپڑے بیچنے والے کا مقصد موچی کے مقصد کے علاوہ ہوتا اس لئے وہ ایک دوسرے سے مقابلہ نہیں کرتے۔ کپڑے بیچنے والے کا مقصد مال کا حصول ہے اور اس کے لئے زیادہ خریداروں کی ضرورت ہوتی ہے البتہ دوسرا کپڑا فروش اس سے مزاحمت کرتا ہے کیونکہ کپڑا فروش کا حریف موچی نہیں بلکہ کپڑا فروش ہی ہوتا ہے۔ پھر کپڑے کا جو تاجر اس کا پڑوسی ہے اس سے مزاحمت زیادہ ہوتی ہے بمقابلہ اس کپڑا فروش کے جو بازار کے دوسرے کَنارے پر ہے۔ معلوم ہوا کہ پڑوسی سے حسد زیادہ کیا جاتا ہے۔ انسان دوسروں کی نسبت اپنے بھائی اور چچازاد سے زیادہ حسد کرتا ہے اور عورت اپنی سوتن اور خاوند کی لونڈی سے جتنا حسد کرتی ہے اس قدر حسد خاوند کی ماں اور اس کی بیٹی سے نہیں کرتی۔

اسی طرح بہادر شخص بہادر ہی سے حسد کرتا ہے عالم سے نہیں کرتا کیونکہ وہ اپنی شجاعت کا تَذکِرہ اور شُہرت چاہتا ہے نیز وہ چاہتا ہے کہ وہ اس وصف میں اکیلا ہو اور عالم کا اس سلسلے میں اس سے کوئی مقابلہ نہیں۔ اسی طرح عالم، عالم سے حسد کرتا ہے کسی پہلوان سے نہیں اور واعظ جس قدر دوسرے واعظ سے حسد کرتا ہے

www.dawateislami.net

اس قدر کسی فقیہ یا طبیب سے حسد نہیں کرتا کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک مقصد پر جھگڑا ہوتا ہے۔

ان حسدوں کی اصل وجہ دشمنی ہے اور دشمنی کی بنیاد ان کا باہم ایک مقصد پر جمع ہونا ہے اور ایک غرض پر باہم مزاحمت ان ہی لوگوں کے درمیان ہوتی ہے جن میں مناسبت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے درمیان حسد زیادہ ہوتا ہے۔ ہاں جو شخص جاہ و مرتبے کی حرص زیادہ رکھتا ہو اور اطرافِ عالَم میں شہرت کا طالب ہو تو وہ دنیا کے ہر اس آدمی سے حسد کرے گا جو اس کے ساتھ اس وصف میں مقابلہ کرے اگرچہ وہ اس سے کوسوں میل دور ہو۔

غرض ان تمام باتوں کی بنیاد محبتِ دنیا ہے کیونکہ دنیا ہی وہ چیز ہے جو دو مزاحمت کرنے والوں پر تنگ ہوتی ہے اور جہاں تک آخرت کا تعلق ہے تو اس میں کوئی تنگی نہیں۔ آخرت کی مثال نعمتِ علم جیسی ہے، جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت چاہتا ہے نیز اس کی صفات، فرشتوں، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کی معرفت کا خواہش مند ہے وہ کسی سے حسد نہیں کرتا کیونکہ عارِفین کے درمیان معرفت میں کوئی تنگی نہیں ہوتی بلکہ ایک بات کا جسے علم حاصل ہوتا ہے اسے لاکھوں عالم جانتے ہیں اور وہ اس کی معرفت سے خوش ہوتے اور اس سے لذت حاصل کرتے ہیں، ایک کی وجہ سے دوسرے کی لذت میں کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ جس قدر عارفین زیادہ ہوتے ہیں اسی قدر اُنس و محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اِفادہ واِستفادہ بڑھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے دین ایک دوسرے سے حسد نہیں کرتے کیونکہ ان کا مقصد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت ہے اور معرفتِ الٰہی نہایت وسیع سمندر ہے جس میں تنگی نہیں اور ان کی غرض اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مقام حاصل کرنا ہے اور اس میں بھی کوئی تنگی نہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سب سے زیادہ خوبصورت نعمت اس کی ملاقات سے لطف اندوز ہونا ہے اور اس میں کوئی ممانعت اور مزاحمت نہیں ہے اور ایک کا دیکھنا دوسرے کے دیکھنے میں رکاوٹ نہیں بنتا بلکہ ان کی کثرت سے اُنس و محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

علما کب حسد کرتے ہیں؟

ہاں جب علما، علم کے ذریعے مال اور مرتبہ حاصل کرنا چاہیں تو وہ ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں کیونکہ مال ایک ٹھوس چیز ہے جب وہ ایک کے ہاتھ میں جاتی ہے تو دوسرا اس سے خالی ہو جاتا ہے اور مرتبے سے مراد دلوں کا مالک بننا ہے اور جب ایک شخص کا دل کسی ایک عالم کی تعظیم سے لبریز ہوتا ہے تو وہ

www.dawateislami.net

دوسرے کی تعظیم سے پھر جاتا ہے یا اس میں کچھ نہ کچھ کمی آجاتی ہے اور یہی بات باہمی حسد کا باعث بنتی ہے جبکہ اگر ایک انسان کا دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کی خوشی سے بھر جائے تو وہ دوسرے آدمی کے دل کے بھرنے میں رکاوٹ نہیں بنتا بلکہ وہ اس کے باعث خوش ہوتا ہے۔

علم اور مال میں فرق:

علم اور مال میں فرق یہ ہے کہ مال اس وقت تک کسی کے ہاتھ میں نہیں آتا جب تک وہ ایک کے ہاتھ سے نکل نہ جائے جبکہ علم عالم کے دل میں محفوظ ہوتا ہے اور اس کے سکھانے سے دوسرے کے دل میں چلا جاتا ہے اور اس کے دل سے بھی نہیں نکلتا۔

عارفین کسی سے حسد نہیں کرتے:

مال ایک جسم رکھنے والی ٹھوس چیز ہے جو ایک حد پر جا کر ختم ہو جاتا ہے جیسے اگر کوئی شخص زمین کی تمام اشیاء کا مالک بن جائے تو کوئی چیز ایسی باقی نہیں بچے گی جس کا مالک دوسرا شخص بن سکے جبکہ علم کی کوئی انتہا نہیں اور نہ اس کو گھیرنے کا تصور کیا جاسکتا ہے جو شخص اپنے نفس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جلال و عظمت اور زمین و آسمان کی سلطنت میں غور و فکر کا عادی بناتا ہے تو اسے اس میں ہر نعمت سے بڑھ کر لذت حاصل ہوتی ہے، نہ اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ بنتا ہے اور نہ کوئی اس سے مزاحمت کرتا ہے اور اس کے دل میں مخلوق میں سے کسی شخص کے لئے حسد نہیں ہوتا کیونکہ اگر دوسرے لوگوں کو بھی اس کی طرح معرفتِ خداوندی حاصل ہو جائے تو اس کی لذّت میں کمی نہیں آتی بلکہ اس کو اُنس و محبت کی وجہ سے زیادہ لذت حاصل ہو گی، لہٰذا ان لوگوں کو مَلَکُوت کے مُطالَعَہ کی وجہ سے جو دائمی لذّت حاصل ہوتی ہے وہ اس لذت سے بھی زیادہ عظیم ہوتی ہے جو جنت کے درختوں اور باغات کو ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کے ذریعے حاصل ہوتی ہے کیونکہ عارف کی نعمت اور جنت معرفت ہی ہے جو اس کی ذات کی صفت ہے اور زوال سے محفوظ ہے۔ عارف ہمیشہ اس کا پھل چُنتا ہے اور اپنی روح اور دل کے ذریعے اپنے علم کے پھل سے لطف اندوز ہوتا ہے اور یہ پھل ختم ہونے والا نہیں اور نہ اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ ہے بلکہ اس کے میوے قریب ہیں۔ اگر عارف کی ظاہری آنکھ بند بھی ہو پھر بھی اس کی روح جنتِ اعلیٰ میں نفع حاصل کرتی ہے، اگر عارفین کی کثرت بھی ہو جائے پھر بھی وہ ایک

www.dawateislami.net

دوسرے سے حسد نہیں کرتے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کی طرح ہوتے ہیں:

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ (پ۱۴، الحجر: ۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لئے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔

ان کا یہ حال تو دنیا کی زندگی کا ہے اور جب آخرت میں پردہ اٹھالیا جائے گا اور وہ محبوب پروردگار کا دیدار کریں گے تو اس وقت ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں ایک دوسرے سے حسد کا تصوُّر نہیں ہوگا اور جنتی دنیا میں بھی ایک دوسرے سے حسد نہیں کرتے کیونکہ جنت میں نہ تو کسی قسم کی تنگی ہے اور نہ کسی چیز کے حصول میں کوئی رکاوٹ ہے اور جنت کا حصول اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں اور جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل ہو وہ دنیا میں کسی سے مزاحمت نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ اہل جنت دنیا اور آخرت دونوں میں حسد سے محفوظ ہیں بلکہ حسد تو ان لوگوں کا وصف ہے جو جنت کی وُسعتوں سے دور ہو کر جہنّم کی تنگی کے قریب ہو گئے اسی وجہ سے شیطان کو لَعین (یعنی رحمت الٰہی سے دور) کہا جاتا ہے۔ اس کی صفات میں ذکر کیا گیا کہ اس نے حضرت سیِّدُنا آدم صَفِیُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حسد کیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کو اپنا مُنتخَب بندہ کیوں بنایا اور جب اسے سجدے کی طرف بلایا گیا تو اس نے تکبُّر کیا، انکار کیا اور سرکشی کرتے ہوئے نافرمان ہوا۔

ایسی نعمت طلب کرو جس میں مزاحمت نہ ہو:

تم نے جان لیا کہ حسد اسی صورت میں ہوگا جب ایک مقصود ہو جو تمام کو کفایت نہ کرتا ہو، یہی وجہ ہے کہ تم لوگوں کو آسمان کی زینت کی طرف دیکھنے میں حسد کرتا ہوا نہیں دیکھو گے جب کہ وہ باغوں کو دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں کیونکہ یہ زمین کے ایک چھوٹے سے حصے میں ہوتے ہیں اور آسمان کے مقابلے میں تمام زمین کچھ بھی نہیں کیونکہ آسمان اس قدر وسیع ہے کہ اسے تمام نگاہیں دیکھ سکتی ہیں اس لئے اس میں نہ تو مزاحمت ہے اور نہ ہی کسی قسم کا حسد، لہٰذا اگر تم بصیرت رکھتے ہو اور اپنے نفس پر شفیق ہو تو ایسی نعمت طلب کرو جس میں کسی قسم کی مزاحمت نہ ہو اور ایسی لذت ہو جس میں کوئی گدلا پن نہ ہو اور دنیا میں یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات اور اس کی صفات وافعال نیز زمین وآسمان کی بادشاہی کی

www.dawateislami.net

معرفت حاصل ہو اور آخرت میں بھی اس کا حصول اسی معرفت کے ذریعے ہو گا۔ اگر تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کی رغبت نہیں اور نہ ہی تم اس کی لذت پاتے ہو تو تمہاری رائے کمزور اور رغبت ضعیف ہے، تم اس سلسلے میں معذور ہو کیونکہ نامرد آدمی کو جماع کی لذت سے کوئی سروکار نہیں اور بچہ بادشاہی کی لذت کا شوق نہیں رکھتا ان لذتوں کا ادراک بالغ مردوں کو ہی ہوتا ہے بچوں اور نامَردوں کو نہیں، اسی طرح لذتِ معرفت بھی مردوں کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (پ۱۸، النور: ۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے۔

عارفین کے سوا لذتِ معرفت کا شوق کسی کو نہیں ہوتا کیونکہ شوق تو چکھنے کے بعد ہوتا ہے اور جس نے چکھا ہی نہیں اسے معرفت بھی نہیں اور جسے معرفت نہیں اسے شوق نہیں اور جسے شوق نہ ہو وہ طلب نہیں کرتا اور جو طلب نہ کرے وہ پاتا بھی نہیں اور جو پاتا نہیں وہ محروم لوگوں کے ساتھ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ﴿۳۶﴾ (پ۲۵، الزخرف: ۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے رَتُوند (اندھاپنا) آئے رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے۔

پانچویں فصل: حسد کی بیماری کو دل سے دُور کرنے کی دوا

حسد دل کے بڑے اَمراض میں سے ہے اور قلبی اَمراض کا علاج علم و عمل کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

علم کے ذریعے حسد کا علاج:

حسد کے مرض کے لئے علم نافع یہ ہے کہ تم یہ بات جان لو کہ حسد تمہارے دین اور دنیا دونوں کے لئے نقصان دہ ہے جبکہ جس سے حسد کیا جائے اس کے دین و دنیا کو کوئی نقصان نہیں دیتا بلکہ دونوں میں فائدہ ہی دیتا ہے۔ جب تم دانائی کے ساتھ یہ بات جان لوگے اور اپنے نفس کے دشمن اور اپنے دشمن کے دوست نہیں بنو گے تو تم یقیناً حسد سے گریز کرو گے۔

حسد کا دینی ضرر:

حسد کا دینی ضرر یہ ہے کہ تم اس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی مول لیتے ہو اور ان نعمتوں پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہو جو اس نے اپنے بندوں پر کی ہیں اور اس کے عدل وانصاف پر انگلی اٹھاتے ہو جو اس نے اپنی مملکت میں مخفی حکمتوں کے ذریعے قائم کیا ہے، توحید وایمان کی حدود میں یہ ایک سنگین جرم ہے۔ اس کے علاوہ تم نے ایک مسلمان کو دھوکہ دیا ہے اور اس کی خیر خواہی کو چھوڑ دیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے انبیائے کرام اور اولیائے عظام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی راہ سے علیحدگی اختیار کی حالانکہ یہ مخلوقِ خدا کے لئے بھلائی کے طلبگار ہوتے ہیں اور تم شیطان اور کفار کے ساتھ مل گئے جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان مصیبتوں کا شکار ہوں اور ان سے نعمتیں زائل ہوں۔ دل میں موجود حسد کی یہ خباثتیں نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہیں جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اور نیکیوں کو اس طرح مٹا دیتی ہیں جس طرح رات دن کو مٹا دیتی ہے۔

حسد کا دُنیاوی ضرر:

تمہیں دنیا میں حسد کا یہ نقصان اٹھانا پڑے گا کہ حسد کی وجہ سے تکلیف وعذاب میں رہو گے اور ہمیشہ رنج وغم میں مبتلا رہو گے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے دشمنوں کو جو نعمت عطا فرمائی ہے وہ ان سے واپس نہیں لے گا اور تم جب بھی ان پر کوئی انعام دیکھو گے جلو گے اور ان سے دور ہونے والی ہر مصیبت تمہیں غمگین کر دے گی یوں تم پریشان دل اور سینہ تنگ لئے مغموم ومحروم رہو گے۔ یقیناً اب تم ایسی بلا میں گرفتار ہو گئے ہو جو تم دشمن کے لئے اور دشمن تمہارے لئے پسند کرتے تھے اور جس بلا ومصیبت میں تم دشمن کو دیکھنا چاہتے تھے اب وہ فوراً ہی تمہارے گلے آپڑی ہے جبکہ تمہارے حسد کی وجہ سے تمہارے دشمن کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔

اگر بالفرض تمہیں قیامت کے دن اٹھنے اور حساب وکتاب پر یقین نہ بھی ہو پھر بھی عقل مندی کا تقاضا ہے کہ تم حسد سے دور رہو کیونکہ اس میں دلی غم اور تکلیف کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا جبکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ حسد کے باعث آخرت میں سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تعجب ہے اس پر جسے دنیا کا نفع بھی حاصل نہ ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی بھی مول لے اس طرح کہ نقصان اٹھائے اور تکلیف برداشت کرے، یوں وہ اپنے دین ودنیا کو تباہ کر دیتا ہے اور ہاتھ بھی کچھ نہیں آتا۔

www.dawateislami.net

جس سے حسد کیا جائے اسے دینی و دنیاوی کوئی ضرر نہیں پہنچتا:

یہ بات واضح ہے کہ محسود (جس سے حسد کیا جائے اس) کو دینی اور دنیاوی طور پر کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ حسد کے سبب کسی سے نعمت زائل نہیں ہوتی بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جو عزت اور نعمت اس کے لئے مقدر فرمائی ہے وہ اپنے مقررہ وقت تک اس کے ساتھ رہے گی اسے دور کرنے کا کوئی حیلہ نہیں بلکہ ہر چیز کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے اور ہر کام کا ایک وقت لکھا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ ربُّ العزت میں ایک ظالم عورت کی شکایت کی جو مخلوق پر حکومت کرتی تھی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو یہاں تک کہ اس کے دن پورے ہو جائیں یعنی جو ہم نے اَزَل میں مُقدَّر کر دیا ہے وہ بدل نہیں سکتا، اب تم صبر کرو یہاں تک کہ اس کی شان و شوکت کی مقررہ مدت پوری ہو جائے۔

معلوم ہوا کہ حسد سے نعمت زائل نہیں ہوتی اور جب زائل نہیں ہوتی تو جس سے حسد کیا جائے اسے حسد سے نہ دنیا میں کوئی نقصان پہنچے گا اور نہ ہی آخرت میں اس پر کوئی گناہ ہو گا۔ شاید تم یہ کہو کہ کاش میرے حسد کی وجہ سے اس سے نعمت زائل ہو جائے تو یہ تمہاری جہالت ہے اور ایک مصیبت ہے جس کی تم اپنے لئے تمنا کر رہے ہو کیونکہ تمہارا بھی کوئی نہ کوئی دشمن ہو گا جو تم سے حسد کرتا ہو گا۔ اگر حسد کی وجہ سے نعمت چلی جاتی تو تمہارے پاس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کوئی نعمت باقی نہ رہتی بلکہ مخلوق میں سے کسی کے پاس بھی نہ رہتی حتّٰی کہ ایمان کی نعمت بھی باقی نہ رہتی کیونکہ کفار، مومنوں سے ان کے ایمان پر حسد کرتے ہیں۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ

ترجمۂ کنزالایمان: بہت کتابیوں نے چاہا کاش تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں اپنے دلوں کی جلن سے۔

(پ۱، البقرۃ: ۱۰۹)

حاسد جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا نہیں ہاں! وہ دوسروں کی گمراہی کا ارادہ رکھنے کے سبب خود گمراہ ہو جاتا ہے کیونکہ کُفر کا ارادہ کرنا بھی کفر ہے لہٰذا جو شخص چاہتا ہے کہ حسد کی وجہ سے فلاں شخص سے نعمت زائل ہو جائے گویا وہ کفار کے حسد کی وجہ سے مومن سے نعمتِ ایمان کو سلب کرنا چاہتا ہے اور یہی معاملہ تمام نعمتوں کا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے حسد کی وجہ سے مخلوق سے نعمت چلی جائے لیکن دوسروں کے حسد

کی وجہ سے تم سے نعمت نہ جائے تو یہ بہت بڑی جہالت اور کم عقلی ہے کیونکہ ہر بیوقوف حاسد یہی چاہتا ہے اور تم بھی اپنے غیر سے بہتر نہیں ہو۔ یہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا احسان ہے کہ حسد کی وجہ سے نعمت زائل نہیں ہوتی تمہیں تو اس پر شکر ادا کرنا چاہئے اور تم ہو کہ اپنی جہالت کی وجہ سے اسے ناپسند کرتے ہو۔

جس سے حسد کیا جائے وہ دنیا و آخرت میں نفع میں ہے:

جس سے حسد کیا جائے اس کا دین و دنیا میں نفع میں ہونا بالکل واضح ہے، جہاں تک دینی نفع کا تعلق ہے تو حسد کے سبب وہ مظلوم ہے خصوصاً جب حسد کرنے والا قول و فعل کے ذریعے حسد کا اظہار کرے مثلاً جب تم غیبت اور اس کی بے عزتی یا کسی اور ذریعے سے اس کو تکلیف پہنچا کر اپنے حسد کو ظاہر کرتے ہو تو ایسی صورت میں تم خود اپنی جانب سے اس کی خدمت میں اپنی نیکیوں کو بطور تحفہ پیش کر رہے ہوتے ہو حتّٰی کہ قیامت کے دن تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملاقات کرو گے کہ تم مفلس و محروم ہو گے جس طرح تم دنیا میں نعمتوں سے محروم رہے۔ گویا تم نے اس سے نعمت کا زوال چاہا لیکن نعمت کا زوال تو درکنار اسے مزید نعمت ملی کہ تمہاری نیکیاں بھی اس کو مل گئیں گویا تم نے اس کی نعمت میں اور اپنی بدبختی میں اِضافہ کیا۔

جہاں تک دنیاوی نَفْع کا تعلق ہے تو وہ اس طرح ہے کہ لوگ اپنے دشمن کی برائی چاہتے ہیں کہ ان کا دشمن سختی، غم اور تکلیف میں مبتلا ہو، عذاب جھیلے اور بدبختی اس کا مقدر ہو، اب حسد سے بڑھ کر حاسد کے لئے کیا تکلیف ہو سکتی ہے؟ اور دشمن کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ خود چین و سکون سے رہے اور تم نے حسد کے سبب غم اور حسرت کی زندگی گزار کر اس تمنا کو پورا کر دیا یہی وجہ ہے کہ تمہارا دشمن تمہاری موت کی تمنا نہیں کرتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تم لمبی زندگی گزارو لیکن ہمیشہ حسد کے عذاب میں مبتلا رہو تاکہ اس کو ملنے والی نعمت کو دیکھ کر تمہارا دل حسد کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اسی لئے کہا گیا ہے:

لَامَاتَ اَعْدَاؤُكَ بَلْ خَلَّدُوْا   حَتّٰى يَرَوْا فِيْكَ الَّذِيْ يَكْمَدُ

لَا زِلْتَ مَحْسُوْدًا عَلٰى نِعْمَةٍ   فَاِنَّمَا الْكَامِلُ مَنْ يُّحْسَدُ

ترجمہ: (۱)... تمہارے دشمن کو موت نہ آئے بلکہ وہ طویل عرصہ زندہ رہے اور تمہیں دیکھ کر رنجیدہ خاطر رہے۔

(۲)... نعمت کے سبب تم سے ہمیشہ حسد کیا جاتا رہے کیونکہ کامل وہی ہوتا ہے جس سے حسد کیا جائے۔

www.dawateislami.net

حاسد شیطان کو خوش کرتا ہے:

تمہارے دشمن کو جتنی خوشی تمہارے غم وحسد پر ہوتی ہے اتنی اپنی نعمت پر بھی نہیں ہوتی اور اگر اسے معلوم ہو جائے کہ تم حسد کی تکلیف اور عذاب سے آزاد ہو گئے ہو تو یہ اس کے لئے بہت بڑی بلا ومصیبت ہو گی۔ پس تمہیں حسد کا جو غم ملا ہوا ہے یہی تمہارے دشمن کی خواہش بھی ہے۔ اب اگر تم ان باتوں پر غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم خود اپنے دشمن ہو اور اپنے دشمن کے دوست ہو کیونکہ تم جو کام کر رہے ہو اس سے تمہیں دنیا وآخرت میں نقصان اور تمہارے دشمن کو دنیا وآخرت میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ تم خالق اور مخلوق کے نزدیک قابل مذمت اور دنیا وآخرت میں بدبخت ہو گئے ہو جبکہ تم چاہو یا نہ چاہو دشمن کو ملنے والی نعمت جوں کی توں باقی ہے۔ تم نے صرف اپنے دشمن کی مراد کو پورا کرنے کی کوتاہی نہیں کی بلکہ اپنے دشمن سے بڑے دشمن شیطان کو بھی خوش کیا ہے کیونکہ جب وہ تمہیں علم، تقویٰ، جاہ ومرتبہ اور اس مال سے محروم دیکھتا ہے جو تمہارے دشمن کے ساتھ خاص ہے تو وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں تم اپنے دشمن کے لئے یہ سب کچھ پسند نہ کرنے لگو کیونکہ اگر ایسا ہو گیا تو تم اس کے ساتھ ثواب میں شریک ہو جائے گے، اس لئے کہ جو شخص مسلمانوں کے لئے بھلائی چاہتا ہے وہ اس بھلائی میں شریک ہوتا ہے اور جو شخص دینی اعتبار سے اکابرین کا درجہ نہیں پا سکتا وہ کم از کم اکابِرین سے محبت کر کے ثواب تو حاصل کر سکتا ہے۔ شیطان لعین کو ڈر ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندے (یعنی تمہارے دشمن) پر جو دین ودنیا کی بہتری انعام فرمائی ہے کہیں تم اسے پسند کر کے کامیاب نہ ہو جاؤ، لہٰذا وہ تمہارے دل میں اس کا بغض ڈالتا ہے تاکہ جس طرح تم اپنے عمل کے سبب اس تک نہیں پہنچ سکے اسی طرح اپنی محبت کے ذریعے بھی اس تک نہ پہنچ سکو۔

بروزِ قیامت کون کس کے ساتھ ہو گا؟

ایک بَدَوِی صحابی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت تو کرتا ہے مگر ان کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا؟ ارشاد فرمایا: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی آدمی جس سے محبت کرتا ہے (روز قیامت) اسی کے ساتھ ہو گا۔"[1]

1... بخاری، کتاب الادب، باب علامۃ حب اللہ... الخ، ۴/۱۴۷، حدیث: ۶۱۶۸

www.dawateislami.net

میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں:

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اَعرابی کھڑا ہوا اور عرض کی: ”یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! قیامت کب قائم ہو گی؟“ ارشاد فرمایا: ”مَا اَعْدَدْتَّ لَهَا؟ یعنی تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟“ اس نے عرض کی: ”اس کے لئے میرے پاس نماز، روزوں کی کثرت تو نہیں ہے البتہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرتا ہوں۔“ ارشاد فرمایا: ”اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ یعنی تو اسی کے ساتھ ہو گا جس سے تجھے محبت ہے۔“[1] حضرت سیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: مسلمانوں کو اسلام لانے کے بعد اس دن جتنی خوشی ہوئی اتنی کبھی نہ ہوئی تھی۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا سب سے بڑا مقصد اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت تھی۔

صحابہ سے پیار ہے تو بیڑا پار ہے:

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ہم تاجدارِ انبیا، محبوبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق اور حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے محبت کرتے ہیں اگرچہ ہمارے اَعمال اُن کے اَعمال کے برابر نہیں لیکن ہم اُمید کرتے ہیں کہ (بروزِ قیامت) اُن کے ساتھ ہوں گے۔

اولیا سے محبت کرنے کا انعام:

حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو نمازیوں سے محبت کرتا ہے لیکن خود (فرائض پر ہی اکتفا کرتا ہے نفل) نماز نہیں پڑھتا؟ روزہ داروں سے محبت کرتا ہے لیکن خود (فرض روزوں کے علاوہ نفل) روزے نہیں رکھتا؟ اسی طرح اور بہت سی اَشیاء کا ذکر کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”هُوَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی وہ اسی کے ساتھ ہو گا جس سے محبت کرتا ہے۔“[2]

1 ... بخاری، کتاب الادب، باب علامة حب اللہ... الخ، ۴/ ۱۴۷، حدیث: ۶۱۷۱

2 ... المتحابین فی اللہ لابن قدامة، ص ۴۸، حدیث: ۷ بتغیر قلیل

www.dawateislami.net

عالِم بنو یا طالِبِ عِلم یا ان سے محبت کرنے والے بنو:

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز سے کہا: کہا جاتا ہے کہ ”اگر تم سے ہو سکے تو عالم بنو، اگر عالِم نہ بن سکو تو طالِبِ علم بنو اور اگر طالِبِ علم بھی نہ بن سکو تو اِن سے محبت کرو اگر محبت نہ کر سکو تو ان سے دشمنی بھی نہ رکھنا۔“ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ سنا تو فرمایا: سُبْحٰنَ اللہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمارے لئے راہ نکالی ہے۔

جنتی تین قسم کے ہیں:

دیکھو شیطان نے تم سے کس طرح حسد کر کے اس محبت کا ثواب ضائع کر دیا پھر اس پر ہی قناعت نہ کی بلکہ تمہارے مسلمان بھائی کو تمہارے نزدیک قابلِ نفرت بھی بنا دیا اور تمہیں اس سے نفرت کرنے پر مجبور کر دیا یہاں تک کہ تم اس کے سبب گناہ گار ہو گئے۔ ممکن ہے عنقریب تمہیں کسی عالِم سے حسد ہو جائے اور تم دین خداوندی میں اس کی خطا کو پسند کرنے لگو اور چاہو کہ اس کی غَلَطی ظاہر ہو تا کہ وہ رسوا ہو اور تم یہ چاہو کہ اس کی زبان بند ہو جائے اور وہ گفتگو نہ کر سکے یا وہ بیمار ہو جائے تا کہ نہ علم سیکھ سکے اور نہ سکھا سکے۔ اب تم ہی بتاؤ کیا اس سے بڑا بھی کوئی گناہ ہو گا؟ کاش! ایسا ہو جائے کہ عالِم کے مرتبے تک نہ پہنچنا تمہیں غمگین کر دے یوں تم گناہ اور عذابِ آخرت سے محفوظ ہو جاؤ کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ ”اَھْلُ الْجَنَّۃِ ثَلَاثَۃٌ اَلْمُحْسِنُ وَالْمُحِبُّ لَہٗ وَالْکَافُّ عَنْہُ یعنی جنتی تین قسم کے ہیں: (۱) نیکی کرنے والا (۲) نیکوکار سے محبت کرنے والا اور (۳) اس سے اَذِیَّت کو دُور کرنے والا۔“

یعنی جو اس سے اَذِیَّت، بغض، حسد اور نفرت کو دور کرے۔ دیکھو کس طرح شیطان نے تمہیں ان تین راستوں سے دُور کر دیا حتّٰی کہ تم ان تینوں میں سے کسی کے اہل بھی نہ رہے۔ یقیناً شیطان کے حسد نے تم میں اپنا کام کر دکھایا جبکہ تمہارے حسد نے تمہارے دشمن کو آنچ بھی نہیں پہنچائی بلکہ اُلٹا تمہیں ہی نقصان اٹھانا پڑا۔

اندھا تیر انداز:

اے حاسد! اگر تجھے بیداری یا خواب میں تیری اپنی صورت دکھائی جائے تَو تُو اپنی صورت کو اس شخص کی طرح دیکھے گا جو اپنے دشمن کی طرف تیر پھینکتا ہے تا کہ اسے قتل کر دے لیکن وہ تیر پلٹ کر خود اسی کی دائیں آنکھ

www.dawateislami.net

میں آکر لگتا ہے اور اس کی آنکھ کو نکال دیتا ہے، یہ دیکھ کر اس کا غصہ بڑھ جاتا ہے اور وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ دوبارہ تیر اندازی کرتا ہے تو وہ تیر پلٹ کر اسی کی دوسری آنکھ میں آلگتا ہے اور اسے بالکل اندھا کر دیتا ہے اب اس کا غصہ اور بڑھتا ہے وہ تیسری مرتبہ تیر پھینکتا ہے تو وہ اس کے سر کی طرف پلٹ کر آتا ہے اور اسے زخمی کر دیتا ہے جب کہ اس کا دشمن ہر حال میں محفوظ رہتا ہے وہ اسے بار بار نشانہ بناتا ہے لیکن ہر بار خود اپنے ہی تیر کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر اس کے دشمن اس کے گرد ہنستے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ حسد کرنے والے کا حال ہے جس کا شیطان بھی مذاق اڑاتا ہے۔ بلکہ دیکھا جائے تو حاسد کا حال اس تیر پھینکنے والے شخص سے بھی برا ہے کیونکہ وہ جو تیر پھینکتا ہے خود اس کی اپنی ہی آنکھوں کی طرف لوٹتا ہے اگر یہ آنکھیں بچ بھی جائیں تو موت کے ساتھ لازماً یہ فنا ہونے والی ہیں جب کہ حاسد تو گناہ کے ساتھ لوٹتا ہے اور گناہ موت سے ختم نہیں ہوتا بلکہ وہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب اور جہنم کی طرف لے جاتا ہے تو دنیا میں اس کی آنکھوں کا چلا جانا آخرت میں آنکھوں کے ساتھ جہنم میں جانے سے بہتر ہے کیونکہ جہنم کے شعلے ان آنکھوں کو نکال دیں گے۔

گناہ سے بچنا بھی نعمت ہے:

دیکھو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حاسد سے کس طرح انتقام لیا کہ حاسد نے جس سے زوالِ نعمت کا ارادہ کیا اس سے تو نعمت نہ گئی لیکن حاسد سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نعمت سلب کر لی کیونکہ گناہ سے بچنا بھی نعمت ہے اسی طرح رنج و غم سے محفوظ ہونا بھی نعمت ہے اور یہ دونوں نعمتیں حسد کے سبب اس سے چلی گئیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان اس کی تصدیق کرتا ہے:

وَلَا یَحِیۡقُ الۡمَکۡرُ السَّیِّیُٔ اِلَّا بِاَہۡلِہٖ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور بُرا داؤں (فریب) اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ (پ۲۲، فاطر: ۴۳)

بسا اوقات حاسد جس چیز کی تمنا دوسرے کے لئے کرتا ہے خود اسی میں مبتلا ہو جاتا ہے مثلاً کبھی دوسرے کو گالی دینا چاہتا ہے لیکن خود گالیاں سننی پڑ جاتی ہیں۔

حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ کے لئے جس چیز کی تمنا کی وہ مجھ پر ہی پڑی، اگر میں ان کے قتل کی تمنا کرتی تو خود قتل ہو جاتی۔

یہ تو صرف حسد کا گناہ ہے اور ان گناہوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کی طرف حسد لے جاتا ہے

www.dawateislami.net

جیسے اِختلاف، انکارِ حق اور دشمنوں سے اِنتقام لینے کے لئے ہاتھ اور زبان کو گمراہیوں میں کھلا چھوڑ دینا۔ یہ وہ بیماریاں ہیں ہے جن کے سبَب پچھلی اُمتیں ہلاک ہوئیں۔

یہ علمی دوائیں ہیں جب انسان صاف ذہن اور حضورِ قلب کے ساتھ ان میں غور و فکر کرتا ہے تو اس کے دل سے حسد کی آگ بجھ جاتی ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ حسد اس کو ہلاکت میں ڈالنے اور اس کے دشمن کو خوش کرنے کا سبب ہے نیز ربّ عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کرتا اور زندگی کو اَجِیرَن بنا دیتا ہے۔

عمل کے ذریعے حسد کا علاج:

عمل کے ذریعے حسد کا علاج یہ ہے کہ آدمی حسد کا مقابلہ کرے، حسد جس قول و فعل کا تقاضا کرے اپنے نفس کو زبردستی اس کے خلاف عمل کرنے پر ابھارے جیسے اگر حسد محسود کے عیب نکالنے پر ابھارے تو حاسد کو چاہئے کہ زبردستی اس کی تعریف کرے اور اگر حسد اسے تکبر کی طرف لے جانا چاہے تو اپنے اوپر عاجزی اور اس سے معذرت کرنے کو لازم کرلے، اگر حسد کا تقاضا ہو کہ اس کو کچھ نہ دے تو پہلے سے زیادہ دے۔ جب وہ زبردستی یہ کام کرے گا اور محسود کو بھی اس کا علم ہو گا تو اس کا دل خوش ہو گا اور وہ اس سے محبت کرے گا اور جب وہ محبت کرنے لگے گا تو جواباً حاسد کو بھی اس سے محبت ہو جائے گی۔ یوں باہمی محبت سے موافقت پیدا ہو گی جو حسد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گی کیونکہ عاجزی، تعریف اور نعمت پر اظہارِ مَسرَّت یہ چیزیں مُنعَم علیہ (یعنی جسے نعمت عطا کی جائے اس) کے دل کو اپنی طرف کھینچتی ہیں جس کی وجہ سے وہ نرمی سے پیش آتا ہے اور احسان کے مقابلے میں احسان کرتا ہے پھر یہ احسان شخص اوّل کی طرف لوٹتا ہے اور اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اب وہ بات جو پہلے تکلف کے طور پر کرتا تھا اس کی عادت بن جاتی ہے اور اب اسے شیطان کا یہ فریب بھی گمراہ نہیں کرتا کہ ”اگر تم سامنے عاجزی سے پیش آؤ گے یا دشمن کی تعریف کرو گے تو وہ تمہیں ڈرپوک، مُنافِق یا لاچار سمجھے گا اور یہ تمہارے لئے نہایت ذلت و رسوائی کا باعث ہے۔“ یہ بات شیطان کا فریب اور دھوکہ ہے، بلکہ دونوں طرف سے اچھا معاملہ تکلُّف کے طور پر ہو یا طَبعی طریقے پر دونوں طرف سے دشمنی کی دیوار کو توڑتا ہے اور حسد کی رغبت کو کم کرتا ہے جس کے باعث دل باہمی محبت و اُلفت کی طرف لوٹ آتے ہیں اور یوں دل حسد کی تکلیف اور بغض کے غم سے آرام پاتا ہے۔

www.dawateislami.net

چھٹی فصل:

دل سے کس قدر حسد کو دور کرنا واجب ہے

جان لو! تکلیف دہ چیز سے طبیعت نفرت کرتی ہے۔ اگر تمہیں کوئی ایذا پہنچائے تو یہ ممکن نہیں کہ تم اس پر ناراضی کا اظہار نہ کرو اور اگر دشمن کو کوئی نعمت ملے تو یہ ممکن نہیں کہ تم اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرو حتّٰی کہ تمہارے نزدیک دشمن کا اچھا اور برا حال برابر ہو جائے بلکہ تم ہمیشہ ان دونوں حالتوں کے درمیان فرق محسوس کرو گے اور شیطان اسی سے فائدہ اٹھا کر تمہیں اس سے حسد پر مجبور کرے گا، اگر تم پر شیطان غالب آ جائے اور قول یا فعل کے ذریعے حسد کے اظہار پر ابھارے حتّٰی کہ تمہارے اختیاری افعال سے حسد ظاہر ہونے لگے تو تم حاسد قرار پاؤ گے اور اسی حسد کے سبب گناہ گار ٹھہرو گے اور اگر اپنے ظاہر کو مکمل طور پر اس سے روک لو لیکن دل سے اس کی نعمت کا زوال چاہو اور اس پر ناپسندیدگی کا اظہار بھی نہ کرو تب بھی تم حاسد قرار پاؤ گے اور گناہ گار ٹھہرو گے کیونکہ حسد دل کی صِفَت ہے فعل کی نہیں۔

حسد دل کی صفت ہے:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا (پ۲۸، الحشر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً (پ۵، النسآء: ۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو تم سب ایک سے ہو جاؤ۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ٘ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُرا لگے اور تم کو برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں۔

جہاں تک فعل کی بات ہے تو وہ غیبت اور جھوٹ ہے جو حسد کے باعث صادر ہوتا ہے بذاتِ خود حسد

www.dawateislami.net

نہیں کیونکہ حسد کا محل دل ہے اعضاء نہیں۔ یہ حسد ایسا گناہ نہیں ہے جو بندے سے معاف کروایا جائے بلکہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جو بندے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہے کیونکہ بندے سے معاف کروانا وہاں ضروری ہوتا ہے جہاں گناہ کا صُدُور ظاہری اعضاء سے ہو۔ اب اگر ظاہری اعضاء سے حسد ظاہر نہ ہو اور دل میں بھی کسی سے زوالِ نعمت کی تمنا نہ ہو اور حسد کی طرف طبیعت کے رجحان کو بھی تم برا خیال کرو تو اس صورت میں تم اپنا فرض پورا کر چکے ہو باقی جو کچھ ہے وہ تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔ جہاں تک طبیعت کی تبدیلی کا تعلق ہے کہ اس کے نزدیک ایذا دینے والا اور احسان کرنے والا دونوں برابر ہو جائیں اور نعمت یا تکلیف میں سے جو کچھ حاصل ہو دونوں صورتوں میں خوشی اور غم برابر ہو تو جب تک طبیعت دنیا کی لذتوں کی طرف مائل ہے ایسا ہونا ممکن نہیں البتہ جب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں اس طرح مُسْتَغْرَق ہو جائے کہ اسے کسی اور شے کا ہوش ہی نہ رہے، دل بھی بندوں کے احوال کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ وہ تمام کو ایک ہی نظر یعنی نگاہِ رحمت سے دیکھے، تمام کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ سمجھے اور ان کے افعال کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خیال کرے اور اس بات کا یقین رکھے کہ تمام کے تمام تابع قدرت ہیں۔ لیکن یہ حالت بجلی کی چمک کی طرح ہوتی ہے، دائمی نہیں ہوتی اس کے بعد دل اپنی طبعی حالت کی طرف واپس لوٹ آتا ہے اور دشمن یعنی شیطان اسے ورغلانے اور اس کے دل میں وسوسے ڈالنے لگتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ شیطان کا مقابلہ کرتے ہوئے شیطان کی ان حرکتوں کو برا خیال کرے اور اپنے دل کو اسی حالت پر برقرار رکھے تو یقیناً اس نے اس چیز کا حق ادا کر دیا جس کا اسے مکَلَّف بنایا گیا تھا۔

بعض علما یہ کہتے ہیں جب تک ظاہری اعضاء سے حسد ظاہر نہ ہو اس وقت تک کوئی گناہ نہیں جیسے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے حسد کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اسے پوشیدہ رکھو جب تک ظاہر نہیں کرو گے تمہیں نقصان نہیں دے گا۔ ان ہی سے ایک حدیث موقوف اور مرفوع دونوں طرح سے مروی ہے کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ثَلَاثَۃٌ لَّا یَخْلُو مِنْهُنَّ الْمُؤْمِنُ وَلَهٗ مِنْهُنَّ مَخْرَجٌ فَمَخْرَجُهٗ مِنَ الْحَسَدِ اَنْ لَّا یَبْغِیْ یعنی تین باتیں ایسی ہیں جن سے مومن خالی نہیں ہوتا اور اس کے لئے ان سے نکلنے کا راستہ ہے تو حسد سے نکلنے کا راستہ یہ ہے کہ وہ حد سے نہ بڑھے۔“ (1)

---

(1) ...المعجم الکبیر، ۳/ ۲۲۸، حدیث: ۳۲۲۷

www.dawateislami.net

بہتر یہ ہے کہ اس حدیث کو اس بات پر محمول کرنا چاہئے جو ہم نے ذکر کی ہے یعنی دین و عقل کے اعتبار سے حسد کو برا خیال کرے اور جس سے حسد کرے اس سے زوالِ نعمت کو ناپسند جانے اور یہ ناپسندیدگی اسے حد سے بڑھنے اور ایذا دینے سے روکے۔ حسد کی مذمت میں جتنی روایات آئی ہیں ان سب کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہر حاسد گناہ گار ہے اور پھر یہ کہ حسد کا تعلق دل سے ہے افعال سے نہیں، لہٰذا جو شخص کسی بھی مسلمان کی برائی چاہے وہ حاسد ہے۔ اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ جس حسد کا تعلق دل سے ہو اور فعل کے ذریعے اس پر عمل نہ ہو تو اس صورت میں گناہ گار ہونے کا معاملہ مختلف فیہ (یعنی فقہا کا اس کے گناہ ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف) ہے مگر جو کچھ آیات و احادیث کے ظاہر اور معنٰی کے اعتبار سے ہم نے ذکر کیا وہ واضح ہے کیونکہ ایک آدمی دوسرے مسلمان کی برائی چاہے اور اس بات کو دل سے بھی بُرا نہ جانے پھر اسے معاف کر دیا جائے تو یہ بات ناممکن سی لگتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمہاری اپنے دشمنوں کے ساتھ تین حالتیں ہیں:

❁...**پہلی حالت:** تم طبیعت کے ہاتھوں مجبور ہو کر دشمن کی برائی چاہو لیکن عقل و دل طبیعت کے اس میلان کو برا جانیں اور نفس حسد پر راضی نہ ہوں بلکہ یہ پسند کریں کہ کسی طرح تم سے یہ حسد کی کیفیت ختم ہو جائے۔ یہ حالت یقیناً معاف ہے کیونکہ اس میں آدمی کے اختیار میں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

❁...**دوسری حالت:** تم دشمن کی برائی چاہو اور اس کی تکلیف پر خوشی کا اظہار کرو چاہے اظہار زبان سے ہو یا دیگر اعضاء سے۔ یہ حسد قطعی طور پر ممنوع ہے۔

❁...**تیسری حالت:** یہ دونوں حالتوں کی درمیانی حالت ہے یعنی تمہارے دل میں حسد ہو اور تمہارا نفس بھی تمہارے حَسد پر ناراض یا مُنکِر نہ ہو لیکن تم اپنے اعضاء کو حسد کی پیروی کرنے سے محفوظ رکھو۔ اس حالت کے بارے میں اختلاف ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ دشمن سے زوال نعمت کی چاہت زیادہ ہو گی تو گناہ بھی زیادہ ہو گا چاہت کمزور ہو گی تو گناہ بھی کم ہو گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے "غصہ، کینہ اور حسد کی مذمت کا بیان" مکمل ہوا

❁ ... ❁ ... ❁ ... ❁ ... ❁

www.dawateislami.net

جاہ و مَنصب اور رِیاکاری کی مَذَمَّت کا بیان

مُقَدَّمہ:

تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جو غیبوں کو خوب جاننے والا، دل کے بھیدوں کا عِلْم رکھنے والا، کبیرہ گناہوں سے در گُزر فرمانے والا، دل کے پردوں میں چھپے عیبوں، پوشیدہ نیتوں اور دل کے رازوں کی خبر رکھنے والا ہے، وہ ان ہی اعمال کو قبول کرتا ہے جو کامل ہونے کے ساتھ ساتھ شرک وریاکاری کی گندگی سے بھی پاک وصاف ہوں، وہ بادشاہت میں یکتا ہے اور وہی ہے جو شرک سے بے نیاز ہے، خوب درود وسلام ہو حضرت محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کے آل واَصحاب پر جو خِیانت اور جھوٹ سے پاک ہیں۔

ہمارے غمخوار آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف ریاکاری کے ساتھ ملی ہوئی مخفی شہوت کا ہے جو اندھیری رات میں صاف چٹان پر چلنے والی سیاہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشِیدہ ہے۔''[1] عام عبادت گزار اور مُتَّقِی لوگ تو ایک طرف، ریاکاری کی آفات پر بڑے بڑے ماہر عُلَما بھی آگاہی حاصل نہ کرسکے۔ ریاکاری نفس کے انتہائی مُہلِک اُمور اور باطنی مکروفریب میں سے ہے، اس میں علما، عبادت گزار اور سَفرِ آخرت کی منزل پر گامزن پکے ارادوں والے بھی مبتلا ہوجاتے ہیں، بعض اوقات وہ مجاہَدات کے ذریعے اپنے نفس پر سختی کرکے اسے خواہشات سے روکتے اور شُبہات سے بچاتے ہیں نیز مختلف عبادات پر اسے زبردستی ابھارتے ہیں۔ یوں ان کے نفس ظاہری اعضا سے متعلق گناہوں سے تو عاجز ہوجاتے ہیں لیکن نیکی اور علم وعمل کے اظہار کے ذریعے راحت کے طلبگار ہوتے ہیں۔ اس مقام پر وہ مجاہَدات کی مَشَقَّت سے چھٹکارا پاکر مخلوق کے ہاں مقبولیت اور ان کی طرف سے اپنی تعظیم وتوقیر کی لذت حاصل کرتے ہیں۔ اس صورت میں ان کا نَفْس اعمالِ صالحہ کی طرف رغبت کرتا ہے اور مخلوق میں ان کے چرچے کا مُتَمَنِّی رہتا ہے، چنانچہ وہ صرف خالق کے مطلع ہونے پر قناعت نہیں کرتا بلکہ لوگوں کے تعریف کرنے پر خوش ہوتا ہے اور اللہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْک کی طرف سے حاصل

---

[1] ...سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الریاء والسمعۃ، ۴/۴۷۱، حدیث: ۴۲۰۵

کنز العمال، کتاب الاخلاق الباب الثانی، فی الاخلاق والافعال المذموۃ، ۳/۱۹۱، حدیث: ۷۵۰۱

www.dawateislami.net

ہونے والی تعریف پر اکتفا نہیں کرتا۔ اس کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ جب لوگوں کو اس بات کا علم ہوگا کہ وہ خواہشات کو چھوڑتا، شکوک وشبہات سے بچتا اور عبادات میں مَشَقَّت برداشت کرتا ہے تو وہ اس کی تعریف میں خوب رَطْبُ اللِّسان ہوں گے، اس کی مَدح سرائی میں مُبالَغہ کریں گے، اسے عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھیں گے، اس کی ملاقات اور زیارت کو باعِثِ بَرَکت سمجھیں گے، اس سے حصولِ بَرَکت اور اس کی دعا میں رغبت رکھیں گے، اس کی رائے پر چلنے کی طَمَع کریں گے، اس کی خدمت کرنے میں سَبقَت اور سلام میں پہل کریں گے، محافل میں اسے بہت زیادہ عزت دیں گے، خرید وفروخت اور معاملات میں اس سے نرمی برتیں گے، مجالس میں اسے مُقَدَّم کریں گے، کھانے پینے اور لباس میں اسے فوقیت دیں گے، اس کے سامنے عاجِزی واِنکساری کرتے ہوئے خود کو چھوٹا ظاہر کریں گے اور اس کے کاموں میں اس کی عزت کرتے ہوئے پیش پیش رہیں گے۔ نفس کو اس سے اتنی لذت حاصل ہوتی ہے جو تمام لذتوں اور خواہشات پر غالب آجاتی ہے یوں نفس گناہوں کے ترک کرنے کو گِراں نہیں سمجھتا اور عبادات پر اِستقامت کی سختی کو آسان تصور کرتا ہے کیونکہ وہ باطن میں سب سے بڑی لذت وخواہش کی چاشنی کو محسوس کر لیتا ہے۔

پس وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کی زندگی رضائے الٰہی اور عبادتِ الٰہی میں بسر ہو رہی ہے حالانکہ اس کی زندگی ایسی پوشیدہ خواہش کے تحت بسر ہو رہی ہوتی ہے جس کے ادراک سے انتہائی مضبوط عقلیں بھی قاصر ہیں مگر وہ خود کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں مخلص اور اس کے مَحارِم (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ اشیاء) سے باز رہنے والا خیال کر رہا ہوتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے نفس نے لوگوں کے سامنے زینت ودکھلاوے اور عزت ووقار کے ذریعے ملنے والی عارضی خوشی کی خاطر اپنے اندر پوشیدہ خواہش کو چھپا رکھا ہے۔ یوں اس کی عبادات اور اعمالِ صالحہ کا اجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے، اس کا نام مُنافِقِین کی فِہرِست میں لکھ دیا جاتا ہے حالانکہ وہ خود کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُقَرَّب بندوں میں شمار کر رہا ہوتا ہے۔ یہ نفس کا ایسا مکر وفریب ہے جس سے صِدِّیقِین ہی بچ سکتے ہیں اور ایسا گڑھا ہے جس سے مُقَرَّبِین کے علاوہ کوئی نہیں نکل سکتا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ”صدیقین سے سب سے آخر میں دور ہونے والی چیز جاہ ومنصب کی محبت ہے۔“ جب یہ معلوم ہو چکا کہ ریاکاری ایک باطنی مَرَض اور شَیاطین کا مضبوط جال ہے تو اس کا سبب، اس کی حقیقت، درجات واقسام، طریقۂ علاج اور اس سے

www.dawateislami.net

پرہیز کی وضاحت ضروری ہے۔ اس اعتبار سے اس بیان کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے:

✿... **پہلی قسم: جاہ ومنصب اور شہرت کی چاہت** اس میں درج ذیل امور کا بیان ہو گا: (۱)... شہرت کی مذمت (۲)... گمنامی کی فضیلت (۳)... حُبِّ جاہ کی مذمت (۴)... جاہ ومَنْصَب کا معنی اور اس کی حقیقت (۵)... مال کی محبت سے زیادہ جاہ ومنصب کے محبوب ہونے کا سبب (۶)... جاہ ومنصب وہمی کمال ہے حقیقی کمال نہیں (۷)... حب جاہ کی محبوب ومذموم صورتوں کا بیان (۸)... تعریف وتوصیف کے پسند اور مذمت کے ناپسند ہونے کا سبب (۹)... حب جاہ کا علاج (۱۰)... تعریف کی چاہت کا علاج (۱۱)... مذمت کی کراہت کا علاج (۱۲)... مدح وذم میں لوگوں کے مختلف احوال۔ یہ کل 12 فصلیں ہیں جن سے ریاکاری کے معانی پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا ان کا پہلے بیان کرنا ضروری ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے لُطف وکرم اور احسان سے درستی کی توفیق دینے والا ہے۔

باب نمبر1: حُبّ جاہ اور شُہرت کا بیان (اس میں 12 فصلیں ہیں)

پہلی فصل: حُبّ جاہ اور شُہرت کی مذمت کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے بھلائی عطا کرے خوب سمجھ لے! جاہ ومنصب کا مطلب شُہرت اور ناموری ہے اور یہ قابل مذمت ہے، قابلِ تعریف صرف گمنامی ہے، ہاں! یہ ایک الگ بات ہے کہ بغیر شُہرت وناموری کی مَشَقَّت اٹھائے مَحْض دین پھیلانے کے سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی کو مشہور کردے تو یہ شُہرت وناموری قابلِ مذمَّت نہیں۔

شُہرت کی مذمت میں دو فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... کسی شخص کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ لوگ اس کے دین یا دنیا کے حوالے سے اس کی طرف انگلی اٹھائیں مگر جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ محفوظ رکھے۔ [1] [2]

---

1 ...شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل للّٰہ، ۵/ ۳۶۶، حدیث: ۶۹۷۷

2 ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد7، صفحہ 136** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: دنیوی کمالات دولت، صحت، طاقت میں یوں ہی دینی کمالات علم، عبادت، ریاضت میں مشہور ہونا عوام کے لئے خطرناک ہی ہے کہ اس سے عموماً دل میں غرور وتکبر پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہاں بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ وہ شہرت سے متکبر نہیں...☜

www.dawateislami.net

﴾2﴿... کسی شخص کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ لوگ اس کے دین یا دنیا کے حوالے سے اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کریں مگر جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس برائی سے محفوظ فرمائے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے جب یہ حدیث روایت کی تو آپ سے کہا گیا: اے ابو سعید! جب لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کی طرف بھی تو انگلیوں سے اشارے کرتے ہیں؟ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اس سے وہ اشارہ مراد نہیں جو تم سمجھے بلکہ اس سے مراد اس شخص کی طرف اشارہ کرنا ہے جو دین میں بدعتی اور دنیا کے معاملے میں فاسق ہو۔''

شُہرت کے متعلق 17 اَقوالِ بزرگانِ دین:

﴾1﴿... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: خرچ کرو، تشہیر نہ کرو اور خود کو اس لئے بلند نہ کرو کہ تمہیں پہچانا جائے اور تمہارا نام ہو بلکہ چُھپے رہو اور خاموشی اختیار کرو سلامت رہو گے، اس طرح تم سے نیک لوگ خوش اور بدکار ناراض ہوں گے۔

﴾2﴿... حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: جس نے شہرت کو پسند کیا اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تصدیق نہیں کی۔

﴾3﴿... حضرت سیِّدُنا ایوب سَخْتِیانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! بندہ اس وقت تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تصدیق میں سچا نہیں جب تک اسے یہ پسند نہ ہو کہ اس کی اپنی کوئی پہچان نہ ہو۔

﴾4﴿... حضرت سیِّدُنا خالد بن مَعدان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان کے گرد جب لوگ زیادہ ہو جاتے تو آپ شہرت کے ڈر سے اٹھ کر چلے جاتے۔

﴾5﴿... حضرت سیِّدُنا ابو الْعالیہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے متعلق منقول ہے کہ جب آپ کے پاس تین سے

...ہوتے وہ سمجھتے ہیں کہ نیک نامی اور بدنامی **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے قبضہ میں اور لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں انہیں زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگاتے دیر نہیں لگتی۔

[1]...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب التواضع والخمول، ۳/ ۵۴۶، حدیث: ۳۱

www.dawateislami.net

زیادہ افراد بیٹھ جاتے تو آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوتے۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا طلحہ بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے گرد تقریباً 10 افراد کو جمع دیکھا تو فرمایا: لالچ کی مکھیاں اور جہنَّم کے پروانے ہیں۔

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا سُلیم بن حَنْظَلَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کَعْب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے کہ اچانک امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کو دیکھ کر اپنا کوڑا بلند کیا تو حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کَعْب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! ذرا ٹھہریئے! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: تمہارا یہ طریقہ آگے چلنے والے کے لئے آزمائش اور پیچھے چلنے والوں کے لئے ذِلَّت ہے۔

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے تو کچھ لوگ ان کے پیچھے چل دیئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کی طرف رخ کرکے فرمایا: تم میرے پیچھے کیوں چلتے ہو؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر تم ان باتوں کو جان لو جس کی وجہ سے میں اپنا دروازہ بند رکھتا ہوں تو تم میں سے دو آدمی بھی میرے پیچھے نہ چلیں۔

﴿9﴾... حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر بیوقوفوں کے پیچھے چلنے والے زیادہ ہو جائیں تو ان کے دل کم ہی ثابت قدم رہ پاتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ باہر تشریف لائے تو ایک جماعت آپ کے پیچھے چلنے لگی آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے؟ ورنہ تمہارا یہ عمل مؤمن کے دل میں کچھ باقی نہ چھوڑے گا۔

﴿10﴾... منقول ہے کہ ایک شخص حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مُحَیْرِیز رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ساتھ شریکِ سَفَر ہوا جب ان سے جدا ہونے لگا تو عرض کی: حضور کوئی نصیحت فرمایئے! حضرت سیِّدُنا ابنِ مُحَیْرِیز رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر تم سے ہو سکے تو یہ تین کام کرنا: (۱)... تم دوسروں کو پہچانو لیکن تمہاری کوئی پہچان نہ ہو (۲)... تم چلو لیکن تمہارے پیچھے کوئی نہ چلے اور (۳)... تم سوال کرو لیکن تم سے کوئی سوال نہ کرے۔

﴿11﴾... حضرت سیِّدُنا ایوب سَخْتِیانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی ایک سَفَر پر روانہ ہوئے تو بہت سے لوگ بھی آپ

www.dawateislami.net

کے ساتھ ہولئے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے کہ میں دل میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں تو مجھے ضرور غَضَبِ الٰہی کا خوف تھا۔

﴿12﴾... حضرت سیِّدُنا مَعْمَر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا ایوب سَخْتِیانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو ان کی قمیص کے لمبا ہونے پر ملامت کیا تو انہوں نے فرمایا: پہلے زمانے میں قمیص کا لمبا ہونا شہرت کا باعث تھا اور آج قمیص کا چھوٹا ہونا باعث شہرت ہے۔

﴿13﴾... ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا ابو قلابہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ساتھ تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا جس نے بہت سارے کپڑے زیبِ تن کئے ہوئے تھے اسے دیکھ کر حضرت سیِّدُنا ابو قلابہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''اس رینکنے والے گدھے سے بچو۔'' اس سے آپ کا اشارہ طلب شہرت کی طرف تھا۔

﴿14﴾... حضرت سیِّدُنا سُفیان ثَوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: بزرگانِ دین شُہرت کو ناپسند فرماتے تھے چاہے وہ عمدہ لباس کے ذریعے ہو یا ہلکے لباس کے ذریعے کیونکہ نگاہیں تو دونوں کی طرف اُٹھتی ہیں۔

﴿15﴾... ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا بِشْر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کی خدمت میں عرض کی: حضور مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ فرمایا: اپنے ذِکر کو چُھپائے رکھو اور حلال کھانا کھاؤ۔

﴿16﴾... حضرت سیِّدُنا حَوشَب بن عقیل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے روتے ہوئے فرمایا: (ہائے افسوس!) میرا نام جامع مسجد تک پہنچ گیا۔

﴿17﴾... حضرت سیِّدُنا بِشْر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے شُہرت کی چاہت کی ہو اور اس کا دین تباہ اور وہ خود ذلیل ورُسوا نہ ہوا ہو۔ اسی طرح آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے کہ جو شخص لوگوں میں اپنی شُہرت کا طالب ہو وہ آخرت کی لذت نہیں پا سکتا۔

﴿ صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ﴾ ﴿ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد ﴾

﴿ تُوبُوا اِلَی اللّٰہ ﴾ ﴿ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ ﴾

﴿ صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ﴾ ﴿ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد ﴾

www.dawateislami.net

دوسری فصل:

گمنامی کی فضیلت

گمنامی کی فضیلت پر مشتمل پانچ فرامینِ مصطفےٰ:

﴿1﴾... بہت سے بکھرے بالوں والے، گرد آلود چہرے اور پھٹے پرانے کپڑوں والے ایسے ہیں جن کی طرف لوگ حقارت کی وجہ سے توجہ نہیں کرتے حالانکہ ان کی شان یہ ہے کہ اگر وہ کسی بات پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھالیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی قسم کو ضرور پورا فرماتا ہے، ان ہی لوگوں میں سے بَراء بن مالک بھی ہیں۔[1]

﴿2﴾... بہت سے پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایسے ہیں جن کی کوئی پروا نہیں کی جاتی لیکن اگر وہ کسی بات پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھالیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی قسم کو ضرور پورا فرماتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی یوں کہے: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت عطا فرمادیتا ہے لیکن دنیا میں سے اسے کچھ نہیں دیتا۔"[2]

﴿3﴾... کیا میں تمہیں اہلِ جنَّت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر کمزور جسے کمزور سمجھا جائے، اگر وہ کسی بات پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھالے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے پورا فرمادے اور ہر متکبِّر، مغرور اور اترا کر چلنے والا جہنمی ہے۔[3]

﴿4﴾... اہل جنت گرد آلود چہرے، بکھرے بالوں والے اور پھٹے پرانے کپڑوں والے ہیں، جن کی کوئی پروا نہیں کی جاتی۔ یہ وہ لوگ ہیں اگر بادشاہوں کے پاس جانا چاہیں تو انہیں اجازت نہ ملے، عورتوں کو نکاح کا پیغام دیں تو انکار کر دیا جائے، جب بات کریں تو ان کی بات سنی نہ جائے، ان کی ضروریات ان کے سینوں میں ہلچل مچا رہی ہوتی ہیں، یہ ایسے جنتی ہیں کہ بروزِ قیامت ان میں سے ایک کا نور بھی تمام لوگوں پر تقسیم کر دیا جائے تو تمام کو پورا ہو جائے۔[4]

1... سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب البراء بن مالک رضی اللہ عنہ، ۵/ ۴۶۰، حدیث: ۳۸۸۰

2... سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب البراء بن مالک رضی اللہ عنہ، ۵/ ۴۶۰، حدیث: ۳۸۸۰

موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الاولیاء، ۲/ ۳۸۹، حدیث: ۱۱ بتغیر

3... بخاری، کتاب التفسیر، باب عتل بعد ذلک زنیم، ۳/ ۳۶۳، حدیث: ۴۹۱۸

4... شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/ ۳۳۲، حدیث: ۱۰۴۸۶

www.dawateislami.net

﴿5﴾... بے شک میری اُمّت میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ تم سے ایک دینار مانگیں تو تم انہیں نہ دو، اگر ایک دِرہَم کا سوال کریں تو تم منع کر دو اور اگر ایک پیسہ مانگیں تب بھی تم انکار کر دو حالانکہ اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جنت مانگ لیں تو وہ ضرور انہیں عطا فرمائے اور اگر دنیا کا سوال کریں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں دنیا صرف اس وجہ سے نہ دے کہ دنیا اس کے نزدیک حقیر ہے، بہت سے پھٹے پرانے کپڑوں والے ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھالیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ضرور پورا فرمادے۔[1]

گُمنامی کے متعلّق نو اَقوالِ بزرگانِ دین:

﴿1﴾... مروی ہے کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قبرِ انور کے پاس رو رہے ہیں۔ پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ عرض کی: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا ہے: ''تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے، بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ گمنام پرہیز گاروں کو پسند فرماتا ہے کہ جب وہ غائب ہوں تو انہیں تلاش نہ کیا جائے اور جب موجود ہوں تو انہیں کوئی نہ پہچانے، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں وہ ہر مصیبت و مشکل سے نکل جاتے ہیں۔''[2]

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا محمد بن سُوَیْد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ مُنوَّرہ میں قَحط پڑ گیا وہاں ایک ایسا شخص بھی تھا جو ہر وقت مسجدِ نبوی میں رہتا تھا کسی کو اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ اہلِ مدینہ دعا میں مشغول تھے کہ ایک شخص آیا جس پر دو پرانی چادریں تھیں اس نے دو مختصر رکعت نماز ادا کرنے کے بعد اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور کہنے لگا: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھے قسم دیتا ہوں ہم پر ابھی بارش نازل فرما۔'' ابھی اس کے ہاتھ بلند اور دعا جاری تھی کہ آسمان بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا اور اتنی زوردار بارش ہونے لگی کہ اہلِ مدینہ ڈوبنے کے خوف سے چیخنے لگے۔ اس شخص نے عرض کی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر تیرے علم میں یہ ان کے لئے کافی ہے تو بارش روک دے۔'' پس بارِش اسی وقت رک گئی، دعا مانگ کر یہ

1... المعجم الاوسط، ۵/ ۳۴۴، حدیث: ۷۵۴۸، دون قول: ولو سألہ الدنیا... الی... الاھو اھا علیہ

2... سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب من ترجی لہ السلامۃ من الفتن، ۴/ ۳۵۱، حدیث: ۳۹۸۹

www.dawateislami.net

شخص وہاں سے روانہ ہوا تو مسجد میں رہنے والا نیک شخص اس کے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ اس کا گھر دیکھ آیا، اگلی صبح یہ نیک آدمی اس کے گھر گیا اور کہا: میں ایک کام سے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ اس شخص نے کہا: فرمایئے کیا کام ہے؟ اس نیک آدمی نے کہا: میرے متعلق دعا فرمادیں۔ اس نے جواب دیا: ”سُبْحٰنَ اللہ! آپ کی شان تو بہت بڑی ہے آپ مجھ سے دعا کا سوال کر رہے ہیں۔“ پھر اس نیک آدمی نے پوچھا: جو کچھ میں نے دیکھا اس مقام تک آپ کی رسائی کیسے ہوئی؟ اس نے جواب دیا: میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احکام میں اس کے اطاعت کی، اب میں نے اس سے مانگا تو اس نے مجھے عطا کر دیا۔

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: لوگو! ہدایت کے چراغ اور علم کے سرچشمے بن جاؤ، اپنے گھروں کو لازم پکڑ لو، اپنی راتوں کو عبادت سے مُنَوَّر کرو اور اپنے دلوں کو غَیْرُ اللہ کے خَیال سے خالی کرو (یوں تم) آسمان والوں میں پہچانے جاؤ گے اگرچہ اہلِ زمین سے تم پوشیدہ رہو گے۔

اولیاءُ اللہ میں زیادہ قابل رشک:

حضرت سیِّدُنا ابو اُمامہ باہِلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ روایت کرتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: بے شک میرے اولیا میں زیادہ قابلِ رشک وہ بندہ مومن ہے جو کم مال وعیال والا، اپنے رب کی خوب اچھے طریقے سے عبادت کرنے والا، خلوت میں بھی اس کی اطاعت کرنے والا، لوگوں میں ایسا گمنام رہنے والا کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جائے اور پھر اپنے اس حال پر صبر کرنے والا۔“ اس کے بعد رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے انگوٹھے کو انگلی پر مارا اور فرمایا: ”اس کی موت جلد آجائے، اس کا ترکہ اور اس پر رونے والے بہت تھوڑے ہوں۔“[1]

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں زیادہ محبوب اجنبی لوگ ہیں، پوچھا گیا اجنبی لوگوں سے آپ کی کیا مراد ہے؟ فرمایا: وہ لوگ جو اپنا دِین لے کر لوگوں سے علیحدہ ہو گئے، یہ کل بروزِ قیامت حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ جمع کئے جائیں گے۔

---

[1]... سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ، ۴/ ۱۵۵، حدیث: ۲۳۵۴

﴾5﴿... حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں پر جو احسان کئے ہیں ان میں سے بعض کے بارے میں یوں ارشاد فرمائے گا: کیا میں نے تجھ پر انعام نہیں کیا؟ کیا میں نے تیری پردہ پوشی نہیں فرمائی؟ کیا تیری شہرت کو پوشیدہ نہیں رکھا؟

﴾6﴿... حضرت سیِّدُنا خلیل بن احمد نَحوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی یوں دعا کیا کرتے: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنی بارگاہ میں مجھے اپنے مُقرَّب بندوں میں جگہ عطا فرما، میری نظروں میں مجھے حقیر کر دے اور اپنی مخلوق کی نگاہوں میں مجھے مُتوسِّط دَرَجہ عطا فرما۔

﴾7﴿... حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں اپنے دل کو مکہ مکرَّمہ اور مدینہ مُنوَّرہ کے غربا کے ساتھ راضی پاتا ہوں جو تھوڑی غِذا پر قناعت کرنے والے اور لوگوں سے کنارہ کَش رہنے والے ہیں۔

﴾8﴿... حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: میری آنکھیں دنیا میں ایک دن بھی ٹھنڈی نہیں ہوئیں البتہ ایک مرتبہ جب میں نے ملک شام کے ایک دیہات کی مسجد میں رات بسر کی تو دستوں کی بیماری میں مبتلا ہونے کے سبب وہاں کے مؤذن نے مجھے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مسجد سے باہر نکال دیا تو اس دن میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

﴾9﴿... حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر تم گمنام رہ سکتے ہو تو گمنام رہو، تمہارے گمنام رہنے میں تمہیں کوئی نقصان نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی حرج ہے کہ تمہاری تعریف نہ کی جائے، جب تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مقبول ہو تو لوگوں کی نظروں میں مذموم ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

یہ احادیث اور اَقوالِ بزرگانِ دین تجھے شہرت کی مذمت اور گمنامی کی فضیلت کی پہچان کروا رہے ہیں، شہرت اور ظاہری نیک نامی کا مقصود تو مَحْض لوگوں کے دلوں میں جگہ کرنا ہے اور یہی حُبِّ جاہ ہر فساد کی جڑ ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، خُلَفائے راشِدین وائِمَّۂ دِین عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی شہرت سے بڑھ کر تو کسی کی شہرت نہیں پھر ان حضرات کے متعلق گمنامی کی فضیلت کیوں مروی نہیں؟

جواب: جان لیجئے! مذموم وہ شہرت ہے جس کی چاہت کی جائے البتہ جو شہرت بغیر طلب کے مَحض

www.dawateislami.net

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کرم سے عطا فرمادے وہ ہرگز مذموم نہیں۔ البتہ کمزور لوگوں کے لئے شہرت آزمائش ہے اس کو یوں سمجھئے کہ کچھ لوگ ڈوب رہے ہوں ان میں ایک ایسا کمزور شخص بھی ہو جسے تیرنا آتا ہو اب اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ اس کا کسی کو علم نہ ہو ورنہ وہ سب آکر اس سے چمٹ جائیں گے نتیجتاً وہ مزید کمزور ہو جائے گا اور ان سب کے ساتھ خود بھی ہلاک ہو جائے گا، جبکہ ایک قوی تیراک کے لئے بہتر یہ ہے کہ ڈوبنے والے اس کو پہچانیں تاکہ اس کے ساتھ چمٹ جائیں اور وہ ان کو بچا کر ثواب پائے۔

تیسری فصل: **حُبّ جاہ کی مذمت**

حُبّ جاہ کی مذمت میں دو فرامین باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ (پ۲۰، القصص: ۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد۔

اس آیتِ مبارکہ میں ارادہ شہرت اور ارادہ فساد کو ذکر کر کے یہ بیان کیا گیا کہ آخرت اسی کے لئے ہے جو ان دونوں ارادوں سے خالی ہو۔

﴿2﴾...

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیْهَا وَ هُمْ فِیْهَا لَا یُبْخَسُوْنَ ۝۱۵ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖۚ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۱۶ (پ۱۲، ھود: ۱۵، ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جو دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتا ہو ہم اس میں ان کا پورا پھل دے دیں گے اور اس میں کمی نہ دیں، یہ ہیں وہ جن کے لئے آخرت میں کچھ نہیں مگر آگ اور اکارت گیا جو کچھ وہاں کرتے تھے اور نابود (برباد) ہوئے جو ان کے عمل تھے۔

یہ آیت بھی اپنے عموم کے ساتھ طَلَبِ شُہرت کو شامل ہے کیونکہ شہرت کی چاہت دنیوی زندگی کی لذتوں اور زینتوں میں سے ایک بہت بڑی لذت اور زینت ہے۔

www.dawateislami.net

حُبِّ جاہ کی مذمت میں تین فرامینِ مصطفٰے:

﴿1﴾... جاہ و مال کی محبت دل میں ایسے نفاق پیدا کرتی ہے جس طرح پانی سبزی اگاتا ہے۔[1]

﴿2﴾... دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا جاہ و مال کی محبت ایک مسلمان کے دین میں بِگاڑ پیدا کرتی ہے۔[2]

﴿3﴾... رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے فرمایا: بے شک خواہشات کی پیروی اور تعریف کو پسند کرنا لوگوں کی ہلاکت کا سبب ہے۔[3]

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کے فَضْل و کَرَم کے صَدْقے عَفْو و عافِیَت کا سوال کرتے ہیں۔ (اٰمین)

چوتھی فصل: جاہ کا معنٰی اور اس کی حقیقت

جان لیجئے! جاہ اور مال دنیا کے دو رُکن (سُتون) ہیں۔ مال کا مطلب ہے ان چیزوں کا مالک ہونا جن کے ذریعے نَفع حاصل کیا جاتا ہے اور جاہ کا معنی ہے ان دلوں کا مالک ہو جانا جن سے اپنی تعظیم و طاعت مقصود ہو۔ مثلاً مالدار وہ ہے جو مال و دولت رکھتا ہو یعنی اس کے ذریعے وہ اپنے مقاصِد، خواہِشات نفسانِیَّہ اور شَہَوات کی تکمیل پر قدرت رکھتا ہو۔ اسی طرح صاحِبِ جاہ وہ ہے جو لوگوں کے دلوں کا مالک ہوتا ہے یعنی وہ اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اپنی عزت کے سبب انہیں اپنے اَغراض و مقاصِد کے لئے استعمال کرسکے۔ اور جس طرح مال مختلف کاروبار اور پیشوں کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے اسی طرح مخلوق کے دل مختلف معاملات کے ذریعے مائل کئے جاتے ہیں اور دل حُسنِ اعتقاد اور کمالات ہی کے ذریعے مُسَخَّر ہوتے ہیں، چنانچہ دل جس شخص کے بارے میں کمال و خوبی کا مُعْتَرِف ہو جائے تو اس کے لئے جھک جاتا ہے اور جس قدر قلبی اعتقاد اور وَصْفِ کمال ہوتا ہے اسی قدر وہ اس کے لئے جُھکتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جس وصف کو کمال و خوبی سمجھا جائے وہ حقیقت میں ایسا ہی ہو بس اتنا کافی ہے کہ سمجھنے والے کے

---

1 ...الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرۃ الثالثۃ والخمسون بعد المائتین، ۲/ ۴۹

2 ...حلیۃ الاولیاء، سفیان الثوری، ۷/ ۹۴، حدیث: ۹۷۷۲

3 ...تذکرۃ الموضوعات، باب ذم الدنیا والغنی... الخ، ص ۱۷۷

www.dawateislami.net

اعتقاد میں وہ وصف کمال ہو۔ کبھی اس شے کو کمال یقین کر لیا جاتا ہے جو حقیقت میں کمال نہیں ہوتا اور پھر دل اپنے اعتقاد کے مطابق اس صاحِبِ کمال کے لئے جھکنا ضروری خیال کرتا ہے۔ دل کا جھکنا دل کی ایک حالت کا نام ہے اور دلوں کے احوال ان کے اعتقادات، علوم اور خیالات کے تابع ہوتے ہیں۔

جس طرح مال سے محبت کرنے والا لونڈی اور غلاموں کا مالک بننا چاہتا ہے ایسے ہی طالب جاہ آزاد لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنا کر ان کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے بلکہ اس کی طَلَب تو مُحِبِّ مال کی طلب سے بڑھ کر ہے کیونکہ مال دار شخص تو زبر دستی لونڈیوں اور غلاموں کا مالک ہوتا ہے اور یہ لوگ دل سے اس غلامی کو قبول نہیں کرتے اگر ان کو ذرا بھی کوئی راہ دکھائی دے تو اس کی غلامی سے نکل جائیں جبکہ صاحب جاہ کا یہ حال ہے کہ آزاد لوگ طَبْعِی طور پر خوشی کے ساتھ اس کی غلامی وطاعت قبول کرتے ہیں، لہٰذا اس کی طلب تو لونڈیوں وغلاموں کے مالک کی طلب سے کہیں زیادہ ہوئی۔ چنانچہ جاہ کا معنی ہوا لوگوں کے دلوں میں گھر کرنا یعنی دلوں کا اس شخص کے بارے میں کسی خوبی کا یقین کر لینا تو جس قَدْر لوگ اس کی خوبی کے مُعْتَرِف ہوں گے دل بھی اسی قدر اسے اچھا خیال کریں گے اور جس قدر دلوں کا گمان ہوگا اتنا ہی دلوں پر اس شخص کی حکومت ہوگی اور جس قدر دلوں پر حکمرانی ہوگی اسی قدر جاہ کی خوشی اور چاہت ہوگی، یہ جاہ کا معنٰی اور اس کی حقیقت ہے۔

جاہ کے ثَمَرات وَنَتائِج بھی ہیں: مثلاً لوگوں کا بہت زیادہ مَدْح سَرائی کرنا کیونکہ کسی کمال وخُوبی کا اعتقاد کر لینے والا شخص اس کو بیان کرنے سے نہیں رُکتا، لہٰذا وہ صاحِبِ کمال کی تعریف کرتا ہے۔ یوں ہی جاہ کے ثمرات ونتائج میں خدمت اور اِعانت بھی ہے کیونکہ مُعْتَقِد اپنے اعتقاد کے مطابق اس کی اطاعت میں بخل سے کام نہیں لیتا اور مثلِ غلام اپنے مَمْدُوح کے سامنے اس کی اَغراض ومقاصد کی تکمیل کی خاطر مسخر رہتا ہے۔ اسی طرح ممدوح کے لئے ایثار کرنا، اس کی مُخالَفت نہ کرنا، سلام میں پہل کرتے ہوئے اس کی عزت وتوقیر کرنا، مَحافِل ومَجالِس میں صَدْرِ نَشِین بنانا اور تمام معاملات میں آگے رکھنا بھی جاہ کے ثمرات ونتائج ہیں۔ یہ ثَمَرات اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب کوئی شخص دل میں گھر کر جائے اور دل میں گھر کر جانے کا مطلب ہے کسی شخص کے بارے میں صِفاتِ کمال مثلاً: عِلْم، عبادت، حُسنِ اَخلاق، عالی نَسَب ہونے

کا اعتقاد رکھنا یا اس کی حکومت، ظاہری حُسن و جمال، بدَنی قوت یا اس شے کے سبب دل کا معتقد ہو جانا جسے لوگ کمال سمجھتے ہوں۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو لوگوں کے دلوں میں تعظیم پیدا کرتے ہیں اور یہی تعظیم جاہ و منصب کے قائم ہونے کا سبب بنتی ہے۔

پانچویں فصل: مال سے زیادہ جاہ و منصب محبوب ہونے کا سبب

یاد رکھیے! سونا، چاندی اور مختلف قسم کے اموال کے محبوب ہونے کا جو سبب ہے بعینہٖ وہی سبب جاہ کے محبوب ہونے کا بھی ہے، بلکہ مال سے زیادہ جاہ کی چاہت ہوتی ہے جیسا کہ مِقْدار میں برابر ہونے کے باوجود چاندی کے مقابلے میں سونا زیادہ پسند کیا جاتا ہے، اور تم جانتے ہو کہ ذاتی طور پر دِرْہَم و دِینار سے کوئی غَرَض نہیں ہوتی نہ ان کو کھایا پیا جا سکتا ہے، نہ ان سے نکاح کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان کو پہنا جاتا ہے بلکہ یہ اور راستے میں پڑے کنکر برابر ہیں لیکن درہم و دینار مَحْض اس وجہ سے محبوب ہوتے ہیں کہ یہ پسندیدہ چیز کو حاصل کرنے اور شہوات کو پورا کرنے کا سبب ہیں۔ اسی طرح جاہ کا حال ہے کیونکہ اس کا معنٰی ہے دلوں کا مالک ہونا اور جس طرح سونے چاندی کا مالک ہونا انسان کو اس کے مقاصِد تک پہنچانے کا سبب ہوتا ہے اسی طرح آزاد دلوں کی ملکیت اور تَسْخِیْر انسان کو اس کی تمام اَغراض کے حصول کی طاقت بخشتی ہے لٰہذا جب دونوں کا سبب ایک ہی ہے تو چاہت میں بھی برابری ہو گی اور جاہ کی مال پر ترجیح اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جاہ، مال سے زیادہ محبوب ہے اور مال کے مالک ہونے کے مقابلہ میں جاہ کا مالک ہونا تین وجوہ کی بنا پر فَوقیت رکھتا ہے۔

مال سے زیادہ جاہ کے محبوب ہونے کی وجوہات:

✿...**پہلی وجہ:** جاہ کے ذریعے مال حاصل کرنا، مال کے ذریعے جاہ حاصل کرنے کے مقابلے میں زِیادہ آسان ہے۔ چنانچہ ایسا عالم یا مُتَّقِی شخص کہ لوگوں کے دل جس کی طرف مائل ہوں وہ اگر مال حاصل کرنا چاہے تو اس کے لئے یہ آسان ہے کیونکہ لوگوں کے مال ان کے دلوں کے تابع ہوتے ہیں اور دل اِنْہی لوگوں پر خَرْچ کرتے ہیں جن سے ان کو عقیدت ہوتی ہے جبکہ ایک ایسا گھٹیا شخص کہ جس میں کوئی خوبی نہ پائی جائے اور اس کے ہاتھ کوئی خزانہ لگ جائے اور وہ جاہ سے محروم ہو اور یہ چاہے کہ مال کے ذریعے جاہ

www.dawateislami.net

حاصل کرے تو یہ دشوار ہے۔ معلوم ہوا کہ آدمی جاہ کے ذریعے مال کما سکتا ہے اور مال کے ذریعے ہر حال میں جاہ حاصل نہیں کر سکتا، اسی وجہ سے جاہ مال سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

❁...**دوسری وجہ:** مال کے ضائع ہو جانے، چوری ہونے یا غَصب ہو جانے کا خوف رہتا ہے نیز بادشاہ اور ظالم لوگ بھی اس کے لالچی ہوتے ہیں نتیجتاً مال دار شخص مال کی حفاظت کی خاطر تجوری، چوکیدار اور مُحافِظ رکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے اس کے باوجود بھی اسے کثیر خَطرات لاحِق ہوتے ہیں جبکہ دلوں کی ملکیت کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں یہ خطرات لاحق نہیں ہوتے چنانچہ دل درحقیقت محفوظ خزانے ہیں جہاں نہ چوروں کو چوری کی طاقت اور نہ ظالموں کی وہاں تک پہنچ۔ سب سے زیادہ پائیدار مال زمین ہے یہ بھی غصب وظلم سے محفوظ نہیں رہتی اس کی بھی حفاظت ونگہبانی کی ضرورت پڑتی ہے جبکہ دلوں کے خزانے خود بخود محفوظ ہیں اور صاحبِ جاہ ومنصب ان میں چوری اور غصب سے امن وامان میں ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ صاحبِ جاہ کے اوصافِ کمال میں کوئی شخص عیب بیان کر کے دلوں کو اس سے پھیر دے لیکن یہ آسان کام نہیں کیونکہ اس کا دَفع کرنا بہت آسان ہے اور پھر یہ بھی کہ عموماً اعتقاد اتنا راسخ ہوتا ہے کہ بدخواہ کی کوشش کامیاب نہیں ہوتی۔

❁...**تیسری وجہ:** دلوں کی ملکیت میں دن بدن اضافہ ہوتا ہے اور وہ بغیر کسی مِحنَت ومَشَقَّت کے بڑھتی رہتی ہے کیونکہ لوگوں کے دل جب کسی شخص کے علم، عمل یا اس کے علاوہ کسی صِفَتِ کمال کا اعتقاد کر لیں تو لامُحالہ زبانیں اس کی تعریف میں کھل جاتی ہیں۔ لوگ خود جس چیز کا اعتقاد رکھتے ہیں اسے دوسروں سے بھی بیان کرتے ہیں اور وہ بھی اس عقیدت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے طبیعتیں شُہرت اور ناموری کو پسند کرتی ہیں کیونکہ جب ذکر عام ہوتا ہے اور ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک شہرت پہنچتی ہے تو دل خود بخود احترام وعقیدت پر مجبور ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ ایک سے دوسرے تک ہوتا ہوا بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور اس کے لئے کوئی انتہا یا مُتَعَیَّن حد نہیں ہوتی۔ جبکہ مال میں یوں نہیں ہوتا، صاحِبِ مال بغیر محنت ومشقت کے اسے بڑھا نہیں سکتا چنانچہ جاہ خود ہی بڑھتا چلا جاتا ہے اس کے بڑھنے کی کوئی حد نہیں ہوتی اور مال ٹھہرا رہتا ہے بڑھانے سے بڑھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب

www.dawateislami.net

جاہ و مَنْصَب بڑھ جائے، شہرت عام ہو جائے اور زبانوں پر تعریف جاری ہو جائے تو اس کے بِالْمُقابل نَفْس مال و مَتاع کو حقیر جانتا ہے۔ یہ تھیں مال کے مقابلے میں جاہ و منصب کی ترجیحات، اگر تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی جائے تو اسبابِ ترجیح کثیر ہو جائیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر آپ کہیں اِشکال تو مال اور جاہ و منصب میں ابھی بھی باقی ہے لہٰذا انسان کو مال و جاہ سے اسی قدر محبت رکھنی چاہیے جس سے ضروریاتِ زندگی کا حصول اور نقصان کو دور کیا جا سکے جیسا کہ روٹی، کپڑا اور مکان کا حاجت مند یا مریض یا پھر ایسا مصیبت زدہ جو مال و جاہ ہی کے ذریعے اس سے چھٹکارا پا سکے تو ان سب کی مال و جاہ سے محبت سمجھ میں آتی ہے کیونکہ ہر وہ چیز جو محبوب تک پہنچنے کا سبَب ہو محبوب ہوتی ہے۔ لیکن طبیعتوں کا معاملہ نہایت ہی عجیب و غریب ہے اور وہ ہے مال کا جمع کرنا، خزانے کا متلاشی رہنا، ذخیرہ اندوزی کرنا اور اپنی حاجات سے کہیں زیادہ روپے پیسے کی کثرت کی تمنا کرنا یہاں تک کہ اگر کسی شخص کے پاس سونے کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کا بھی طلبگار رہتا ہے اور انسان دنیا کے ان دور دراز علاقوں میں بھی اپنے جاہ و منصب اور شُہرت کے پھیلنے کا مُتَمَنّی رہتا ہے جن کے بارے میں جانتا ہے کہ نہ کبھی وہاں قدم رکھ سکے گا اور نہ ہی وہاں کے لوگوں سے مل سکے گا کہ وہ اس کی تعظیم و توقیر کریں یا کسی معاملہ میں اس کی مُعاوَنَت کریں۔ ان تمام باتوں سے نا امید ہونے کے باوجود بھی وہ حُبّ جاہ سے بہت زیادہ لذت حاصل کرتا ہے اور یہ جاہ کی چاہت اس کی طبیعت میں گھر کر جاتی ہے۔ قریب ہے کہ اسے جہالت سمجھا جائے کیونکہ ایسی چاہت کا دنیا و آخرت میں کوئی فائدہ نہیں لیکن یہ محبت کیونکر ہوتی ہے؟

جواب: واقعۃً مال و جاہ کی محبت ہر شخص کے دل میں ہے۔ اس کے دو سبب ہیں ایک تو اتنا واضح ہے کہ عام لوگ بھی اس کا ادراک کرلیں اور دوسرا سبب پوشیدہ ہے اور یہی اہم سبب ہے یہ اتنا دَقیق و مَخْفِی ہے کہ کُند ذہن تو دَرکَنار عقل مند بھی اس کو سمجھنے سے بہت دور ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سبب کو نفس کی باطنی رگ اور طبیعت کی پوشیدہ خواہش سے مدد پہنچتی ہے، حقائق کے سمندر میں غوطہ زن ہی اس سبب پر مُطَّلَع ہو سکتے ہیں۔

مال وجاہ کی محبت کے دو اسباب:

۞...**پہلا سبب:** اپنے سے اَذِیَّت کو دور رکھنا۔ کہاوت ہے :اَلشَّفِیْقُ بِسُوْءِ الظَّنِّ مُوْلَعٌ یعنی ہمدرد شخص شفقت کے باعث بد گمانی کا شکار ہی دکھائی دیتا ہے اسی طرح انسان کا حال یہ ہے کہ وہ (اپنے نفس کے متعلق شفیق ہونے کے باعث) فی الحال مال کے کافی ہونے کے باوجود لمبی امید رکھتا ہے اور اس کے دل میں کھٹکا رہتا ہے کہ ممکن ہے یہ مال جو اسے ابھی کفایت کر رہا ہے ضائع ہو جائے اور وہ مزید مال کا محتاج ہو جائے، جب یہ فکر اسے دامن گیر ہو جاتی ہے تو اس کا دل ایک خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر یہ اذیتِ قلبی اسی صورت میں دور ہوتی ہے جب دوسرے مال کے ذریعہ اسے اطمینان حاصل ہو کہ اگر پہلا مال ضائع ہو گیا تو دوسرا کام آئے گا، چنانچہ انسان اپنی جان پر حرص اور اپنی زندگی سے محبت کے سبب فرض کر لیتا ہے کہ وہ دیر تک زندہ رہے گا، اسی کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی خیال کر لیتا ہے کہ ضروریات اس کو گھیر لیں گی، آفات اس کے مال کو ضائع کر دیں گی۔ یوں وہ ایک خوف محسوس کرتا ہے اور اس چیز کی خواہش کرتا ہے جو اس خوف کو اس سے دور کر دے اور اس کے خیال میں وہ چیز مال کا کثیر ہونا ہے کہ اگر ایک مال پر آفت آگئی تو دوسرا مال اسے کافی ہو گا نیز اس خوف کے ٹھہراؤ کے لئے مال کی کوئی مخصوص مقدار نہیں یہی وجہ ہے کہ طالبِ مال کے ٹھہرنے کی بھی کوئی حد نہیں وہ تو تمام دنیا کا مالک بننا چاہتا ہے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: مَنْھُوْمَانِ لَا یَشْبَعَانِ مَنْھُوْمُ الْعِلْمِ وَمَنْھُوْمُ الْمَالِ یعنی دو حریص کبھی سیر نہیں ہوتے، علم کا حریص اور مال کا حریص۔[1]

اسی قسم کی بیماری اس طالبِ جاہ کے دل میں بھی ہوتی ہے جو اپنے شہر و وطن سے دور رہنے والے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنانا چاہتا ہے اور ایک ایسے سبب کو فَرض کر لیتا ہے جو اسے ان لوگوں تک یا ان لوگوں کو اس کے وطن تک پہنچا دے اور یہ ان سے مدد کا محتاج ہو جائے، جب ایسا ہونا ممکن ہے اور بظاہر اس کا ان کی طرف محتاج ہونا ناممکن بھی نظر نہیں آتا تو یہ ان کے دلوں میں اپنے لئے جاہ و منصب کے قائم ہونے کی خوشی محسوس کرتا ہے جو اسے دل میں موجود خوف سے اطمینان دلاتی ہے۔

۞...**دوسرا سبب:** یہ پہلے سے زیادہ قوی سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ روح اَمرِ ربّانی ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد

1...سنن الدارمی، باب فی فضل العلم، ۱/ ۱۰۸، حدیث: ۳۳۱ بتغیر قلیل

www.dawateislami.net

فرماتا ہے:

وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔

روح کے امرِ ربانی ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ عُلومِ مُکاشَفہ کے رازوں میں سے ہے اور اس کے اظہار کی اجازت نہیں، خود رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اس کو ظاہر نہیں فرمایا۔[1] لیکن اس کی معرفت حاصل کرنے سے پہلے تم یہ جان لو کہ دل کا مَیلان درج ذیل صِفات کی طرف ہوتا ہے: (۱)... جانوروں کی صفات کی طرف مثلاً: کھانا اور جِماع کرنا۔ (۲)... درندوں کی صفات کی طرف مثلاً: قتل کرنا، مار پیٹ کرنا اور ایذا دینا۔ (۳)... شیطانی صفات کی طرف مثلاً: مَکر وفریب کرنا، گمراہ کرنا۔ (۴)... رَبّانی صفات کی طرف مثلاً: تکبُّر کرنا، غَلَبہ، عزت اور بلندی چاہنا۔

ان مختلف صفات کی طرف قلب کی رغبت کی وجہ انسان کا مختلف اصولوں سے مُرَکَّب ہونا ہے جس کی وضاحت و تفصیل کافی طویل ہے۔ روح اَمرِ ربّانی ہے اس لئے انسان طَبعی طور پر رَبُوبیّت کو پسند کرتا ہے اور رَبُوبیّت کے معنیٰ یہ ہیں کہ کمال میں مُنفَرِد اور مستقل وجود میں یگانہ ہو۔ چونکہ یہ کمال صِفاتِ الٰہیہ میں سے ہے اس لئے انسان طبعی طور پر اسے پسند کرتا ہے۔ وجود میں منفرد ہونا اس لئے کمال ہے کہ اگر وجود میں کوئی دوسرا شریک ہوگا تو یہ چیز اسے یقیناً عیب دار بنا دے گی، لہٰذا سورج کا کمال اسی میں ہے کہ وہ تنہا ہے اگر اس کے ساتھ دوسرا سورج بھی ہوتا تو یہ سورج کے حق میں نَقص ہوتا کیونکہ اب وہ شَمسِیَت کے معنیٰ کے کمال کے ساتھ منفرد نہ رہتا اور حقیقت میں یکتا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی ذات ہے کیونکہ اس کے ساتھ کوئی اور موجود نہیں جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہے وہ اس کی قدرت کے آثار ہیں جو بذاتِ خود قائم نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وجود سے ان کا قِیام ہے، لہٰذا یہ آثار اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ وجود میں برابر نہیں کیونکہ وجود میں برابر ہونا رتبے میں مُساوات کو لازم کرتا ہے اور رتبے میں برابری کمال میں نقصان ہے کیونکہ کامل تو وہ ہے جس کا مرتبے میں کوئی مِثل نہ ہو۔ سورج کی کرنوں کا اطرافِ عالَم کو روشن کرنا سورج میں کوئی کمی نہیں کرتا بلکہ یہ تو سورج کے

[1]... بخاری، کتاب العلم، باب قول اللہ تعالٰی: وما اوتیتم من العلم... الخ، ۱/ ۶۶، حدیث: ۱۲۵

www.dawateislami.net

کمالات میں سے ایک کمال ہے ، سورج کا نَقْص تو اس صورت میں ہوتا جب اس کے ساتھ رتبے میں برابر ہونے کے ساتھ دوسرا ایسا سورج ہوتا جو اس سے بے نیاز ہوتا (جبکہ ایسا نہیں) ایسے ہی کائنات میں ہر شے کا وجود تَجلّیاتِ قُدْرت ہی کا ایک مَظْہَر ہے اور اسی کے تابع ہے خود سے کوئی وجود نہیں رکھتا نیز جب رُبُوبِیَّت کے معنٰی ہیں وجود میں یکتا ہونا اور یہ کمال ہے تو ہر انسان طبعی طور پر اس کا طالب ہے۔اسی وجہ سے بعض مشائخ صوفیہ نے فرمایا: کوئی انسان ایسا نہیں کہ جس کے دل میں وہ نہ ہو جس کا فرعون نے دعویٰ کیا:

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ (پ۳۰، النّٰزعٰت: ۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔

لیکن انسان اس مقام کے لئے کوئی راہ نہیں پاتا اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کا قول ہے: ”بندگی نفس پر مَشَقَّت کرنے کا نام ہے۔“ چنانچہ طبیعت کو رَبُوبِیَّت محبوب ہے اور یہ اس نسبتِ رَبّانی کی وجہ سے ہے جس کی طرف قرآن مجید نے اس فرمان کے ساتھ اشارہ فرمایا:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۸۵) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔

نفس انتہائی کمال کے حصول سے عاجز ہونے کے باوجود بھی اس کی خواہش رکھتا ہے، یہ کمال سے نفس کا محبت کرنا اور اس کی چاہت کرنا ہے کہ وہ اس کے تَصَوُّر سے ہی لذت پاتا رہتا ہے، کمال سے لذت حاصل کرنے کے سوا اس کا کوئی معنٰی نہیں اور ہر موجود اپنی ذات وکمالِ ذات کو محبوب اور عدمِ ذات وعدمِ کمالِ صفات کو مَبغُوض رکھتا ہے۔اور کمال تو صرف اس صورت میں ہے جب کسی کو تمام موجودات سے بلند اور یکتا فرض کر لیا جائے اور سب سے زیادہ کمال یہ ہے کہ تیرے سوا ہر شے کا وجود تجھ سے ہو اگر ایسا نہیں تو کم از کم تجھے تمام موجودات پر غَلَبَہ ہو اور یہ غلبہ طَبْعِی طور پر محبوب ہوتا ہے کیونکہ یہ کمال ہی کی ایک قسم ہے۔ ہر موجود اپنی ذات کو پہچانتا ہے نیز اپنی ذات اور کمالِ ذات سے محبت کرتا ہے مگر کسی چیز پر غلبہ یہ ہے کہ تجھے اس میں رَدوبَدَل کرنے کی قدرت ہو اور وہ تیرے لئے ایسی مسخر ہو کہ جیسے تو چاہے اسے پھیر دے، چنانچہ انسان تمام موجودہ اشیاء پر غلبہ حاصل کرنے کو پسند کرتا ہے باوجود یہ کہ وہ موجودات مختلف اقسام کی طرف مُنْقَسِم ہیں۔

www.dawateislami.net

موجودات کی اقسام:

(۱)...وہ موجود جو فی نفسہٖ تَغَیُّر کو قبول نہیں کرتا جیسے ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی صِفات۔(۲)...وہ موجود جو تغیر کو قبول تو کرتا ہے لیکن مخلوق اس کی حقیقت کو بدلنے پر قادر نہیں جیسے: آسمان، ستارے، فِرِشتے، جن، شیاطین، پہاڑ، سمندر اور جو کچھ پہاڑوں اور سمندروں میں ہے۔(۳)...وہ موجود جس کا بدلنا بندے کی طاقت میں ہے جیسے: زمین اور اس کے خزانے، نباتات، حیوانات اور لوگوں کے دل، پس جس طرح انسانوں وحیوانوں کے جسم بدل سکتے ہیں ایسے ہی دل بھی اثر قبول کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ موجودات کی تقسیم دو قسم کی اشیاء کی طرف ہوتی ہے: **ایک** وہ جس میں انسان کو تَصَرُّف کی قدرت ہے: جیسے زمینی موجودات اور **دوسری** وہ جس میں انسان کو قدرتِ تصرف نہیں جیسے: ذاتِ الٰہی، فِرِشتے اور آسمان۔ جہاں تک پہلی قسم کی بات ہے تو انسان چاہتا ہے کہ آسمان اور اس کے رازوں کا علم حاصل کر کے آسمانوں پر غالب آجائے، یہ بھی غَلَبہ کی ایک قسم ہے کیونکہ جو شے علم کے تحت ہوتی ہے وہ گویا مغلوب ہوتی ہے اور عالِم اس پر غالب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ، فرشتوں، آسمانوں، ستاروں اور زمینی وسمندری عجائبات کی پہچان حاصل کرنا چاہتا ہے (تاکہ مخلوق پر غلبہ حاصل کرے) کیونکہ یہ غلبہ کی ایک قسم ہے اور غلبہ کمال کی ایک قسم۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی عجیب چیز کی بناوٹ سے عاجز ہے لیکن پھر بھی وہ اس کے طریقہ بناوٹ کا مشتاق رہتا ہے۔ چنانچہ جو شخص شطرنج بنانا نہیں جانتا لیکن پھر بھی اس کی تمنّا ہوتی ہے کہ وہ اس کو کھیلنا اور بنانا سیکھ لے۔ یوں ہی وہ شخص جو شُعبَدہ، ہندسہ یا بھاری چیز کے کھینچنے وغیرہ کی صَنعَت کو دیکھتا ہے اور خود کو اس کے بنانے سے عاجِز سمجھتے ہوئے رنجیدہ بھی ہوتا ہے لیکن وہ اس کے بنائے جانے کی کَیفِیَّت کو جاننا چاہتا ہے۔ اگر اسے اس کا علم ہو جائے تو اپنے عجز کے رنج کے باوجود کمالِ عِلم سے لذّت محسوس کرتا ہے۔

جہاں تک دوسری قسم کی بات ہے وہ زمینی اشیاء ہیں جن پر انسان کو قدرت حاصل ہے، لہٰذا وہ چاہتا ہے کہ تحتِ قدرت ہونے کی بنا پر وہ ان میں اپنی مرضی کے مطابق تصرُّف کر کے غَلَبہ حاصل کرے اور یہ اشیاء دو قسموں پر مُنقَسِم ہیں: (۱)...اَجساد اور (۲)...اَرواح۔

پہلی قسم: اجساد

اجساد سے مراد درہم ودینار اور دنیاوی سازوسامان ہے۔ انسان چاہتا ہے ان پر ایسا قادر ہو جائے کہ اپنی مرضی سے اُٹھائے، گرائے، جسے چاہے دے جس سے چاہے روک لے یہ بھی ایک قدرت ہے اور قدرتِ کمال ہے اور کمال رَبُوبِیَّت کی صفات میں سے ہے اور رَبُوبِیَّت طبعاً محبوب ہے۔ اسی وجہ سے انسان مال کو پسند کرتا ہے اگرچہ وہ اپنے لباس وطعام یا دیگر ضروریات زندگی میں اس کا محتاج نہ ہو۔ ایسے ہی انسان غلاموں کی ملکیت اور آزاد لوگوں کو اپنا غلام بنانے کا طالب ہوتا ہے چاہے طاقت و قوت اور ظُلم و جبر کے ذریعے کیوں نہ ہو تاکہ ان کی زندگی میں اپنی مرضی چلا سکے خواہ ان کے دلوں کا مالک نہ بن سکے۔ کیونکہ ان کے دل اب اس کے کمال کے معتقد نہیں بلکہ کمال کی جگہ ظلم وجبر نے لے لی ہے۔ انسان کو جَبری عزت بھی وصفِ کمال ہی کی طرح لذیذ ہوتی ہے کیونکہ اس میں بھی قدرت ہوتی ہے۔

دوسری قسم: ارواح

ارواح سے مراد انسانوں کے نُفُوس اور ان کے قُلُوب ہیں اور یہ روئے زمین کی تمام چیزوں سے اعلیٰ ونفیس ہیں لہٰذا انسان ان پر قدرت وغلبہ چاہتا ہے تاکہ یہ اس کے لئے مسخر ہو کر اس کے اِشارے وارادے کے تابع ہو جائیں۔ یہ چاہت اس وجہ سے ہے کہ اس میں کمالِ غلبہ اور رَبُوبِیَّت کی صفات کے ساتھ مُشابہَت ہے۔ بہرحال دل صرف محبت سے تسخیر ہوتے ہیں اور محبت وصفِ کمال کے اعتقاد سے پیدا ہوتی ہے اور ہر کمال محبوب ہوتا ہے کیونکہ یہ صِفاتِ الٰہیہ میں سے ہے نیز تمام صفات الٰہیہ بھی محبوب ہوتی ہیں کیونکہ ان میں امر ربّانی پایا جاتا ہے اور اسی اَمرِ ربّانی کا تعلق حضرت انسان سے بھی ہے اور یہ امر ربّانی وہ ہے جسے نہ موت معدوم کر سکتی ہے نہ مٹی اسے کھا سکتی ہے، یہی ایمان ومَعْرِفَت کا محل ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچانے والا ہے اور اس کے دیدار کا باعث ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جاہ کا معنی ہے دلوں کا مسخر ہونا اور جس کے لئے دل مسخر ہو جائیں اسے ان پر قدرت وغلبہ حاصل ہو جاتا ہے اور قدرت وغلبہ کمال ہے جو کہ صفاتِ رَبُوبِیَّت میں سے ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ طَبْعِی

www.dawateislami.net

طور پر دل کو محبوب کمالِ علم و کمالِ قدرت ہے اور مال وجاہ اسبابِ قدرت میں سے ہیں، نیز نہ ہی معلومات کی کوئی انتہا ہے اور نہ ہی مفروضات کی کوئی حد۔ جب تک کوئی معلوم یا مفروض رہے گا جذبہ شوق بڑھتا ہی رہے گا اور نقص زائل نہ ہو گا۔ رسولِ اکرم، شاہ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”مال و علم کے حریص کبھی سیر نہیں ہوتے۔“[1] دلوں کا مطلوب کمال ہے اور کمال عِلْم وقُدرت سے حاصل ہوتا ہے نیز اس سلسلے میں دَرَجات کا اختلاف مُعَیَّن نہیں ہر انسان کو بقدرِ کمال ہی لذّت و سرور ملتا ہے، یہی سبب علم، مال، اور جاہ کے محبوب ہونے کا ہے اور یہ سبب شہوات کی تکمیل تک پہنچنے کے سبب کے علاوہ ہے کیونکہ کبھی کبھی شہوات نہ ہونے کے باوجود بھی یہ سبب موجود رہتا ہے بلکہ انسان وہ علم بھی حاصل کرنا چاہتا ہے جو اس کے اَغراض و مقاصِد میں معاوِن نہیں ہوتا یہاں تک کہ کبھی تو انسان اپنی اغراض و خواہشات کو پسِ پُشت ڈال دیتا ہے لیکن پھر بھی طبیعت جمیع عجائبات و مشکلات کے علم کی خواہشمند رہتی ہے۔ کیونکہ علم میں معلوم پر غلبہ ہے اور یہ اس کمال کی ایک قسم ہے جو صفات رَبُوبِیَّت میں سے ہے لہٰذا طبعی طور پر یہ محبوب ہے مگر کمالِ علم و کمالِ قدرت کی محبت میں کثیر اغلاط ہیں جن کا بیان ضروری ہے۔

چھٹی فصل: حقیقی اور وہمی کمال کا بیان

وجود میں اِنْفِرادِیَّت کے ذریعے حاصل ہونے والے کمال کے فوت ہو جانے پر صرف علم وقدرت ہی دو ایسی چیزیں رہ جاتی ہیں جن میں کمال حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن اس معاملے میں کمالِ حقیقی کمالِ وہمی کے ساتھ مِل جاتا ہے اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ کمالِ علم اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے لئے ہے اور یہ تین وجہ سے ہے۔

❁...**پہلی وجہ:** معلومات کثیر و وسیع ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم ان تمام کو مُحِیط ہے، لہٰذا جیسے جیسے بندے کا علم بڑھتا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب ہو جاتا ہے۔

❁...**دوسری وجہ:** علم کا تَعَلُّق معلوم سے ایسا ہو کہ اس کی حقیقت معلوم ہو جائے اور معلوم بالکل واضح وروشن ہو جائے۔ بے شک تمام کی تمام معلومات اپنی حقیقتوں کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے بالکل واضح وروشن ہیں اسی وجہ سے جب بندے کا علم زیادہ واضح، زیادہ یقینی، زیادہ سچا اور معلومات کی صفات کے زیادہ

[1] ...سنن الدارمی، باب فی فضل العلم، ۱/ ۱۰۸، حدیث: ۳۳۱ بتغیر قلیل

www.dawateislami.net

مُوافِق ہو جاتا ہے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مزید قریب ہو جاتا ہے۔

✿...**تیسری وجہ:** علم کا ہمیشہ ایسا باقی رہنا کہ وہ کبھی نہ بدلے۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم اَزَلی، اَبدی ہے جس کا بدلنا مُتصَوَّر ہی نہیں، لہٰذا جب بندے کو معلومات کا ایسا علم ہو جاتا ہے جو تغیُّر و تبدُّل کو قبول نہیں کرتا تو بندہ مزید قربِ خداوندی پالیتا ہے۔

معلومات کی اقسام:

معلومات کی دو قسمیں ہیں: (۱)... مُتَغَیِّرات (۲)... اَزَلِیَّات۔

✿...**متغیرات:** (وہ معلومات جو بدل سکتی ہیں) مثلاً زید کے گھر میں موجود ہونے کا علم، لیکن ممکن ہے کہ زید گھر سے نکل جائے اور اس کے گھر میں ہونے کا اعتقاد باقی ہو، اس صورت میں یہ عِلم جَہل ہو کر بجائے کمال کے نقص بن جائے گا، لہٰذا جب تم کسی چیز کے بارے میں اعتقاد رکھو اور تمہارا اعتقاد اس کے موافق بھی ہو پھر تم یہ تَصَوُّر کرو کہ وہ چیز تمہارے اعتقاد کے خِلاف بدل بھی سکتی ہے تو یوں تمہارا کمال نقص ہو جائے گا اور تمہارا علم جہل کی طرف پلٹ جائے گا۔ کائنات کی تمام متغیرات کی یہ مثال ہے مثلاً تم پہاڑ کی بلندی، زمین کی پیمائش اور شہروں کی تعداد اور ان کے درمیان فاصلوں کا علم رکھتے ہو اس کے علاوہ راستوں اور مَمالِک کی معلومات کے بارے میں جو چیزیں ضروری ہیں اسے بھی جانتے ہو، یوں ہی تم لُغات کا بھی علم رکھتے ہو جو ایسی اِصْطِلاحات ہیں جو زمانوں، قوموں اور عادات کے بدلنے کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں تو یہ تمام کی تمام معلومات مثل پارا[1] کے ہیں جو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتا رہتا ہے، ان میں صرف فی الحال کمال ہے اور یہ کمال دل میں باقی نہیں رہتا۔

✿...**اَزَلِیّات:** (وہ معلومات جو بدل نہیں سکتی) اس سے مراد معلوماتِ ازلیہ ہیں۔ مثلا جائز امور کا جائز ہونا، واجبات کا واجب ہونا اور مُحالات (ناممکن) کا مُحال ہونا یہ تمام معلومات اَزَلی ہیں کیونکہ واجب کبھی بدل کر جائز نہیں ہو گا، نہ جائز کبھی محال ہو گا اور نہ ہی کبھی محال بدل کر واجب ہو گا۔ یہ تمام اقسام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفت میں داخل ہیں، لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات وصفات کا علم، آسمانوں اور زمین میں اس کی حکمت کا علم،

[1]... ایک بھاری اور سیال دھات جو ہر وقت بیقرار رہتی ہے۔

www.dawateislami.net

دنیا وآخرت کی ترتیب اور اس کے احوال کا علم کمالِ حقیقی ہے جس میں یہ کمال پایا جائے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قُرب پالیتا ہے نیز یہ کمال موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے اور یہ معرفت موت کے بعد عارِفِین کا نور ہوتی ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے کلام پاک میں اس نور کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

نُوۡرُهُمۡ یَسۡعٰی بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَ بِاَیۡمَانِهِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا (پ۲۸، التحریم: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے دہنے عرض کریں گے اے ہمارے ربّ ہمارے لئے ہمارا نور پورا کردے۔

یعنی یہ معرفت سرمایہ ہوگی اور دنیا میں جو چیز ظاہر نہیں ہوئی تھی وہ بھی ظاہر ہو جائے گی، اس کو یوں سمجھئے کہ جیسے کسی کے پاس ایک دُھندلا چراغ ہو اب اس کے لئے ممکن ہے کہ وہ اس سے دوسرا چراغ جلا کر زیادہ روشنی حاصل کرلے اس طرح اس دھندلے چراغ کے سبب روشنی مکمل ہو جائے گی اور جس کے پاس بالکل چراغ ہی نہ ہو تو وہ دوسرا چراغ جلا کر کیسے روشنی پائے گا؟ ایسے ہی جس کے دل میں سِرے سے معرفتِ الٰہی نہ ہو وہ عارفین کی طرح نورِ معرفت کیسے حاصل کرے گا؟ چنانچہ وہ ایسے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے گا جن سے نکلنے کی کوئی راہ نہ پائے گا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

کَظُلُمٰتٍ فِیۡ بَحۡرٍ لُّجِّیٍّ یَّغۡشٰهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ (پ۱۸، النور: ۴۰)

ترجمۂ کنز الایمان: جیسے اندھیریاں کسی کُنڈے کے دریا میں اس کے اوپر موج، موج کے اوپر اور موج اس کے اوپر بادل اندھیرے ہیں ایک پر ایک۔

لہٰذا معلوم ہو گیا کہ سعادت معرفت خداوندی ہی میں ہے اور اس کے علاوہ جو مَعارِف ہیں ان میں سے بعض کا تو اصلاً کوئی فائدہ ہی نہیں جیسے اَشعار کی معرفت اور اہلِ عَرَب کے نَسَب کی معرفت اور بعض معارف ایسے ہیں جو معرفت الٰہی حاصل کرنے میں مددگار ہوتے ہیں جیسے عَرَبی لُغَت، تفسیر، فِقہ اور اَحادیث کی معرفت کیونکہ عربی لغت تفسیرِ قرآن کی معرفت کے لئے مددگار ہے اور تفسیر کی معرفت قرآن مجید میں بیان کردہ عبادات کی کیفیت اور ان اعمال کی معرفت کے لئے مددگار ہے جن سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور تزکیہ نفس کی پہچان قبول ہدایت اور معرفت الٰہی کے لئے نفس کو تیار کرتی ہے جیسا کہ

www.dawateislami.net

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۪ۙ(۹) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا۔

(پ۳۰، الشمس: ۹)

نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَاؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

(پ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

معلوم ہوا کہ تمام کے تمام مَعارِف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کا وسیلہ ہیں اور کمال صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ، اس کی صفات اور اس کے افعال کی معرفت میں ہے نیز تمام موجودات کی معرفت بھی اس میں شامل ہے کیونکہ تمام ہی موجودات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے افعال میں سے ہیں، لہٰذا جو موجودات میں سے کسی موجود کو اس حیثیت سے جانے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فعل ہے اور اس کا تعلق اس کی قدرت، ارادہ اور حکمت الٰہی سے ہے تو یہ معرفت دراصل اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی معرفت کا ضمیمہ ہے۔ یہ کمال علم کا حکم ہے اگرچہ جاہ وریا کے احکام کے ساتھ اس کا تعلق نہیں لیکن کمال کی اقسام کو پورا کرنے کے لئے اسے ہم نے بیان کر دیا۔

جہاں تک قدرت کی بات ہے تو اس میں کوئی کمالِ حقیقی نہیں اور نہ ہی بندے کو حقیقی قدرت حاصل ہے، قدرتِ حقیقی تو صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، بندے کے ارادے، قدرت اور حَرَکت کے بعد جو اشیاء وقوع پذیر ہوتی ہیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیدا کرنے سے وجود میں آتی ہیں جیسا کہ ہم نے اسے **صَبْر و شُکْر** اور **تَوَکُّل** کے بیان میں ذکر کیا ہے اور مُنْجِیات کے مختلف ابواب کے ضِمْن میں اس پر روشنی ڈالی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کمال علم موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچاتا ہے جبکہ کمالِ قدرت میں یہ بات نہیں۔ البتہ قدرت ہونے کی صورت میں بندے کے لئے فی الحال یہ کمال ہے کہ وہ اس کے ذریعے کمال علم تک پہنچ سکتا ہے اور قدرت یہ ہے کہ اَعضاء کا درست ہونا، ہاتھوں میں پکڑنے کی قوت ہونا، پاؤں میں چلنے کی طاقت ہونا اور حواس کا سلامت ہونا۔ یہ تمام اعضاء کمالِ علم کی حقیقت تک پہنچانے کا آلہ ہیں۔ کبھی انسان کو ان اعضاء کو قدرت بَہَم پہنچانے کے لئے مال وجاہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ ان کے ذریعے لباس و

www.dawateislami.net

رہائش اور کھانے پینے تک رسائی حاصل کرسکے اور یہ مُقَرَّرہ حد تک ہی ہوتا ہے۔ اور جو شخص اس قدرت کو جلال خداوندی کی معرفت کے لئے استعمال نہ کرے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں صرف فی الحال لذت کا حصول ہے جو کہ عنقریب ختم ہو جائے گا، لہٰذا جو اسے کمال خیال کرتا ہے وہ جاہل ہے۔ اکثر لوگ اس جہالت کے نشے میں ہلاک ہو رہے ہیں اور یہ گمان کر رہے ہیں کہ ظُلم و جَبر کے ذریعے لوگوں پر قادر ہونا، بہت زیادہ مال و دولت والا ہونا اور جاہ و منصب کے سبب لوگوں کے دلوں میں تعظیم ہونا یہ کمال ہے اور جب وہ اس جہالت کا اعتقاد کر لیتے ہیں تو اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں، جب محبت پیدا ہو جاتی ہے تو اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب حاصل کر لیتے ہیں تو اس ہی میں مشغول ہو کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں اور اُس کمالِ حقیقی کو بھول جاتے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے نورانی فِرِشتوں کے قریب کرتا ہے اور وہ کمالِ علم اور آزادی ہے۔ جہاں تک علم کی بات ہے تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ وہ معرفتِ الٰہی کا دوسرا نام ہے اور آزادی کا مطلب ہے شہوات کی قید اور دنیا کے غموں سے آزاد ہونا اور ان پر زبردستی غلبہ حاصل کرنا ہے اور یوں فرشتوں کے ساتھ مُشابہَت ہوتی ہے جنہیں نہ شہوت زیر کر سکتی ہے اور نہ غصہ وَرْغَلا سکتا ہے۔ یقیناً غصہ اور خواہشات کے آثار کو خود سے دور کرنا ایسا کمال ہے جو کہ فِرِشتوں کی صفات میں سے ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صِفاتِ کمالیہ کی شان یہ ہے کہ وہ نہ تبدیل ہوتی ہیں نہ غیر کے اثر کو قبول کرتی ہیں، لہٰذا جو شخص تَغیُّر وتَبدُّل اور عَوارِضات کے اثر کو قبول کرنے سے جتنا دور ہو گا وہ اتنا ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب اور فرشتوں سے مشابہ ہو گا نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اس کا مرتبہ بلند ہو گا۔ یہ تیسرا کمال ہے جو کہ علم اور قدرت کے علاوہ ہے، اسے ہم نے کمال کی اقسام میں اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس کی حقیقت عَدَم و نقصان کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ تَغیُّر عیب ہے۔ تغیر کے معنٰی ہیں کسی صِفَت کا ہلاک ہو جانا اور یہ ہلاکت ذات اور صفاتِ کمال میں عیب ہے۔ اب اگر ہم خواہشات سے بچنے اور ان کی تکمیل کے لئے تیار نہ ہونے کو کمال شمار کریں تو کمالات تین ہو جاتے ہیں: (۱)... کمالِ علم اور (۲)... کمالِ آزادی اس سے ہماری مراد دنیوی اسباب کے ارادے اور شہوات کی غلامی کا نہ ہونا ہے اور (۳)... کمالِ قدرت جو کمالِ علم اور کمالِ آزادی حاصل کرنے کا ایک راستہ ہے۔ اور ایسا کوئی راستہ نہیں جس کے ذریعہ وہ کمالِ قدرت حاصل

پیش کش: المدینة العلمیه (دعوت اسلامی)

www.dawateislami.net

کیا جائے جو موت کے بعد بھی باقی رہے کیونکہ بندے کی قدرت ظاہری اموال، قلوب کی تسخیر اور لوگوں کے جسموں پر ہے جو کہ مرنے کے بعد ختم ہو جائے گی جبکہ کمالِ معرفت وآزادی موت سے ختم نہیں ہوتے بلکہ یہ دونوں کمال مرنے کے بعد بھی باقی رہتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے قریب ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جاہلوں کی حالت پر غور کیجئے کیسے وہ اندھوں کی طرح جاہ ومال پر ٹوٹ پڑے حالانکہ یہ کمال سلامت رہنے والا نہیں اور اگر سلامت رہا بھی تو باقی رہنے والا نہیں۔ ان جاہلوں نے کمالِ حُرِّیَّت اور کمالِ علم سے منہ پھیر لیا حالانکہ یہ دونوں کمال کسی کو حاصل ہو جائیں تو ہمیشہ کے لئے باقی رہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول (خرید) لی تو نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ ان کی مدد کی جائے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان:

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا(۴۶) (پ ۱۵، الکھف: ۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار (زینت) ہے اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی۔

کو نہ سمجھا لہٰذا علم وحُرِّیَّت یہی باقی رہنے والے نیک اعمال میں سے ہیں جو کہ بطورِ کمال نفس میں باقی رہتے ہیں جبکہ مال وجاہ عنقریب فنا ہونے والا ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ (پ ۱۱، یونس: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: دنیا کی زندگی کی کہاوت تو ایسی ہی ہے جیسے وہ پانی کہ ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین سے اگنے والی چیزیں گھنی (زیادہ) ہو کر نکلیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُؕ (پ ۱۵، الکھف: ۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے سامنے زندگانی دنیا کی کہاوت بیان کرو جیسے ایک پانی ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہو کر نکلا کہ سوکھی گھاس ہو گیا جسے ہوائیں اڑائیں۔

www.dawateislami.net

اور جو کچھ موت کی ہوائیں اڑا کر لے جائیں وہ دنیا کی کھیتی ہے اور جسے موت ختم نہ کرے وہ باقی رہنے والے نیک اعمال ہیں۔

اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ مال وجاہ کے ذریعہ کمالِ قدرت کمالِ وہمی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ جو شخص اپنا مقصد بنا کر اس کمال کو حاصل کرنے میں وقت ضائع کرتا ہے وہ جاہل ہے، ایسے ہی شخص کی طرف شاعر ابُو الطِّیِّب نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يُّنْفِقُ السَّاعَاتِ فِي جَمْعِ مَالِهِ مَخَافَةَ فَقْرٍ فَالَّذِي فَعَلَ الْفَقْرَ

ترجمہ: جو شخص مُفلِسی کے خوف سے مال جمع کرنے میں وقت گزارتا ہے اس کا یہ عمل ہی مفلسی ہے۔

البتہ جس قدر مال وجاہ کمالِ حقیقی تک پہنچنے کے لئے چاہیے تو اس میں کوئی حَرَج نہیں۔

اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں ان لوگوں میں سے کر جنہیں تو نے بھلائی کی توفیق اور اپنے کرم سے ہدایت عطا فرمائی۔ (اٰمین)

ساتویں فصل: حُبّ جاہ کی محبوب ومذموم صورتوں کا بیان

جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ جاہ کا مطلب دلوں کا مالک ہونا اور ان پر قدرت حاصل کرنا ہے تو اس کا حکم وہی ہے جو مالوں کی ملکیت کا ہے کیونکہ یہ بھی دنیاوی مالوں میں سے ایک مال ہے اور یہ بھی مال کی طرح موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ اس میں پیدا کیا گیا ہے اسے آخرت کے لئے جمع کیا جا سکتا ہے اور جس طرح کھانے، پینے اور لباس کے لئے کچھ مال ہونا ضروری ہے ایسے ہی لوگوں کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے کچھ جاہ ومنصب بھی ضروری ہے نیز جس طرح انسان کھانے سے بے نیاز نہ ہونے کے سبب کھانے سے محبت کرتا ہے یا اس مال سے محبت کرتا ہے جس سے وہ کھانا خرید سکے، ایسے ہی خدمت کے لئے خادم، مدد کے لئے دوست، رہنمائی کے لئے استاد اور اپنی حفاظت اور ظالموں کے ظلم سے بچنے کے لئے بادشاہ کی بھی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس کا یہ پسند کرنا کہ میرے خادم کے دل میں میری محبت ہو تاکہ وہ میری خدمت کرے تو یہ مذموم نہیں، یونہی دوست کے دل میں اپنے لئے محبت کی چاہت کرنا کہ باہم دوستی ومحبت قائم رہے اس میں بھی کوئی برائی نہیں۔ ایسے ہی تمنا کرنا کہ استاد کے دل میں میرے لئے

کچھ جگہ ہو تا کہ وہ مجھ پر عنایت کرتے ہوئے میری رہنمائی فرمائے اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں اور بادشاہ کے دل میں اپنے لئے نرم گوشہ چاہنا کہ وہ شریروں کے شر سے اسے بچائے یہ چاہت بھی بُری نہیں کیونکہ مال کی طرح جاہ بھی مقاصد تک پہنچنے کا وسیلہ ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ اس اَمر میں تحقیق یہ ہے کہ اسے مال و جاہ ذاتی طور پر پسند نہ ہوں بلکہ ان کی حَیثیَّت اس بَیْتُ الخَلَا کی سی ہو جس کا گھر میں ہونا انسان پسند کرتا ہے کیونکہ وہ قضائے حاجت کے لئے اس کا محتاج ہے۔ وہ پسند کرتا ہے کہ اگر اسے قضائے حاجت کی ضرورت نہ ہو تو وہ بیت الخلاء کا بھی محتاج نہ ہو۔ اس سے واضح ہوا کہ حقیقت میں محبت بیت الخلاء سے نہیں کیونکہ جو چیز محبوب کا وسیلہ بنتی ہے وہ مقصود نہیں ہوتی بلکہ اصل مقصود محبوب ہوتا ہے۔ ایک مثال سے بھی آپ اس فرق کو سمجھ سکتے ہیں مثلاً ایک شخص اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعے شہوت کو دور کر سکے جیسا کہ غِلاظَت کو دور کرنے کے لئے بیت الخلاء کو استعمال کرتا ہے، اگر اسے شہوت نہ ہو تو اپنی بیوی کو چھوڑ دے جیسا کہ اگر اسے پیشاب کی ضرورت نہ ہو تو بیت الخلاء میں داخل نہیں ہوتا نہ اس کے چکر لگاتا ہے لیکن بسا اوقات انسان کو اپنی بیوی کی ذات و صفات (حسن واخلاق) سے عشق ہو جاتا ہے اس صورت میں شہوت نہ بھی ہو پھر بھی وہ اسے اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے۔ یہ دوسری محبت ہی اصل محبت ہے پہلی محبت کو محبت نہیں کہا جائے گا، یہی حال جاہ اور مال کا بھی ہے کہ ان سے بھی ان دونوں طریقوں سے محبت کی جاتی ہے۔ لہٰذا ضروریات بدَنی کی حد تک مال و جاہ سے محبت بری نہیں اور ان کی ذات سے ایسی محبت کرنا جو ضروریات سے تجاوز کر جائے یقیناً بُری ہے لیکن ایسی محبت کرنے والے کو گنہگار نہیں کہا جائے گا جب تک کہ وہ جاہ و مال کے سبب کسی گناہ کا مرتکب نہ ہو جائے یا مال و جاہ کے حصول کے لئے جھوٹ، دھوکہ بازی یا کسی ممنوعِ شرعی کا ارتکاب نہ کرلے یا پھر عبادت کو مال و جاہ تک پہنچنے کا ذریعہ نہ بنا لے کیونکہ عبادت کو مال و جاہ کا ذریعہ بنانا دینی جرم ہے اور یہ حرام ہے نیز اسی پر مَمْنُوعَہ ریاکاری کا مفہوم بھی ثابت آتا ہے جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آرہا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

کسی انسان کا اپنے استاد، خادم، دوست، بادشاہ اور اس شخص کے دل میں جاہ و مَنصَب چاہنا جس سے

www.dawateislami.net

اس کا معاملہ رہتا ہے مطلقاً مُباح (جائز) ہے یا اس کی کوئی مخصوص صورت اور مُقرَّرہ حد ہے؟

جواب: یہ طَلَب تین طریقوں پر ہے: دو صورتیں جائز ہیں اور ایک ناجائز۔ ناجائز صورت یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اپنے بارے میں ایسے وَصف کے اعتقاد کے ساتھ جاہ ومنصب کا خواہشمند ہو جو اس میں نہیں مثلاً علم، پرہیز گاری یا نسب وغیرہ تاکہ لوگ اسے سیِّد، عالِم یا مُتَّقِی سمجھیں حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے۔ یہ صورت حرام ہے کیونکہ یہ جھوٹ اور دھوکا دہی ہے، اب چاہے یہ قول کے ذریعے ہو یا فعل کے ذریعے۔ دو جائز صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایسی صِفَت کے سبب جاہ کی طَلَب کرے جو اس میں پائی جاتی ہے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے قول کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن کریم میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ(۵۵) (پ۱۳، یوسف: ۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے زمین کے خزانوں پر کردے بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔

حضرت سیِّدُنا یُوسُف عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے خود کو امین اور علم والا کہہ کر بادشاہ کے دل میں جگہ بنانی چاہی اور بادشاہ کو ایسے شخص ضرورت بھی تھی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے قول میں سچے بھی تھے۔ اور دوسری جائز صورت یہ ہے کہ انسان اپنے عیوب اور گناہوں کے چُھپے رہنے کی چاہت کرے کیونکہ اگر یہ ظاہر ہوگئے تو لوگوں کی نظروں میں اس کا مقام ومنصب گر جائے گا، لہٰذا یہ چاہت بھی جائز ہے کیونکہ گناہوں کو چُھپانا جائز ہے جبکہ کسی کی عزت اچھالنا اور گناہ کا اِظہار کرنا ناجائز ہے نیز ایسا کرنا کوئی دھوکہ بھی نہیں بلکہ یہ ان باتوں کا سدِّباب ہے جن کو جاننے میں کوئی فائدہ نہیں۔ مثلاً: ایک شرابی شخص بادشاہ سے اپنا شرابی ہونا چھپاتا ہے اور اسے یہ باوَر نہیں کرواتا کہ میں متقی ہوں، ہاں اگر وہ یہ کہے کہ میں متقی ہوں تو یہ دھوکا ہوگا اور شراب پینے سے انکار کرنا مُتَّقِی ہونے کے اعتقاد کو لازم نہیں کرتا بلکہ مَحض شرابی نہ ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔

ممنوعاتِ شَرعِیَّہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کے سامنے اچھی طرح نماز پڑھے تاکہ وہ اس کے بارے میں اچھے خیالات رکھیں، یہ ریاکاری اور دھوکا ہے کیونکہ ایسا کرنے والا شخص لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے خالص عَمَل کرنے والا اور خوف رکھنے والا ہوں حالانکہ وہ ریاکاری کر رہا ہوتا ہے، کیسے اسے مُخْلِص کہا جائے؟ لہٰذا اس طریقے پر اور کسی بھی گناہ کے ذریعے جاہ ومَنْصَب طَلَب کرنا

www.dawateislami.net

حرام ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر مالِ حرام حاصل کیا جائے لہٰذا جس طرح جعل سازی اور دھوکا دہی کے ذریعے دوسروں کے مال کا مالک بننا ناجائز و حرام ہے ایسے ہی ریاکاری اور دھوکا دہی کے ذریعے دلوں کا مالک بننا بھی حرام ہے کیونکہ دلوں کا مالک ہونا مال کے مالک ہونے سے بڑا دَرَجہ رکھتا ہے۔

آٹھویں فصل: مَدْح کی خواہش اور مَذَمَّت سے نفرت کے چار اسباب

اپنی تعریف کو پسند کرنا اور دل کا اس سے لُطف اندوز ہونا چار اسباب کے باعث ہوتا ہے:

پہلا سبب:

پہلا سبب سب سے قوی ہے اور یہ نفس کا اپنے آپ کو کامل سمجھنا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ کمال محبوب ہوتا ہے نیز ہر محبوب شے اور اس کا تصوُّر لذّت دیتا ہے، لہٰذا جب نفس اپنے آپ کو کامل خیال کرتا ہے لذت، راحت اور خوشی محسوس کرتا ہے اور مدح ممدوح کو کامل ہونے کا احساس دلاتی ہے۔ ہر وہ وصف جس کی وجہ سے تعریف کی جاتی ہے یا تو ظاہر و واضح ہو گا یا پھر اس میں شک ہو گا۔ اگر وہ وصف ظاہر و واضح طور پر محسوس ہونے والا ہو گا تو اس کے سبب کم لذت حاصل ہوتی ہے لیکن ہوتی ضرور ہے جیسے کسی کی تعریف کی جائے کہ اس کا قد لمبا اور رنگت گوری ہے۔ یہ بھی کمال کی ایک قسم ہے لیکن نفس اس سے غافل ہونے کے سبب اس کی لذت سے ناآشنا ہوتا ہے لیکن جب نفس کو کمال کا شعور ہوتا ہے تو لذت کا احساس بھی پیدا ہو جاتا ہے اور اگر سببِ مدح وہ وصف ہو جس میں شک کیا جاتا ہے تو اس وصف کے ذریعے حاصل ہونے والی لذت بہت زیادہ ہوتی ہے مثلاً کمالِ علم، کمال تقوٰی اور حُسنِ اخلاق کے سبب تعریف ہونا کیونکہ انسان اکثر اپنے حُسن، اپنے کمالِ علم اور کمال تقوٰی کے بارے میں شک کا شکار رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی طرح اس کا یہ شک دور ہو جائے اور اسے یقین ہو جائے کہ وہ ان امور میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تاکہ اس کے نفس کو اطمینان حاصل ہو اور جب کوئی دوسرا اس کا وصف بیان کرتا ہے تو اسے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اس وصف کے کامل ہونے کا یقین اس کے سُرور و لذت کو بڑھا دیتا ہے اور اس سبب

www.dawateislami.net

سے اس وقت لذت مزید بڑھ جاتی ہے جب تعریف کرنے والا اہلِ نظر ہو، صفات کو بخوبی جانتا ہو اور بے جا گفتگو نہ کرتا ہو جیسے کوئی استاد اپنے شاگرد کے عقل مند و فاضل ہونے کی تعریف کرے تو اس سے شاگرد کو انتہائی درجہ کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر تعریف کرنے والا ایسا شخص ہو جو گفتگو میں حد سے بڑھ جاتا ہے یا اوصاف کی کوئی واقفیت نہیں رکھتا تو لذت میں ضُعف ہوتا ہے۔ یونہی مذمت کو ناپسند کرنے کا معاملہ بھی ہے کیونکہ مذمت نفس میں عیب کا شعور دلاتی ہے اور عیب کمال کی ضد ہے، لہٰذا یہ شعور ناپسندیدہ اور تکلیف دہ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے جب کوئی صاحبِ کمال مذمت کرے تو بہت تکلیف ہوتی ہے جیسا کہ تعریف کے معاملہ میں ہم نے اسے بیان کیا۔

دوسرا سبب:

مَدح اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تعریف کرنے والے کا دل ممدوح کا غلام بن چکا ہے اور وہ تعریف کرنے والا اپنے ممدُوح کا مُرید، مُعتَقِد اور فرمانبردار ہے۔ دلوں کی ملکیت محبوب اور اسکے حاصل ہو جانے کا احساس فرحت بَخش ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس وقت لذت بہت زیادہ ہو جاتی ہے جب کوئی طاقتور اور ایسا شخص تعریف کرے جس کا دل قابو میں آجائے تو نَفع ہوتا ہے جیسے بادشاہ یا دیگر صاحبِ ثروت لوگ۔ اور جب کوئی ایسا شخص مدح کرے جس کی کوئی پروا نہیں کی جاتی اور نہ ہی اسے کوئی طاقت وغیرہ ہے اس وقت لذت کم ہوتی ہے۔ ایسے کمزور شخص کے دل کا مالک ہونا گویا ایک حقیر چیز کا مالک ہونا ہے کیونکہ اس کا تعریف کرنا ممدوح کی ناقِص قدرت پر دلالت کرتا ہے۔ اسی وجہ سے مذمت ناپسندیدہ ہوتی ہے اور دل کو تکلیف پہنچتی ہے اور جب یہ مذمت بڑوں میں سے کوئی کرے تو اَذِیَّت و تکلیف بہت ہی بڑھ جاتی ہے کیونکہ اس سے ممدوح کا عظیم فائدہ فوت ہو جاتا ہے۔

تیسرا سبب:

تعریف کرنے والے کی تعریف سننے والوں کے دلوں کا شکار کرنے والی ہے خصوصاً جب تعریف کرنے والا ایسا ہو جس کی بات توجہ سے سُنی جاتی اور مانی جاتی ہو۔ یہ صورت اس وقت ہے جب تعریف

www.dawateislami.net

اشرافِ قوم کے سامنے ہو اور خاص طور پر جب مَجْمَع کثیر ہو اور تعریف کرنے والا لائق تعریف بھی ہو تو ایسی صورت میں لذت بہت زیادہ حاصل ہوتی اور یہی حال مذمت کا بھی ہے۔

چوتھا سبب:

مَدْح سَرائی سے ممدوح کا بارُعب ہونا سمجھ میں آتا ہے اور یہ پتا چلتا ہے کہ تعریف کرنے والا اس کی تعریف میں زبان کھولنے پر مجبور ہے خواہ رغبت سے یا دباؤ کے باعث، نیز رُعب و دَبْدَبہ انسان کو لذیذ ہوتا ہے کیونکہ اس میں غلبہ اور طاقت ہوتی ہے اور اس تعریف سے لذت اس صورت میں بھی حاصل ہوتی ہے جب تعریف کرنے والے کے دل میں اُن اوصاف کا اعتقاد بھی نہ ہو جن کی بنیاد پر وہ تعریف کر رہا ہو لیکن پھر بھی اس شخص کا تعریف کرنا ممدوح کے دبدبہ اور رعب ہی ایک قسم ہے۔ لٰہذا تعریف کرنے والا جس قدر ممدوح کے اوصاف کا مُنکِر ہو گا اسی قدر ممدوح کو اس کی تعریف سے لذت و سرور ملے گا جو معتقد و مرید کی تعریف سے کہیں زیادہ ہو گا۔

کبھی یہ چاروں اسباب ایک تعریف کرنے والے کی تعریف میں جمع ہو جاتے ہیں اس صورت میں اس کی تعریف سے لذت بہت بڑھ جاتی ہے اور کبھی یہ اسباب جدا جدا ہوتے ہیں اس صورت میں لذت کم حاصل ہوتی ہے، بہر حال جہاں تک پہلے سبب کا تعلق یعنی اپنے آپ کو کامل سمجھنے کا تو یہ اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب ممدوح کو معلوم ہو جائے کہ مجھے اچھے نَسَب، عالِم، سخی، یا مُتَّقِی سے تعبیر کرنے والا شخص اپنے قول میں سچا نہیں کیونکہ ممدوح جانتا ہے کہ میں حقیقت میں ایسا نہیں لٰہذا خود کو کامل سمجھنے سے پیدا ہونے والی لذت یوں زائل ہو جاتی ہے اور دل پر مَحْض غَلَبہ کی لذّت اور دیگر لذّات باقی رہ جاتی ہیں اور جب ممدوح یہ جان لے کہ میرا وصف بیان کرنے والا اس وصف کا اعتقاد نہیں رکھتا اور نہ ہی مجھ میں یہ وصف پایا جاتا تو دل پر چھا جانے والے غلبے کا نشہ بھی رَفُو ہو جاتا ہے۔ اب صرف ممدوح کو یہ بات لذت دیتی ہے کہ کم از کم میرے رُعب دبدبہ کی وجہ سے تعریف کرنے والے کی زبان پر تو تعریف باقی ہے لیکن جب ممدوح کو یہ علم ہو کہ یہ تعریف میرے دبدبہ یا عزت کی وجہ سے نہیں بلکہ برائے مذاق ہے تو تمام لذتیں جڑ سے ختم ہو جاتی ہیں کیونکہ ایسی صورت میں تینوں اسبابِ لذات ہی فوت ہو چکے ہیں۔ اس تعریف سے یہ بات اچھی طرح

www.dawateislami.net

معلوم ہو گئی کہ نَفْس تعریف سے کیوں لذّت پاتا ہے اور مذمت سے کیوں اَذِیَّت پاتا ہے اور یہ تفصیل ہم نے اس لئے بیان کی تاکہ حُبّ جاہ، مَدح سَرائی کی چاہت اور مذمت کے خوف کا عِلاج پہچانا جاسکے اور جو سبب کو نہیں جانتا اس کا علاج کرنا ممکن نہیں کیونکہ علاج کا مطلب ہے مَرَض کے اسباب کو جاننا اور حل کرنا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے لُطف وکرم سے توفیق دینے والا ہے اور تمام غلامانِ مصطفٰے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت نازل ہو۔

نویں فصل:

حُبِّ جاہ کا علاج

جان لیجیے! جس پر حُبِّ جاہ غالب آجائے وہ لوگوں کی رِعایت کرنے میں لگا رہتا ہے، ان کے ساتھ محبت سے پیش آتا ہے اور ان کے لئے ریاکاری کرتا ہے، اپنے قول وفِعل میں اس اَمر کا خیال رکھتا ہے جو لوگوں کے نزدیک اس کی قَدْر و مَنْزِلَت بڑھائے اور یہی بات مُنافَقت کا بیج اور فساد کی جڑ ہے نیز لامُحالہ یہ بات عبادات میں سستی اور دکھلاوے کے ساتھ ساتھ ممنوعاتِ شَرعِیَّہ کے اِرتِکاب کا باعث بھی بنتی ہے، کیونکہ ایسا شخص لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عزت ومال کی محبت اور دین میں ان کے فساد کو دو بھوکے بھیڑیوں سے تشبیہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”بے شک یہ محبت نِفاق کو ایسے پروان چڑھاتی ہے جیسے پانی سبزہ اگاتا ہے۔“ نفاق کا مطلب ہے ظاہری قول یا فعل کا باطن کے خلاف ہونا اور جو شخص لوگوں کے دلوں میں قدرومنزلت چاہتا ہے وہ ان کے ساتھ مُنافَقت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور ان کے سامنے بتکلُّف ایسی اچھی عادتوں کا مُظاہَرہ کرتا ہے جو اصلاً اس میں ہوتی ہی نہیں اور یہی عَین مُنافَقت ہے۔ چونکہ حُبِّ جاہ ہلاک کر دینے والے امور میں سے ہے، لہٰذا اس کا علاج اور دل سے اس کو نکالنا ضروری ہے کیونکہ مال کی محبت کی طرح یہ بھی ایک ایسا طَبعِی اَمر ہے جس پر دل سخت ہو چکا ہے اور اس کا عِلاج عِلْم اور عَمَل کے ذریعے ممکن ہے۔

عِلم کے ذریعے حُبِّ جاہ کا علاج:

علم کے ذریعہ علاج کی صورت یہ ہے کہ اس سبب کو جانا جائے جس کی وجہ سے انسان جاہ ومنصب کو پسند کرتا ہے اور وہ سبب ہے لوگوں کی شَخصِیَّت اور ان کے دلوں پر کمالِ قدرت حاصل کرنا۔ ہم بیان کر چکے

www.dawateislami.net

کہ یہ کمال باقی رہنے والا نہیں اگر رہے بھی تو موت اس کی انتہا ہے یہ باقی رہنے والے نیک اعمال میں سے نہیں بلکہ بِالفَرض مَشْرِق سے لے کر مَغْرِب تک زمین کے چپے چپے پر رہنے والا ہر شخص پچاس سال تک بھی کسی کو سجدہ کرتا رہے تو انتہا یہ ہو گی کہ نہ ساجد رہے گا نہ مَسْجُود اور اس کا حال ان صاحبانِ جاہ و منصب کی طرح ہو جائے گا جو اس سے پہلے اپنے چاہنے والوں سمیت مر کر خاک ہو گئے، لہٰذا اس فنا ہونے والی شہرت کے بدلے اس دین کو نہیں چھوڑنا چاہئے جو اَبدی زندگی ہے اور جو شخص کمالِ حقیقی اور کمالِ وہمی کو سمجھ گیا اس کی نظر میں جاہ و منصب حقیر شے ہے بلکہ جس شخص کی نظر میں آخِرت ہوتی ہے وہ اسے اتنی بھی اہمیت نہیں دیتا جتنی کسی ذَرّہ کو دی جاتی ہے۔ وہ موت کو سامنے تصور کرتا ہے اور دنیا کو حقیر خیال کرتا ہے نیز یہ گمان کرتا ہے کہ موت اس کے سر پر کھڑی ہے، اس کا حال حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی طرح ہو جاتا ہے کہ جب انہوں نے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کی طرف ایک خط لکھا تو اس میں یوں تحریر کیا: ''اَمّا بعد! گویا آپ آخری آدمی ہیں جس پر موت کا حکم صادر ہو چکا اور اس کی روح قَفَسِ عُنْصُری سے پرواز بھی کر گئی ہے۔'' غور کریں کہ ان کی مستقبل پر کیسی نظر تھی کہ انہوں نے اسے موجود خیال کیا اور یہی حال حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کا تھا کہ انہوں نے اس کے جواب میں لکھا: ''اَمّا بعد! (آپ اپنے بارے میں یوں خیال کریں) گویا آپ دنیا میں آئے ہی نہیں اور ہمیشہ آخرت میں رہے۔'' ان بزرگوں کی تَوَجُّہ اَنجام پر ہوتی تھی اسی لئے انہوں نے تقویٰ اختیار کیا کیونکہ یہ جانتے تھے کہ بے شک بَھلا انجام پرہیز گاروں کے لئے ہے یہی سبب تھا کہ انہوں نے دنیا میں جاہ و مال کو حقیر جانا جبکہ اس کے مقابلے میں اکثر مخلوق کا یہ حال رہا کہ ان کی کمزور نگاہیں صرف دنیاوی فوائد تک محدود رہیں، ان کی آنکھوں کا نور مُشاہَدے کی طرف نہیں بڑھا۔ اسی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۱۶﴾ وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ﴿۱۷﴾ (پ۳۰، اعلیٰ: ۱۶، ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَ تَذَرُوْنَ

ترجمۂ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ اے کافرو تم پاؤں تلے کی

www.dawateislami.net

الۡاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ (پ۲۹، القیامۃ: ۲۰،۲۱) دوست رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑے بیٹھے ہو۔

لہٰذا جس کا یہ حال ہو اس کو چاہئے کہ دنیاوی آفات ومَصائِب کے تصور سے اپنے دل کا علاج کرے اور اُن بڑے خطرات کے بارے میں فِکْر مند رہے جو دنیاوی صاحِبِ اِقتدار لوگوں کو مصیبت میں ڈال دیتے ہیں کیونکہ ہر صاحِبِ جاہ ومنصب سے حَسَد کیا جاتا اور اس کو ایذا دینے کا قصد کیا جاتا ہے نیز صاحِبِ جاہ اپنی قدر ومنزلت کے بارے میں خوفزدہ رہتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں میری جگہ کم نہ ہو جائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دلوں کا حال اُبلتی ہنڈیا سے بھی زیادہ مُتَغَیِّر (بدلنے والا) ہے۔ جس طرح ہانڈی کبھی اوپر کی طرف اٹھتی ہے اور کبھی نیچے بیٹھ جاتی ہے اسی طرح دل بھی بلندی اور پستی کے درمیان مُتَرَدِّد رہتے ہیں۔ جو شخص لوگوں کے دلوں پر اعتماد کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو سمندر کی موجوں پر عمارت تعمیر کرتا ہے جسے کوئی قرار و مضبوطی نہیں۔

لوگوں کے دلوں کا خیال رکھنا، مرتبہ کی حفاظت، حاسِدین کے حسد کو دور کرنا اور دشمنوں کی اَذِیَّت سے بچنا یہ تمام دنیاوی غم ہیں جن سے جاہ ومنصب کی لذت پھیکی پڑ جاتی ہے لہٰذا آخرت کے نقصان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف دنیا میں ہی مذکورہ دنیاوی غموں کا خوف رکھنے سے ہی جاہ کی امید ختم ہو جاتی ہے تو بہتر یہی ہے کہ کمزور بصیرت کا علاج کیا جائے۔ بہر حال جس شخص کی بصیرت روشن اور ایمان پختہ ہوتا ہے وہ دنیا کی طرف التفات نہیں کرتا۔

عمل کے ذریعہ حُبِّ جاہ کا علاج:

عمل کے ذریعہ علاج کی صورت یہ ہے کہ انسان لوگوں کے دلوں سے اپنی جاہ زائل کرنے کے لئے ایسے کام کرے جس پر لوگ اسے ملامت کریں حتّٰی کہ اس طرح وہ لوگوں کی نظروں میں گر جائے اور اس کے اندر مقبولیت کی لذت کا احساس ختم ہو جائے، گمنامی اور مخلوق کے دُھتکار دینے کو پسند کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مقبول ہونے کو کافی سمجھے۔ یہی طریقہ فرقۂ مَلامَتیہ کا ہے کیونکہ وہ لوگ گناہوں کا اِرتکاب اس لئے کرتے ہیں کہ لوگوں کی نظروں سے گر جائیں اور جاہ ومنصب کی آفت سے محفوظ رہیں لیکن یہ طریقہ دین کے پیشوا کے لئے جائز نہیں ورنہ لوگوں کے دلوں میں دین کی توہین بیٹھ

www.dawateislami.net

جائے گی اور عام آدمی کے لئے بھی جائز نہیں کہ ایسے کسی فعل کی طرف بڑھے جس سے دین کی تحقیر ہوتی ہو بلکہ وہ ایسے جائز امور کرے جو لوگوں کے نزدیک اس کا مرتبہ گھٹا دیں جیسا کہ منقول ہے کہ کسی بادشاہ نے ایک زاہد (دنیا سے کنارہ کش شخص) کے پاس جانے کا ارادہ کیا جب زاہد کو بادشاہ کے قریب پہنچنے کا علم ہوا تو اس نے کھانا اور ساگ منگوایا اور حریصوں کی طرح بڑے بڑے لقمے کھانے لگا جب بادشاہ نے اسے اس حال میں دیکھا تو بادشاہ کی نظر میں اس کی کوئی وَقعت (عزت) نہ رہی اور چلا گیا، زاہد نے اس کے جانے پر کہا: شکر ہے خدا کا جس نے تجھے مجھ سے پھیر دیا۔

اسی طرح ایک درویش نے ایسے پیالے میں پانی پیا جس کا رنگ شراب کا سا تھا تاکہ لوگ سمجھیں اس نے شراب پی ہے اور وہ لوگوں کی نگاہوں میں گر جائے، باعتبارِ فقہ اس کے جائز ہونے میں کلام ہے لیکن درویش لوگ بعض اوقات اپنے نفس کا علاج اس چیز کے ذریعہ کرتے ہیں مُفتی جن کے جائزِ ہونے کا فتوٰی نہیں دیتا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اب ہمارے دلوں کا علاج اسی میں ہے پھر جو کمی زِیادَتی ہوتی ہے اس کا تدارُک کر لیتے ہیں (عام آدمی کے لئے یہ کسی صورت جائز نہیں ہے)، جیسا کہ ایک درویش کے بارے میں منقول ہے لوگوں میں ان کا زُہد و تقوٰی مشہور ہو گیا اور لوگ (برکت کے لئے) ان کے پاس آنے لگے لہٰذا ایک دن وہ دریش ایک حمام میں داخل ہوئے اور کسی اور کے کپڑے پہن کر باہر آکر راستے میں کھڑے ہو گئے، لوگوں نے ان کو پہچان لیا اور پکڑ کر مارنا شروع کر دیا، کپڑے چھین لئے اور چور چور کہتے ہوئے درویش کو وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

جاہ ومَنصَب کی محبت کو ختم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو چھوڑ دے اور ایسی جگہ چلا جائے جہاں اسے کوئی نہ جانتا ہو کیونکہ جو شخص اپنے شہر میں مشہور ہو پھر وہ وہیں اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو جائے تو شُہرت کی چاہت ختم نہ ہو گی بلکہ گوشہ نشینی کے سبب لوگوں کے دل میں اس کی محبت مزید بڑھ جائے گی اور وہ یہ گمان کرے گا کہ میں تو اس کا خواہش مند نہیں ہوں حالانکہ یہ دھوکہ ہے اس کا نفس محض اس لئے پر سکون ہو گیا ہے کہ اسے اپنا مقصود مل گیا اور اگر لوگ اس کے بارے میں اپنا اعتقاد بدل لیں، اس کی مذمت کریں یا کوئی ایسا کام اس کی طرف منسوب کر دیں جو اس کی شان کے لائق نہ ہو تو اس کا نفس غمگین ہو

www.dawateislami.net

جائے گا اور تکلیف محسوس کرے گا۔ ہو سکتا ایسی صورت میں لوگوں کے دلوں سے غُبار دور کرنے کے لئے کوئی حیلہ بہانہ کرے بلکہ عین ممکن ہے بغیر پرواکئے اس سلسلے میں جھوٹ وفریب کا سہارا لے تو ایسی صورت میں یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اب بھی وہ جاہ و منصب کو پسند کرتا ہے۔ اور جاہ و منصب کی چاہت رکھنے والا مال کی محبت رکھنے والے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی بُرا ہے کیونکہ جاہ و منصب کا وبال مال کے وبال سے زیادہ ہے نیز یہ ممکن نہیں کہ لوگوں سے طمع بھی رکھے اور ان کے دلوں میں مقام کی خواہش بھی نہ ہو۔ البتہ جب اپنے ہاتھ سے روزی کمائے یا کسی اور طریقے سے روزی حاصل کرے اور لوگوں سے اس کی طَمَعْ بِالْکُل خَتْم ہو جائے تو اس وقت لوگ اس کی نظر میں کمتر ہو جائیں گے اور اسے کوئی پروانہ ہو گی کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی جگہ ہے یا نہیں جس طرح وہ اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ دور مشرق کے کنارے پر رہنے والوں کے دلوں میں کیا ہے اور کیا نہیں کیونکہ یہ نہ ان کو دیکھ سکتا ہے نہ ان سے کوئی لالچ رکھتا ہے۔ لوگوں سے طمع صرف قناعت ہی کے ذریعہ ختم ہو سکتی ہے، لہٰذا جو قناعت اختیار کرتا ہے وہ لوگوں سے بے پرواہو جاتا ہے اور جو لوگوں سے بے پرواہو جاتا ہے اس کا دل لوگوں میں مشغول نہیں ہوتا اور جاہ و منصب کی اس کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ مختصر یہ ہے کہ جاہ کی چاہت اسی صورت میں ختم ہو سکتی ہے جب آدمی قناعت اختیار کرے اور لوگوں سے طمع کرنا چھوڑ دے اور اس سلسلے میں ان احادیث وروایات سے مدد حاصل کرے جو جاہ و منصب کی مذمت اور گمنامی و بے وقعت ہونے کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ بزرگانِ دین سے منقول ہے: ”مومن قلت، ذلت یا علت (بیماری) سے خالی نہیں ہوتا۔“ لہٰذا آدمی بزرگانِ دین کے احوال میں نظر کرے کہ وہ ظاہری عزت کے مقابلے میں بے وَقْعَت ہونا پسند کرتے تھے اور ثوابِ آخرت میں رغبت رکھتے تھے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْن (اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سب سے راضی ہو۔)

دسویں فصل: مَدح کو پسند کرنے اور مَذَمَّت کو ناپسند کرنے کے اسباب کا علاج

اکثر لوگ مخلوق کی مذمت کے خوف اور ان کی مدح کی چاہت کے سبب ہلاک ہوئے، ان کی حرکات

مذمت کے خوف سے ڈرتے ہوئے اور مدح کی چاہت کرتے ہوئے لوگوں کی مرضی کی موافق رہیں اور یہ چیز ان کی ہلاکت کا سبب بنی، لہٰذا اس کا علاج ضروری ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان اسباب پر غور و فکر کرے جن کے سبب تعریف محبوب اور مذمت ناپسند ہوتی ہے۔

پہلے سبب کا علاج:

پہلا سبب یعنی تعریف کرنے والے کی تعریف کے سبب خود کو باکمال سمجھنا۔ اس صورت میں تمہارا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ تم اپنی عقل کی طرف رجوع کرو اور اپنے آپ سے کہو: یہ صفت جس کی وجہ سے تیری تعریف کی گئی ہے تجھ میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اگر پائی جاتی ہے تو پھر یا تو ایسی صفت ہو گی جس کے سبب تم واقعی تعریف کے مستحق ہو جیسے عِلْم اور تقوٰی یا پھر ایسی صِفَت ہو گی جس کے سبب تم تعریف کے مستحق نہیں ہو جیسے دُنیاوی عُہدہ، جاہ و منزلت اور مالِ دنیا وغیرہ۔ اب اگر وہ صفت دنیاوی ساز و سامان ہے تو اس کی وجہ سے خوش ہونا اس سوکھی گھاس کی طرح ہے جسے عنقریب ہوائیں اڑا لے جائیں گی اور یہ بات کم عقلی کی نشانی ہے کیونکہ جو عقل مند ہوتا ہے وہ یوں کہتا ہے جیسا کہ مُتَنَبِّی نے اپنے شعر میں کہا:

اَشَدُّ الْغَمِّ عِنْدِیْ فِیْ سُرُوْرٍ تَیَقَّنَ عَنْهُ صَاحِبُهُ انْتِقَالاً

ترجمہ: میرے نزدیک سب سے زیادہ غم اس خوشی میں ہے جس کے جلد ختم ہو جانے کا یقین ہے۔

لہٰذا انسان کے لئے دنیاوی سامان پر خوشی کا اظہار کرنا مناسب نہیں اور اگر اس پر خوشی کا اظہار کرے بھی تو تعریف کرنے والے کی تعریف کرنے کے سبب نہیں بلکہ اس کے موجود ہونے پر خوشی کا اظہار کرے اس لئے کہ تعریف سامان کے وجود کا سبب نہیں۔ اگر ایسی صِفَت تم میں پائی جاتی ہے جس کے سبب تم تعریف کے مستحق ہو مثلاً: عِلْم اور تقوٰی تو اس کے سبب کی جانے والی تعریف پر بھی خوش نہیں ہونا چاہئے کیونکہ انجام کی خبر معلوم نہیں کہ کیا ہو گا؟ البتہ علم و تقوٰی کی صورت میں اس بات کی خوشی ضرور ہوتی ہے کہ یہ صفت اللہ عَزَّوَجَلَّ سے قریب کرنے والی ہے مگر پھر بھی خاتمے کا خوف باقی ہے اور جسے بُرے خاتمہ کا خوف ہو وہ دنیا کی ہر خوشی سے منہ پھیر لیتا ہے بلکہ دنیا تو خوشی اور سُرور کا نہیں غموں کا گھر ہے پھر بھی تم اگر حُسنِ خاتمہ کی امید لئے دنیا میں خوش رہتے ہو تو بہتر ہے کہ تمہاری خوشی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل

www.dawateislami.net

کے سبب ہو تعریف کرنے والے کی تعریف کے سبب نہ ہو کیونکہ لذت تو اس بات سے حاصل ہوئی ہے کہ تمہیں ایک کمال کا شُعور حاصل ہوا ہے اور یہ کمال اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل ہی سے موجود ہے، تعریف کرنے والے کی تعریف کو اس میں کوئی دخل نہیں بلکہ یہ تعریف بھی فضلِ الٰہی کے تابع ہے، لٰہذا تیرا تعریف کرنے والے کی تعریف پر خوش ہونا مناسب نہیں اور نہ ہی یہ تعریف تیرے فضل کو بڑھا سکتی ہے۔ اگر تیری تعریف اس وصف کی وجہ سے کی جاتی ہے جو تجھ میں نہیں تو تیرا اس تعریف پر خوش ہونا انتہائی درجے کا جُنون (پاگل پن) ہے۔ ایسی صورت میں تیری مثال اس شخص کی طرح ہو گی جسے لوگ بطورِ مذاق کہیں کہ تمہارے پیٹ میں جو کچھ ہے کتنا ہی مُعَطَّر ہے اور جب تم پاخانہ کرنے جاتے ہو تو اس سے کتنی پیاری خوشبو مہکتی ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جو کچھ اس کے پیٹ اور آنتوں میں ہے سوائے گندگی کے کچھ بھی نہیں پھر بھی وہ اس تعریف پر خوش ہوتا ہے، ایسا ہی تیرا حال ہے کہ تیرے زُہد و تقویٰ کی وجہ سے تیری تعریف کی جاتی ہے اور تو اس پر خوش ہوتا ہے حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تیرے باطنی خبائث، چھپے ہوئے دھوکے اور تیری گندی صفات سے باخبر ہے تو ایسی خوشی انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ تُو سوچ کہ تیرے وصف پر تعریف کرنے والا اگر سچا ہے تو جو وصف تیری خوشی کا سبب ہے وہ تجھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے اور اگر جھوٹا ہے تو اس پر تجھے بجائے خوش ہونے کے غمگین ہونا چاہئے۔

دوسرے سبب کا علاج:

دوسرا سبب یعنی تعریف اس بات پر دلالت کرے کہ تعریف کرنے والے کا دل ممدوح کا مُعتقِد ہو چکا ہے اور اس تعریف کرنے والے کے سبب دوسرے بھی اس کے معتقد ہو جائیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اپنی قدر و منزلت کی چاہت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاج کا طریقہ پہلے بیان ہو چکا کہ لوگوں سے طَمَع ختم کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مقام طلب کرے کیونکہ لوگوں کے دلوں میں جاہ چاہنا اور اس پر خوش ہونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مقام کو گھٹا دیتا ہے تو ایسی خوشی کا کیا فائدہ؟

تیسرے سبب کا علاج:

تیسرا سبب یعنی دبدبہ کہ تعریف کرنے والا تیرے دبدبہ کی وجہ سے تیری تعریف کرنے پر مجبور

www.dawateislami.net

ہے۔ یہ ایک عارضی قدرت ہے جو پائیدار نہیں اس لئے یہ تعریف کا سبب نہیں بن سکتی بلکہ تجھے تو چاہئے کہ تو تعریف کرنے والے کی تعریف پر غم کھائے، اسے برا جانے اور اس پر غصہ کرے کیونکہ بزرگانِ دین سے منقول ہے: ''مدح کی آفت ممدوح پر بہت بڑی آفت ہے۔'' اسے ہم نے زبان کی آفات کے بیان میں بھی ذکر کیا ہے۔ کسی بزرگ کا قول ہے: ''جو تعریف پر خوش ہوا اس نے شیطان کو اپنے پیٹ میں داخل ہونے کا موقع دیا۔'' ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''جب تجھ سے کہا جائے تو کتنا اچھا آدمی ہے اور یہ بات تجھے اس سے زیادہ پسند ہو کہ تجھے کوئی کہے تو کتنا برا آدمی ہے تو خدا کی قسم! تو حقیقت میں بُرا آدمی ہے۔''

تعریف کرنے کی مذمت پر مشتمل تین فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... ایک شخص نے رسولِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے کسی تعریف کی تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس کی تو نے تعریف کی ہے اگر وہ موجود ہوتا اور اپنی تعریف پر خوش ہو جاتا اور اسی پر مر جاتا تو دوزخ میں چلا جاتا۔''(1)

﴿2﴾... ایک مرتبہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تعریف کرنے والے سے ارشاد فرمایا: ''تیرا بُرا ہو تو نے اس کی کمر توڑ دی اگر وہ اسے سن لیتا (اور اس پر خوش ہوتا) تو قیامت تک فلاح نہ پاتا۔''(2)

﴿3﴾... خبردار! ایک دوسرے کی تعریف مت کرو اور جب تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر خاک پھینکو۔(3)

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تعریف سے، اس کے وَبال سے اور اس کے سبب دل میں پیدا ہونے والے لُطف و سُرور سے بہت خوف رکھتے تھے یہاں تک کہ خُلفائے راشدین رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں سے ایک کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے کسی سے ایک چیز کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ مجھ سے بہتر اور میرے مقابلے میں زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔ یہ سن کر وہ جلال میں

1... تذکرۃ الموضوعات، باب ذمّ الدنیا والغنی... الخ، ص ۱۷۷

2... کنز العمال، کتاب الاخلاق، الباب الثانی فی الاخلاق والافعال المذمومۃ، ۳/ ۲۵۹، حدیث: ۸۳۳۲

3... مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب النھی عن المدح... الخ، ص ۱۶۰۰، حدیث: ۳۰۰۲ دون قول: الا لاتمادحوا

www.dawateislami.net

آ گئے اور فرمایا: ”میں نے تمہیں اپنی پاکی بیان کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔“

مروی ہے کہ ایک صحابی سے کسی نے کہا: جب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو باقی رکھے گا لوگ بھلائی میں رہیں گے یہ سن کروہ صحابی جلال میں آ گئے اور فرمایا: ”مجھے لگتا ہے تم اہلِ عراق سے ہو (یعنی اہلِ حجاز سے ہوتے تو تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرتے)۔“

ایک بزرگ کی کسی نے تعریف کی تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیرا بندہ تیری ناراضی کے ساتھ میرے قریب ہونا چاہتا ہے، لہٰذا میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں اس سے بیزار ہوں۔

بزرگانِ دین کا اپنی تعریف کو ناپسند کرنے کی وجہ:

یہ بزرگانِ دین تعریف کو اس لئے ناپسند کرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس تعریف پر خوش ہونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا سبب نہ بن جائے اور چونکہ ان کے دلوں میں یہ خیال رہتا تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے احوال سے باخبر ہے اس لئے وہ مخلوق کی مدح کو قابلِ نفرت جانتے تھے کیونکہ حقیقت میں قابلِ تعریف وہی ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مقرب ہے اور قابلِ مذمت وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے دور اور جسے بُروں کے ساتھ جہنم میں ڈالا جانا ہے۔

لہٰذا جس کی تعریف کی جارہی ہے اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں دوزخیوں میں سے ہے تو اس سے بڑھ کے جہالت کیا ہوگی کہ وہ غیر کی تعریف کے سبب خوش ہو رہا ہے اور اگر جنتیوں میں سے ہے تو اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل اور اس کی تعریف پر خوش ہونا چاہئے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل اور اس کی تعریف کا معاملہ مخلوق کے ہاتھ میں نہیں۔ جب انسان یہ خیال کرتا ہے کہ رزق اور موت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضہ قدرت میں ہے تو مخلوق کی مذمت و تعریف کی طرف اس کی توجہ کم ہو جاتی ہے اور اس کے دل سے تعریف کی چاہت نکل جاتی، یوں وہ اہم دینی امور میں مشغول ہو جاتا ہے۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ بِرَحْمَتِہٖ (اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنی رحمت سے دُرستی کی توفیق دینے والا ہے)۔

گیارہویں فصل: مَذَمَّت کو ناپسند کرنے کا علاج

یہ بات گزر چکی ہے کہ مذمت سے نفرت کا سبب تعریف کو پسند کرنے کے سبب کی ضد ہے، لہٰذا اس کا علاج بھی اسی سے سمجھ میں آئے گا۔

www.dawateislami.net

مذمت کرنے والے کی تین حالتیں:

اس سلسلے میں مختصر بات یہ ہے کہ جو شخص بھی تمہاری مذمت کرے گا وہ تین حال سے خالی نہ ہو گا: (۱)...وہ اپنی بات میں سچا ہو گا اور اس کا ارادہ تجھے نصیحت کرنا اور تجھ پر شفقت کرنا ہو گا۔(۲)...وہ اپنی بات میں سچا تو ہو گا لیکن اس کا ارادہ تجھے اَذِیَّت دینا اور مَشَقَّت میں ڈالنا ہو گا اور (۳)...وہ اپنی بات میں جھوٹا ہو گا۔

پہلی حالت:

یعنی اگر وہ سچا ہے اور اس کا ارادہ نصیحت کا ہے تو تجھے اس کی مذمت کرنے پر یہ مناسب نہیں کہ تو اسے بُرا کہے، اس پر غُصّہ کرے اور نصیحت کرنے کی وجہ سے اس کے لئے دل میں کینہ رکھے بلکہ تجھے چاہیے کہ تو اس کا اِحسان مَنْد رہے کیونکہ جس نے تیرے عیب تجھ پر ظاہر کئے اس نے ہلاکت میں ڈالنے والی چیز تجھ پر واضح کی تاکہ تو اس سے بچے۔ لہٰذا تجھے اس کی نصیحت پر خوش ہونا چاہیے اور اپنے اندر سے اس بُری صفت کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تیرا مذمت پر غمگین ہونا، اس سے نفرت کرنا اور اسے بُرا سمجھنا انتہائی درجہ کی جہالت ہے۔

دوسری حالت:

یعنی وہ تیری مذمت کرنے میں سچا ہے مگر اس کا ارادہ تجھے اذیت دینا ہے تو اس صورت میں بھی تجھے اس کی بات سے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ اس نے تجھے تیرا ایک ایسا عیب بتایا ہے کہ اگر تو اسے پہلے نہ جانتا تھا تو اب جان گیا یا پہلے تو اپنے عیب کو بھولا ہوا تھا تو اس نے تجھے یاد دلا دیا یا اس نے تیری اس صِفت کو تیری نظروں میں بُرا قرار دیا جسے تو اچھا خیال کرتا تھا تاکہ تو اس کا اِزالہ کر سکے۔ یہ تمام امور تمہاری سعادت کے اسباب ہیں تجھے ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ تجھے اپنی مذمت سننے کی وجہ سے یہ اسبابِ سعادت تحفے میں ملے ہیں لہٰذا اب تم سعادت کی طلب میں مشغول ہو جاؤ اور اس بات کو اس مثال سے سمجھو کہ تم بادشاہ کے دربار میں جانے کا ارادہ کرتے ہو اور تمہارے کپڑوں پر گندگی لگی ہوئی ہے لیکن تمہیں اس کا علم نہیں اسی حالت میں اگر تم دربار میں داخل ہو جاؤ تو تم پر یہ خوف ہے کہ بادشاہ کہیں تمہاری گردن مارنے کا حکم نہ

www.dawateislami.net

دیدے کیونکہ تمہاری گندگی کے سبب اس کی درباری مجلس خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسی دوران اچانک تمہیں ایک شخص کہتا ہے: ''اے گندگی والے اپنی گندگی کو صاف کرو۔'' تو تمہیں چاہئے کہ تم اس بات پر خوشی کا اظہار کرو کیونکہ اس کا تمہیں تنبیہ کرنا تمہارے لئے غنیمت ہے۔ یوں ہی تمام بُری صِفات آخِرت کے معاملے میں ہلاک کرنے والی ہیں اور انسان کو ان کا علم اپنے دشمنوں کی زبان سے پتا چلتا ہے، لہٰذا تمہیں چاہئے تم اس کو غنیمت جانو۔ اور دشمن کا تمہیں مَشَقَّت میں ڈالنے کا ارادہ تو اس کا گناہ تو دشمن کے سر ہے اور تمہارے حق میں تو اس کی مذمت نعمت ہے، لہٰذا تمہیں اس نعمت پر غصہ نہیں کرنا کیونکہ وہ تمہیں اپنے قول کے ذریعے فائدہ اور خود کو نقصان پہنچا رہا ہے۔

تیسری حالت:

یعنی وہ تم پر ایسا جھوٹ باندھے جس سے تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بَری ہو تو اس حالت میں بہتر ہے کہ تم اسے بُرا نہ جانو اور نہ اس کی مذمت میں وقت برباد کرو بلکہ تم تین باتوں میں غور وفکر کرو۔

۞...**پہلی بات:** یہ غور کرو کہ اگر تم میں وہ بُرائی نہیں پائی جا رہی تو کیا ہوا اس جیسی کئی اور برائیاں تو تم میں موجود ہیں جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پردہ ڈال رکھا ہے، لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہارے عیوب کسی پر ظاہر نہیں فرمائے اور ان کے بجائے تمہیں ایک ایسے عیب کے حوالے کر دیا جس سے تم بَری ہے۔

۞...**دوسری بات:** یہ غور کرو کہ بے شک جو عیب تم میں نہیں اس کے ذریعے تمہاری مذمت کرنا تمہارے بقیہ گناہوں اور کوتاہیوں کے لئے کفارہ ہے گویا مذمت کرنے والے نے تجھ میں نہ پائے جانے والے عیب کی نسبت تمہاری طرف کر کے تمہیں ان تمام عیبوں سے پاک کر دیا ہے جن میں تم گرے ہوئے ہو۔ اور جس نے بھی تمہاری غیبت کی اس نے اپنی نیکیاں تمہیں ہدیہ کر دیں اور جس نے تیری تعریف کی یقیناً اس نے تیری کمر توڑ ڈالی۔ حیرت ہے تجھ پر کہ کمر کے ٹوٹنے پر خوش ہوتا ہے اور نیکیوں کا تحفہ ملنے پر غم کھاتا ہے حالانکہ وہ نیکیاں تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے قریب کرنے والی ہیں اور تو اس خیال میں بھی ہے کہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب چاہتا ہے۔

۞...**تیسری بات:** تجھے غور کرنا چاہئے کہ اس بے چارے نے اپنا دینی نقصان کر کے خود کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نظرِ رحمت سے گرا دیا ہے اور جھوٹ باندھنے کے سبب خود کو ہلاک کر کے دردناک عذاب پر پیش کر دیا

www.dawateislami.net

ہے۔ لہٰذا جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر غضبناک ہے تو تجھے اس شخص پر غصہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ غصہ کرنے کی صورت میں تم شیطان کو اَللّٰھُمَّ اَھْلِکْہُ (اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اس شخص کو ہلاک کر) کہہ کر خوش کر رہے ہو بلکہ تمہیں اس طرح دعا کرنے چاہئے: اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْہُ (اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اس کو نیک بنادے) اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْہِ (اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اس کی توبہ قبول فرما) اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ (اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اس پر رحم فرما)

جنگِ اُحد میں جب حضور خاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دندانِ مبارک شہید کئے گئے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے چہرے کو زخمی کیا گیا اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید کیا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس وقت یوں دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْن یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میری قوم کو معاف فرما، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما، بے شک یہ لوگ نہیں جانتے۔[1]

کسی شخص نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے سر کو زخمی کیا تو آپ نے اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی۔ ایسا کرنے پر آپ پر اِعتراض کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”میں صرف یہ جانتا ہوں مجھے اس کے سبب اَجر دیا گیا ہے اور چونکہ اس شخص کے سبب مجھے بھلائی ہی پہنچی ہے تو میں اس بات پر راضی نہیں کہ میری وجہ سے وہ عذاب میں گرفتار ہو۔“

لہٰذا تجھے اپنی مذمت بری نہیں لگنی چاہئے اس پر ایک چیز تیری مددگار ہوسکتی ہے اور وہ ہے لالچ کا نہ ہونا کیونکہ جس شخص سے تجھے کوئی طَمَع نہیں جب وہ تیری مذمت کرے گا تو تیرے دل پر اس کا اثر بہت کم ہوگا اور دین کی اصل قناعت ہے اور اسی کے سبب جاہ ومال کی محبت ختم ہوسکتی ہے، جب تک طمع باقی رہے گی تو جس سے تمہیں طمع ہے تم اس کے دل میں مدح وجاہ کے طلبگار رہو گے اور تمہاری تمام تر توجہ اس کے دل میں اپنا مقام بنانے پر رہے گی اور یہ چیز دین کی بربادی کی طرف لے جاتی ہے۔ لہٰذا جو مال وجاہ کی طمع رکھتا ہے، مدح کی چاہت اور مذمت سے نفرت کرتا ہے اسے اپنے دین کی سلامتی کی امید نہیں رکھنی چاہئے کیونکہ یہ اس کے لیے بہت بعید ہے۔

---

1 ...دلائل النبوۃ للبیہقی، باب سیاق قصۃ خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی احد...الخ، ۳/ ۲۱۵

تاریخ مدینہ دمشق، الرقم: ۷۹۳۲، نوح بن لملک علیہ السلام، ۶۲/ ۲۴۷

www.dawateislami.net

بارھویں فصل: **تعریف و مَذَمَّت کے سلسلے میں لوگوں کی چار حالتیں**

جان لیجئے کہ مذمت کرنے والے اور تعریف کرنے والے کی نسبت سے لوگوں کی چار حالتیں ہیں:

پہلی حالت:

تعریف پر خوش ہونا اور تعریف کرنے والے کا شکریہ ادا کرنا، مذمت پر غصے میں آنا اور مذمت کرنے والے سے بُغض رکھنا نیز اس سے بدلہ لینا یا بدلہ لینے کی خواہش رکھنا۔ اکثر لوگوں کا یہی حال ہے اور اس سلسلے میں یہ انتہائی درجہ کی معصیت ہے۔

دوسری حالت:

انسان اندر ہی اندر برائی کرنے والے پر ناراض ہوتا ہے لیکن اپنی زبان اور دیگر اَعضاء کو بدلہ لینے سے روکے رکھتا ہے، تعریف کرنے والے سے دل ہی دل میں خوش ہوتا ہے لیکن اس خوشی کا اظہار نہیں کرتا۔ یہ حالت بھی نقصان دہ ہے مگر پہلی کے مقابلے میں کمال ہے۔

تیسری حالت:

انسان کے نزدیک تعریف کرنے والے اور مذمت کرنے والے میں کوئی فرق نہ ہو، نہ مذمت پر غمگین ہو اور نہ تعریف پر خوش ہو، یہ کمال کا پہلا درجہ ہے۔ بعض عبادت گزار خود کو اس وصف سے موصوف گمان کرتے ہیں حالانکہ اگر وہ اس کی علامات کے ذریعے اپنا امتحان نہ لیں تو دھوکا کھا جائیں۔ اس وصف کی علامتوں میں سے چند یہ ہیں: مذمت کرنے والا اگر اس کے پاس دیر تک بیٹھے تو اس کے بیٹھنے کو تعریف کرنے والے کے اتنی دیر تک بیٹھنے سے زیادہ بوجھ محسوس نہ کرے، تعریف کرنے والے کی حاجت کو پورا کرنے میں جس قدر خوشی اور چستی محسوس کرے مذمت کرنے والے کی حاجت کو پورا کرنے میں بھی اسی قدر کرے اس سے کم نہ ہو، اپنی مجلس سے مذمت کرنے والے کے چلے جانے کو تعریف کرنے والے کے چلے جانے کے مقابلے میں ہلکا نہ جانے، جتنی تکلیف تعریف کرنے والے کی موت پر

www.dawateislami.net

محسوس کرے مذمت کرنے والے کی موت پر بھی اتنی ہی کرے، تعریف کرنے والے کو پہنچنے والی مصیبت اور دشمنوں کی ایذا پر جتنا غمگین ہو اتنا ہی غمگین مذمت کرنے والے کو پہنچنے والی مصیبت پر بھی ہو، تعریف کرنے والے کی خطا مذمت کرنے والے کی خطا کے مقابلے میں معمولی خیال کرے۔ جب تعریف کرنے والے کی طرح مذمت کرنے والے کا معاملہ بھی معمولی معلوم ہو اور ہر اعتبار سے دونوں میں برابری رکھے تو یقیناً اس شخص نے اس تیسری حالت کو پالیا لیکن یہ بہت بعید اور دلوں پر بہت شدید ہے۔ اور مخلوق کی تعریف کے سبب اکثر لوگ دل ہی دل میں خوش ہوتے لیکن مذکورہ علامات کے ذریعے اپنا امتحان نہ لینے کی وجہ سے غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔

ایک شیطانی وَسْوَسَہ اور اس کا عِلاج:

عبادت گزار کبھی مذمت کرنے والے کے مقابلے میں تعریف کرنے والے کی طرف اپنے دل کو مائل پاتا ہے اور شیطان اس میلان کو اس کی نظر میں یہ کہتے ہوئے اچھا کر دیتا ہے کہ برائی کرنے والا تیری برائی کرنے کے سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کر رہا ہے اور تیری تعریف کرنے والا یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کر رہا ہے، لہٰذا یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟

عبادت گزار کا یہ خیال کرنا کہ برائی کرنے والے کو برا جاننا دین ہی ہے تو یہ شیطانی دھوکا ہے کیونکہ عبادت گزار اگر غور وفکر کرے تو اسے یہ معلوم ہو گا کہ اس کی مذمت کرنے والے نے جس چیز کا ارتکاب کیا ہے اس سے کئی گنا بڑھ کر لوگ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں لیکن نہ وہ ان کو برا جانتا ہے اور نہ ان سے دور بھاگتا ہے نیز اس کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ جو اس کی تعریف کر رہا ہے ممکن ہے وہ کسی اور کی مذمت بھی کرتا ہو اور یوں وہ غیر کی مذمت کرنے کی وجہ سے اپنی تعریف کرنے والے سے نفرت بھی نہیں کرتا جیسا کہ وہ اپنی مذمت کرنے والے کے ساتھ یہی رویہ رکھتا ہے حالانکہ مذمت جب گناہ ہے تو برابر ہے اس کی ہو یا کسی دوسرے کی ہو۔ مذکورہ وضاحت سے معلوم ہوا کہ عابد کا غصہ اپنے نفس وخواہش کی وجہ سے ہے جبکہ شیطان اس کو باور کرواتا ہے کہ یہ دین سے ہے یہاں تک کہ وہ عابد اپنی خواہش اور اس شیطانی وسوسے کی پیروی کے سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مزید دور ہو جاتا ہے، اور جو شخص شیطان کے مکروفریب اور نفس کی

www.dawateislami.net

آفات سے باخبر نہیں ہوتا اس کی اکثر عبادتیں محض ضائع ہونے والی تھکاوٹیں ہیں جن سے دنیا میں کوئی فائدہ نہیں اور آخرت میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾

(پ۱۶، الکھف: ۱۰۳، ۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

چوتھی حالت:

چوتھی حالت ہے عبادت میں سچا ہونا یعنی وہ تعریف کو ناپسند کرتا ہے اور تعریف کرنے والے پر ناراض ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا ایک ایسا فعل ہے جو کمر توڑنے والا اور دین کو نقصان پہنچانے والا فتنہ ہے نیز وہ مذمت کرنے والے کو پسند کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس نے میرے عیب پر مجھے باخبر کیا اور اہم بات کی طرف میری رہنمائی بھی کی اور اپنی نیکیاں مجھے ہدیہ کیں، رسولِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”عاجزی کی اصل یہ ہے کہ تم نیکی اور پرہیزگاری کے ساتھ اپنا ذکر کئے جانے کو ناپسند کرو۔“[1]

ایک روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”روزہ دار کے لئے خرابی ہے، شب بیداری کرنے والے کے لئے خرابی ہے اور اونی لباس پہننے والے کے لئے خرابی ہے مگر وہ؟ “عرض کی گئی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ”مگر وہ۔“ سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا: ”مگر وہ جو اپنے آپ کو دنیا سے بچائے، تعریف کو ناپسند کرے اور مذمت کو اچھا جانے۔“[2] لیکن ایسا کرنا بہت دشوار ہے۔ ہم جیسوں کی طمع کی انتہا دوسری حالت تک ہی ہوسکتی ہے کہ مذمت کرنے والے پر نفرت اور تعریف کرنے والے پر خوش ہونے کو دل میں چھپائے رکھیں اور قول

---

1 ...الزھد لھناد بن السری، باب التواضع، ۲/ ۴۱۴، حدیث: ۸۰۷ بتغیر

2 ...تذکرۃ الموضوعات، باب ذم الدنیا والغنی... الخ، ص ۱۷۴

www.dawateislami.net

وفعل سے اس کا اظہار نہ کریں۔ جہاں تک تیسری حالت کی بات ہے یعنی تعریف کرنے اور مذمت کرنے والے کو برابر جاننا تو اس کی طَمَع ہم نہیں کر سکتے بلکہ اگر ہم دوسری حالت کی علامات کے ذریعہ اپنے آپ کو جانچیں تو بھی نامکمل پائیں کیونکہ ہم تعریف کرنے والے کی عزت اور اس کی حاجات کو پورا کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور مذمت کرنے والے کی عزت وتعریف اور اس کی حاجات کو پورا کرنا ہم پر گراں گزرتا ہے نیز باطنی حالت کی طرح ظاہری طور پر بھی ہم ان کو برابر درجہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ جو شخص تعریف کرنے والے اور مذمت کرنے والے کے ساتھ ظاہری طور پر برابری کا برتاؤ کرنے کی طاقت رکھتا ہے اگر وہ مل جائے تو اس دور میں پیشوا بننے کے لائق ہے مگر ایسا شخص کبریتِ اَحمر (عنقا پرندے کی طرح) ہے جس کی لوگ باتیں تو کرتے ہیں لیکن وہ نظر نہیں آتا۔ جب دوسری حالت کی یہ صورت ہے تو تیسری اور چوتھی صورت کے بارے میں کیا گمان کیا جاسکتا ہے۔۔۔؟ بہر حال ان میں سے ہر درجے میں بھی آگے مزید چند درجات ہیں۔ چنانچہ تعریف کے سلسلے میں درجات کچھ اس طرح ہیں:

تعریف کے سلسلے میں مزید درجات:

بعض لوگ اپنی شُہرت اور تعریف کے خواہشمند ہوتے ہیں لہذا اس کو پانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں حتی کہ عبادات میں ریاکاری کرتے ہیں اور لوگوں کی زبانوں پر اپنی تعریف اور ان کے دلوں کو مائل کرنے کے نشہ میں گناہ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے یہ لوگ ہلاک ہونے والے ہیں۔

بعض لوگ شُہرت وتعریف کو جائز چیزوں کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور عبادات کو سبب نہیں بناتے نہ ہی گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، یہ لوگ گرنے والے گڑھے کے کنارے پر ہیں کیونکہ یہ اس کلام اوران اعمال کی حدود نہیں جانتے جن کے وسیلہ سے یہ لوگوں کے دلوں کو مائل کرنا چاہتے ہیں تو عین ممکن ہے کہ یہ لوگ تعریف کی چاہت میں وہ کر گزریں جو جائز نہیں لہذا ایسے لوگ ہلاکت کے قریب تر ہیں۔

بعض لوگ وہ ہیں جو تعریف کی چاہت نہیں رکھتے نہ ہی اس کو پانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب تعریف کی جاتی ہے تو خوشی ان کے دلوں میں سرایت کر جاتی ہے اگر وہ اس حالت کا مجاہدے کے ذریعہ مقابلہ نہ کریں اور بتکلف اس کو برا نہ جانیں تو ممکن ہے کہ یہ خوشی ان کو اس درجہ میں لوٹا دے جس میں

www.dawateislami.net

پہلے وہ تھے اور اگر اس معاملے میں اپنے نفس سے جہاد کریں، اپنے دل کو تعریف کی ناپسندیدگی پر مجبور کریں اور تعریف کی آفات میں غور وفِکْر کرکے اس کے سُرُور سے نفرت کریں تو پھر بھی یہ لوگ مجاہدے کے خطرے میں رہتے ہیں کبھی جیت جاتے ہیں اور کبھی ہار جاتے ہیں۔

بعض لوگ وہ ہیں جو تعریف پر نہ خوش ہوتے ہیں نہ رنجیدہ اور نہ ہی وہ تعریف ان میں کوئی اثر کرتی ہے یہ لوگ اچھے ہیں اگرچہ پوری طرح اخلاص نہیں پایا جاتا۔

بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اپنی تعریف سننا ناپسند کرتے ہیں لیکن نوبت یہاں تک نہیں پہنچتی کہ تعریف کرنے والے پر غصہ ہوں یا کوئی اعتراض کریں۔

خلاصۂ کلام:

اس باب میں سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تعریف کو ناپسند کرنے کے ساتھ ساتھ غصے میں آجائے اور صدقِ دل کے ساتھ اس کا اظہار بھی کرے۔ ایسا نہ کرے کہ غُصّہ ظاہری ہو اور دل اس تعریف کرنے والے کو پسند کر رہا ہو یہ تو عین منافقت ہے کیونکہ وہ اپنی طرف سے صِدْق واخلاص کو ظاہر کر رہا ہے جبکہ حقیقت میں اس سے خالی ہے۔ اسی طرح مذمت کرنے والے کے حق میں بھی مختلف احوال ہیں جو تعریف کے احوال کی ضد ہیں، ان میں سے پہلا درجہ غصہ کا اظہار کرنا اور آخری درجہ خوشی کا اظہار کرنا ہے اور اپنی مذمت پر خوشی کا اظہار وہی شخص کرے گا جو اپنے نفس کے سرکش ہونے کی وجہ سے اس کے لئے دل میں کینہ رکھے کہ میرا نفس بہت عیب دار، جھوٹے وعدے اور انتہائی مکر و فریب والا ہے نیز اپنے نفس سے دشمن کے جیسا بغض رکھے کیونکہ انسان اس شخص سے خوش ہوتا ہے جو اس کے دشمن کی مذمت کرے اور یہ شخص چونکہ اپنے نفس کا دشمن ہے، لہٰذا نفس کی مذمت پر خوش ہوگا اور مذمت کرنے والے کا شکریہ ادا کرے گا اور مذمت کرنے والے کے ذہین ہونے کا اعتقاد رکھے گا کیونکہ وہ اس کے نفس کے عیب پر واقف ہوگیا۔ اور یہ مذمت اس شخص کے لئے مذمت کرنے والے کی طرف سے گویا تَشَفِّی اور غنیمت ہے کیونکہ اس کی مذمت نے اسے لوگوں کی نظروں میں گرا کر شُہرت کے فتنے میں مبتلا ہونے سے بچا لیا اور چونکہ انسان بہت ساری نیکیوں پر ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتا، لہٰذا امید ہے یہ مذمت اس کے ان عیبوں کا

www.dawateislami.net

مُداوا ہو جائے جن کو دور کرنے سے وہ عاجز ہے اور اگر مرید اپنی تمام عمر بھی اس ایک صفت کو پانے کی کوشش کرے اور وہ یہ کہ تعریف کرنے والا اور مذمت کرنے والا اس کے نزدیک ایک ہی درجہ میں ہو تو وہ ایک ایسے کام میں مشغول ہو جائے گا کہ دوسرے کسی کام کے لئے فارغ نہ ہو گا۔ مرید اور سعادت کے مابین کثیر گھاٹیاں ہیں جن میں سے ایک یہی ہے نیز جب تک مرید عمر بھر سخت مجاہدہ نہ کرے کسی ایک گھاٹی کو بھی عبور نہیں کر سکتا۔

باب نمبر2: عبادات کے ذریعے جاہ ومنزلت کی طلب

(اس میں 11 فصلیں ہیں)

❁...**دوسری قسم: عبادات کے ذریعہ جاہ ومنزلت کا حصول** اس میں درج ذیل امور کا بیان ہو گا:

(۱)...ریاکاری کی مذمت (۲)...ریاکاری کی حقیقت اور اس چیز کا بیان جس کے ذریعے ریاکاری ہوتی ہے (۳)...ریاکاری کے مراتب (۴)...پوشیدہ ریاکاری کا بیان (۵)...اس ریاکاری کا بیان جس سے عمل ضائع ہوتا ہے اور جس سے نہیں (۶)...ریاکاری کی دوا اور اس کا علاج (۷)...نیکیوں کو ظاہر کرنے کی اجازت کا بیان (۸)...گناہوں کو چھپانے کی اجازت کا بیان (۹)...ریاکاری اور آفات کے خوف سے عبادات کو چھوڑنے کا بیان (۱۰)...اس چیز کا بیان کہ مخلوق کے دیکھنے کے سبب بندہ کس قدر عبادات پر خوش ہو سکتا ہے (۱۱)...عبادت سے پہلے اور بعد مرید کے لئے کس چیز کو دل میں جمائے رکھنا لازم ہے۔ یہ کل 11 فصلیں ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق دینے والا ہے۔

پہلی فصل: ریاکاری کی مذمت

یاد رکھئے! ریاکاری حرام ہے اور ریاکار پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا غضب ہوتا ہے، اس پر آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ دین کے اقوال شاہد ہیں۔

ریاکاری کی مذمت پر مشتمل چار فرامین باری تعالیٰ:

❁1❁...

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۙ﴿۴﴾ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ ترجمۂ کنزالایمان: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے

www.dawateislami.net

سَاهُوْنَ ۙ﴿۵﴾ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۙ﴿۶﴾ بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

(پ۳۰، الماعون: ۴تا ۶)

﴿2﴾...

وَالَّذِیْنَ یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو برے داؤں (فریب) کرتے ہیں وَمَكْرُ اُولٰٓىٕكَ هُوَ یَبُوْرُ ﴿۱۰﴾ (پ۲۲، فاطر: ۱۰) ان کے لئے سخت عذاب ہے اور انھیں کا مکر برباد ہو گا۔

حضرت سیِّدُنا امام مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں: اس آیت میں مراد ریاکار ہیں۔[1]

﴿3﴾...

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ (پ۲۹، الدھر: ۹) ترجمۂ کنزالایمان: ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

اس آیت مبارکہ میں ہر اس ارادے کی نفی کر کے جس کا مقصد رِضائے الٰہی نہ ہو مُخْلِصِین کی تعریف فرمائی گئی کیونکہ ریاکاری اخلاص کی ضد ہے۔

﴿4﴾...

فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا۠ ﴿۱۱۰﴾ (پ۱۶، الکھف: ۱۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو اپنی عبادات و اعمال پر ثواب اور تعریف دونوں کے طلبگار ہیں۔

ریاکاری کی مذمت پر مشتمل 14 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... ایک شخص نے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: نجات کس میں ہے؟ ارشاد فرمایا: بندہ لوگوں کو دکھانے کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت نہ کرے۔[2]

---

1 ...الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرۃ الثانیۃ: الشرک الاصغر وھو الریاء، ۱/ ۷۶

2 ...اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب التحذیر من الریاء...الخ، ۱/ ۳۳۵، حدیث: ۲۰۲ بتغیر

www.dawateislami.net

﴿2﴾... تین قسم کے لوگوں یعنی (۱)... شہید، (۲)... اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ دینے والا اور (۳)... قاری قرآن کے متعلق مروی ہے جسے ہم نے اخلاص کے بیان میں بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان میں سے ہر ایک سے فرمائے گا: ''(چنانچہ صدقہ دینے والے سے فرمائے گا) تو نے جھوٹ کہا تیرا مقصد تو یہ تھا کہ لوگ تیرے متعلق کہیں تو بہت بڑا سخی ہے۔ (شہید سے فرمائے گا) تو نے جھوٹ کہا تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ تجھے کہیں کہ تو بہت بڑا بہادر ہے۔ (قاریِ قرآن سے فرمائے گا) تو نے جھوٹ کہا تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ تیرے متعلق کہیں کہ تو قاریِ قرآن ہے۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس حدیث مبارکہ میں یہ خبر دی کہ انہیں ان کی ریاکاری کے سبب ثواب نہیں دیا گیا کیونکہ ان کی ریاکاری نے ان کے عمل ضائع کر دیئے۔''[1]

﴿3﴾... جو ریاکاری کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے عمل کو (بروز قیامت) ظاہر کر دے گا اور جو شہرت کے لئے عمل کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے مشہور کر دے گا[2]۔[3]

ایک طویل حدیث میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں سے فرمائے گا: اس نے اپنے عمل سے میرا ارادہ نہیں کیا اسے سِجِّیْن[4] میں ڈال دو۔

﴿4﴾... مجھے تم پر سب سے زیادہ شرکِ اصغر کا خوف ہے، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! شرکِ اصغر کیا ہے؟ فرمایا: ریاکاری۔ قیامت کے دن جب اللہ عَزَّوَجَلَّ بندوں کو

1... سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الریاء والسمعة، ۴/ ۱۶۹، حدیث: ۲۳۸۹

2... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد7، صفحہ 129** پر اسی مفہوم کی روایت کے تحت فرماتے ہیں: یعنی جو کوئی عبادات لوگوں کے دکھلاوے سنانے کے لئے کریگا تو اللہ تعالٰی دنیا یا آخرت میں اس کے عمل لوگوں میں مشہور کر دیگا مگر عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذلت کے ساتھ کہ لوگ اس کے عمل سنکر اس پر پھٹکاری کرینگے اس کی شرح ابھی کچھ آگے آرہی ہے ہم نے دیکھا کہ بعض لوگ اپنے صدقات خیرات شہرت کے لئے اخباروں میں دیواروں پر لکھواتے ہیں لوگ پڑھ پڑھ کر ان پر لعن طعن کی بوچھاڑ کرتے ہیں کہ اس شہرت کی کیا ضرورت تھی بعض لوگ شہرت کے لئے اولاد کی شادیوں میں بہت خرچ کرتے ہیں مگر چوطرفہ (چار جانب) سے ان پر پھٹکار پڑتی ہے کہ خدا کی پناہ اس حدیث کا ظہور آج بھی ہو رہا ہے۔

3... مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب من اشرک فی عملہ غیر اللہ، ص ۱۵۹۴، حدیث: ۲۹۸۶

4... جہنم کے ایک طبقے کا نام، امام مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں: ساتوں زمین کے نیچے ایک مقام کا نام ہے جہاں کفار کی ارواح قید ہیں۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۱۰/ ۷۲)

www.dawateislami.net

ان کے اَعمال کا بدلہ دے گا تو ریاکاروں سے فرمائے گا: ان کے پاس جاؤ جن کو دکھانے کے لئے تم دنیا میں عمل کیا کرتے تھے، دیکھو کیا تم ان کے پاس کوئی بدلہ پاتے ہو؟[1]

﴿5﴾... ''جُبُّ الْحُزْن'' سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگو۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: جہنم کی ایک وادی ہے جو ریاکار علما کے لئے تیار کی گئی ہے۔[2]

﴿6﴾... حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: جس نے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے ساتھ کسی کو شریک کیا تو اس کا سارا عمل اسی کے لئے ہے میں اس سے بری ہوں اور میں سب سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہوں۔[3]

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی ایک کا روزہ ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے سر اور داڑھی میں تیل لگائے اور ہونٹوں پر بھی ہاتھ پھیرے تاکہ لوگوں کو اس کا روزہ دار ہونا معلوم نہ ہو اور جب کوئی دائیں ہاتھ سے دے تو بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو اور جب نماز پڑھے تو اپنے دروازے پر پردہ ڈال دے بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ ثنا (اپنی تعریف) بھی اسی طرح بندوں پر تقسیم کرتا ہے جس طرح رزق تقسیم فرماتا ہے۔''

﴿7﴾... جس عمل میں ذرہ بھر ریا ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے قبول نہیں فرماتا۔[4]

﴿8﴾... ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو روتے دیکھا تو پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ عرض کی: میرے رونے کا سبب وہ حدیثِ پاک ہے جو میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ادنیٰ ریا بھی شرک ہے۔[5]

---

1 ...شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل للہ عزوجل، ۵/ ۳۳۳، حدیث: ۶۸۳۱

2 ...سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الریاء والسمعة، ۴/ ۱۷۱، حدیث: ۲۳۹۰

3 ...سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الریاء والسمعة، ۴/ ۴۶۹، حدیث: ۴۲۰۲

4 ...حلیة الاولیاء، یوسف بن اسباط، ۸/ ۲۶۳، حدیث: ۱۲۱۴۰، عن یوسف بن اسباط

5 ...المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ بن جبل علی مکة، ۴/ ۳۰۶، حدیث: ۵۲۳۱

www.dawateislami.net

﴾9﴿...مجھے تم پر ریا اور پوشیدہ شہوت کا سب سے زیادہ خوف ہے۔"[1] یہ پوشیدہ شہوت بھی ریاکاری کی باریکیوں اور خطاؤں کی طرف لوٹتی ہے۔

﴾10﴿...بے شک جس شخص نے اپنے دائیں ہاتھ سے ایسے صدقہ کیا کہ بائیں کو خبر نہ ہونے دی وہ شخص اس دن عرش کے سائے میں ہوگا جس دن سوائے سایہ عرش کے کوئی سایہ نہ ہوگا۔[2] اسی وجہ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ "پوشیدہ عمل کی فضیلت عَلانیہ عمل پر ستر گُنا زیادہ ہے۔"[3]

﴾11﴿...قِیامت کے دن ریاکار کو یوں بلایا جائے: او گنہگار! او دھوکے باز! او ریاکار! تیرا عمل بیکار اور تیرا ثواب ضائع ہوگیا، جا! اپنا اجر اس سے لے جس کے لئے تو دنیا میں عمل کیا کرتا تھا۔[4]

﴾12﴿...حضرت سیِّدُنا شَدَّاد بن اَوس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس رونے کا کیا سبب ہے؟ ارشاد فرمایا: مجھے اپنی امت پر شرک کا خوف ہے، سنو! وہ سورج، چاند، بتوں اور پتھروں کی پوجا تو نہیں کریں گے لیکن اپنے اعمال میں دکھلاوا کریں گے۔[5]

﴾13﴿...اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب زمین کو پیدا فرمایا تو وہ کانپنے لگی پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پہاڑوں کو پیدا کرکے ان کو زمین کی میخیں بنادیا تو فرشتے کہنے لگے: ہمارے ربّ نے پہاڑوں سے مضبوط کوئی چیز پیدا نہیں فرمائی، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لوہے کو پیدا فرمایا جس نے پہاڑوں کو کاٹ دیا پھر آگ کو پیدا فرمایا جس نے لوہے کو پگلا دیا، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پانی کو حکم دیا کہ آگ کو بجھادے اور ہوا کو حکم دیا تو اس نے پانی کو گدلا کردیا، اب فرشتوں میں اختلاف رائے ہوگیا (کہ کیا چیز سب میں سخت ہے) لہٰذا انہوں نے کہا: ہم اس کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پوچھتے

---

1 ...الزھد لابن مبارک، باب فضل ذکر اللہ، ص ٣٩٣، حدیث: ١١١٤

2 ...بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد...الخ، ١/ ٢٣٦، حدیث: ٦٦٠

3 ...شعب الایمان، باب فی محبۃ اللہ عزوجل، ١/ ٤٠٧، حدیث: ٥٥٥ بتغیر

4 ...اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب التحذیر من الریاء...الخ، ١/ ٣٣٥، حدیث: ٦٠٢، دون قول "یامرائی"
الکبائر للذھبی، الکبیرۃ الاولیٰ الشرک باللہ، ص ١٢

5 ...المعجم الاوسط، ٣/ ١٦٨، حدیث: ٤٢١٣

www.dawateislami.net

ہیں، چنانچہ انہوں بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے ہمارے پروردگار! تونے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز پیدا فرمائی؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنی مخلوق میں ابنِ آدم کے دل سے زیادہ سخت و مضبوط چیز پیدا نہیں فرمائی کہ جب وہ اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے تو اسے بائیں ہاتھ سے بھی پوشیدہ رکھتا ہے، یہ میری تمام مخلوق میں زیادہ سخت ہے۔[1]

ایک عبرت انگیز روایت:

﴿14﴾... مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہا مجھے کوئی ایسی بات سنایئے جو آپ نے رسولِ اکرم، شاہ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہو۔ یہ سن کر حضرت معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اتنا روئے کہ (راوی فرماتے ہیں) میں سمجھا اب چپ نہ ہوں گے پھر جب خاموش ہوگئے تو فرمایا: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: اے مُعاذ! میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ارشاد فرمایا: میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں اگر تم نے وہ یاد رکھی تو نفع اٹھاؤ گے اور اگر یاد نہ رکھی اور ضائع کردی تو قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں تمہاری کوئی دلیل نہ چلے گی۔ اے مُعاذ! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے قبل سات فرشتے پیدا فرمائے پھر (ساتوں) آسمانوں کو پیدا فرمایا تو ہر آسمان کے دروازے پر ان میں سے ایک ایک فِرِشتہ دربان مُقَرَّر فرمایا اور ہر آسمان کو بہت عَظَمت وبُزرگی عطا فرمائی، لہٰذا صُبْح سے شام تک کے بندے کے اعمال جو کہ سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں مُحافِظ فِرِشتے ان کو لے کر آسمان دنیا کی طرف چڑھتے ہیں اور ان اعمال کو بہت پاکیزہ اور کثیر خیال کرتے ہیں یہاں تک کہ جب آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں تو آسمان دنیا کا دربان فرشتہ ان سے کہتا ہے: اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر مار دو، میں غیبت کا فرشتہ ہوں مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے کہ جو لوگوں کی غیبت کرتا ہو اس کے اعمال یہاں سے آگے نہ جانے دوں۔ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: پھر محافِظ فِرِشتے بندے کے نیک اعمال لے کر آتے ہیں تو پہلے فرشتے کے پاس سے گزر جاتے ہیں اور ان اعمال کو پاک وصاف اور کثیر خیال کرتے ہوئے

---

[1] ...سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المعوذتین، ۵/ ۲۴۲، حدیث: ۳۳۸۰ بتغیر

www.dawateislami.net

دوسرے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں یہاں کا دربان فِرِشتہ کہتا ہے رک جاؤ اور اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر مار دو کیونکہ اس نے اس عمل سے دنیاوی مَتاع چاہا ہے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو شخص اپنی مجلسوں میں دنیاوی مال کے ذریعہ فخر کرنے والا ہو اس کے عمل کو یہاں سے آگے نہ بڑھنے دوں۔

پھر محافظ فِرِشتے بندے کے روزہ، نماز اور صدقہ کے وہ اعمال لے کر اوپر چڑھتے ہیں جن سے ایسا نور پھوٹ رہا ہوتا ہے کہ وہ فرشتے بھی تعجب کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ تیسرے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اس آسمان کا دربان فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرو! اور اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر مار دو، میں تکبُّر کا فِرِشتہ ہوں میرے رب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اُس بندے کے اعمال یہاں سے آگے نہ جانے دوں جو محفلوں میں لوگوں پر تکبر کرتا ہے۔

پھر محافظ فَرِشتے بندے کا ایسا عمل لے کر اوپر چڑھتے ہیں جس میں ستارے کی سی چمک اور تسبیح، نماز، روزہ، حج اور عمرہ کی آواز ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ فرشتے چوتھے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں وہاں مُقَرَّر دربان فرشتہ کہتا ہے: رک جاؤ اور اس عمل کو عمل کرنے والے کی پیٹھ اور پیٹ پر مار دو، میں خود پسندی کا فِرِشتہ ہوں میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اِس کے عمل کو یہاں سے آگے نہ جانے دوں کیونکہ جب یہ کوئی عمل کرتا ہے تو اس میں خود پسندی کرتا ہے۔

پھر محافظ فَرِشتے بندے کے عمل کو لے کر پانچویں آسمان تک پہنچتے ہیں وہ عمل دُلہن کی طرح آراستہ ہوتا ہے وہاں کا دربان فِرِشتہ کہتا ہے رک جاؤ اور یہ عمل اس عمل کرنے والے کے منہ پر مار دو اور اس کی گردن پر ڈال دو، میں حَسَد کا فرشتہ ہوں یہ شخص اپنے جیسے علم و عمل والے اور ہر اس شخص سے حسد کرتا ہے جو عبادت میں اس سے افضل ہوتا ہے۔ میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس کے عمل کو یہاں سے آگے نہ جانے دوں۔

پھر محافِظ فِرِشتے بندے کی نماز، زکوۃ، حج و عمرہ اور روزے لے کر چھٹے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں وہاں کا دربان فِرِشتہ ان سے کہتا ہے: رک جاؤ اور یہ عمل اِس عمل کرنے والے کے منہ پر مار دو کیونکہ یہ انسانوں پر رَحْم (نرمی) نہیں کرتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں سے اسے کبھی کوئی دکھ یا تکلیف پہنچ جاتی تو یہ اس سے بھی

www.dawateislami.net

زیادہ تکلیف دیتا بلکہ ان کو گالی دیتا تھا، میں رحمت کا فرشتہ ہوں مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے کہ اس کے عمل کو یہاں سے آگے نہ بڑھنے دوں۔

پھر محافظ فِرِشتے بندے کے اعمال لے کر ساتویں آسمان کی طرف جاتے ہیں وہ اعمال نماز، روزہ، راہِ خدا میں خرچ، نیکی کی کوششیں اور تقوٰی کی صورت میں ہوتے ہیں ان میں بجلی کے جیسی کڑک اور سورج کے جیسی چمک ہوتی ہے اور اس کے ساتھ تین ہزار فرشتے بھی ہوتے ہیں وہ ان اعمال کے ساتھ ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں تو وہاں کا دربان فِرِشتہ ان سے کہتا ہے: ٹھہر جاؤ! اور یہ عمل اِس عمل کرنے والے کے منہ پر مار دو، اس کے اعضاء پر پھینک دو اور اس عمل سے اس کے دل پر تالا لگا دو میں ہر اس عمل کو اپنے رب کے پاس جانے سے روکنے والا ہوں جس عمل سے میرے رب عَزَّوَجَلَّ کا ارادہ نہ کیا گیا ہو، اس بندے نے اپنا عمل غیر اللہ کے لئے کیا ہے کیونکہ اس نے اس عمل سے فُقہا کے پاس مرتبے، عُلَما کے ہاں اپنی واہ واہ اور شہروں میں شہرت کا ارادہ کیا ہے۔ میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ایسے عمل کو یہاں سے آگے نہ جانے دوں اور ہر وہ عمل جو خالص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے نہ ہو وہ ریا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ریا کرنے والے کے عمل کو قبول نہیں فرماتا۔

پھر فِرِشتے بندے کے عمل نماز، زکوٰۃ، روزے، حج، عمرے، اچھے اخلاق، خاموشی اور ذکرُ اللہ کو لے کر اوپر جاتے ہیں اور ان کے ساتھ آسمانوں کے فِرِشتے بھی ہوتے ہیں حتّٰی کہ وہ تمام پردوں سے آگے بڑھ کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تک پہنچ جاتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر اس بندے کے نیک اعمال کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ خالص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے کئے گئے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان سے ارشاد فرماتا ہے: تم میرے بندے کے اعمال کے نگران ہو اور میں اس کے نفس کا نگران ہوں، بے شک اس نے ان اعمال سے میرا ارادہ نہیں کیا بلکہ میرے غیر کا ارادہ کیا ہے، لہٰذا اس پر میری لعنت ہے۔ اب تمام فِرِشتے کہتے ہیں: اس پر تیری لَعنَت اور ہماری بھی اور ساتوں آسمان کہتے ہیں اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی لعنت اور ہماری بھی، یوں سب آسمان اور آسمان والے اس شخص پر لعنت بھیجتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول اور میں معاذ (آپ کی شان تو بہت بلند ہے لیکن اس غلام کا کیا بنے گا)؟ ارشاد فرمایا:

میری پیروی کرو اگرچہ تمہارا عمل تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اے مُعاذ! اپنے قرآن پڑھنے والے مسلمان بھائیوں کے بارے میں اپنی زبان کی حفاظت کرو، اپنے گناہ اپنے ہی سر لو دوسروں کے ذِمّہ نہ ڈالو اور مسلمانوں کی مذمت کرکے اپنی پاکیزگی کا اظہار نہ کرو، خود کو ان سے بلند رتبہ نہ سمجھو اور آخرت کے کام میں دنیا کا کام داخل مت کرو، اپنی نِشَسْت گاہ میں تکبُّر نہ کرو ورنہ لوگ تمہارے بُرے اخلاق کے سبب تم سے بچنے لگیں گے، تیسرے آدمی کی موجودگی میں کسی سے سرگوشی نہ کرو، لوگوں پر خود کو عظیم نہ سمجھو ورنہ دینی بھلائی سے محروم ہو جاؤ گے اور لوگوں کی آبروریزی نہ کرو ورنہ بروزِ قیامت جہنم کے کتے تمہیں چیر پھاڑ دیں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ [1] تم جانتے ہو مُعاذ وہ کون ہیں؟ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ ہی ارشاد فرمایئے وہ کون ہیں۔ ارشاد فرمایا: وہ جَہَنَّم کے کُتّے ہیں جو گوشت اور ہڈیوں کو دانتوں سے نوچیں گے۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ان صفات کی طاقت کیسے آئے گی اور کون ہے جو ان کُتّوں سے بچ سکے گا؟ تو رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ اس شخص کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ آسان فرمادے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا اس کے خوف سے حضرت مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اتنی زیادہ تلاوتِ قرآن کیا کرتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھ کر تلاوت کرنے والا کوئی نہیں دیکھا [2]۔ [3]

ریاکاری کے متعلق 18 اقوالِ بزرگانِ دین:

﴿1﴾... مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے گردن جھکانے والے! اپنی گردن اٹھاؤ خُشوع (عاجزی) گردنوں میں نہیں بلکہ دلوں میں ہوتا ہے۔

---

1 ...ترجمۂ کنزالایمان: اور نرمی سے بند کھولیں۔ (پ۳۰ النّٰزعٰت: ۲)

2 ...اس حدیث کو علما نے موضوع قرار دیا ہے، لہٰذا اسے بیان نہ کیا جائے۔

3 ...الترغیب والترھیب، المقدمة، الترھیب من الریاء...الخ، ۱/۴۸، ۵۱، حدیث: ۵۹

www.dawateislami.net

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا ابو اُمامہ باہلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مسجد میں ایک شخص کو سجدے کی حالت میں روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ کام تم اپنے گھر میں کرتے۔

﴿3﴾... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ریاکار کی تین نشانیاں ہیں: (۱)... تنہائی میں سُستی کرتا ہے (۲)... لوگوں کے سامنے چُست (تروتازہ) رہتا ہے اور (۳)... جب اس کی تعریف کی جائے تو زیادہ عمل کرتا ہے اور مذمت کی جائے تو عمل میں کمی کرتا ہے۔

﴿4﴾... ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا عُبادہ بن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہا: میں راہِ خدا میں اپنی تلوار سے جِہاد کرتا ہوں اور اس سے میرا مقصد رِضائے الٰہی اور لوگوں کی نظر میں لائقِ تعریف ہونا ہوتا ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: تیرے لئے کچھ نہیں (یعنی کوئی ثواب نہیں)۔ اس شخص نے تین مرتبہ یہی بات پوچھی آپ نے ہر بار یہی جواب دیا کہ تیرے لئے کچھ نہیں تیرے لئے کچھ نہیں پھر تیسری مرتبہ میں ارشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”میں سب سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہوں۔“

﴿5﴾... ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جو اس لئے نیکی کرتا ہے کہ اس کی تعریف کی جائے اور ثواب بھی دیا جائے۔ فرمایا: کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تم پر غَضَب کیا جائے؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: جب تم کوئی عمل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے کرو تو خالص اسی کے لئے کرو۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا ضحّاک بن قَیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی یہ نہ کہے: یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور تیری خوشنودی کے لئے ہے۔ اور نہ ہی یوں کہے: یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور رشتہ داروں کے لئے ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کوئی شریک نہیں۔

﴿7﴾... ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو کوڑا مارا پھر اس سے فرمایا: مجھ سے اس کا قصاص (بدلہ) لو۔ اس نے کہا: میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور آپ کی خاطر اپنا حق معاف کیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: یہ تو تم نے کچھ بھی نہ کیا یا تو صرف میری خاطر معاف کرو تاکہ مجھ پر احسان ہو یا پھر صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاطر معاف کرو۔ اس نے کہا: میں نے صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے معاف کیا تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اب تم نے اچھی بات کی۔

www.dawateislami.net

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں نے چند ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کی جن کے دلوں میں حکمت کی ایسی باتیں گزرتی تھیں کہ اگر وہ ان کو زبان پر لاتے تو وہ ان کو اور ان کے ساتھیوں کو نفع دیتیں لیکن انھوں نے شُہرت کے خوف سے ان باتوں کو ظاہر نہیں کیا اور ان میں سے کوئی اگر چلتے ہوئے راستے میں تکلیف دہ چیز دیکھتا تو صرف شُہرت کے خوف سے اُسے نہ ہٹاتا۔

﴿9﴾... منقول ہے کہ قیامت کے دن ریاکار کو چار ناموں سے پکارا جائے گا: (۱)...اے رِیاکار! (۲)...اے دھوکے باز! (۳)... اے نقصان اٹھانے والے! (۴)...اے بدکار! جا اور اپنا ثواب اس سے لے جس کے لئے تو نے عمل کیا ہے ہمارے پاس تیرے لئے کوئی اجر نہیں۔

﴿10﴾... حضرت سیِّدُنا فُضَیْل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: پہلے لوگ عمل کر کے ریاکاری کرتے تھے اور اس زمانے میں عمل کے بغیر ریاکاری کرتے ہیں۔

﴿11﴾... حضرت سیِّدُنا عِکْرِمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کو اس کے عمل پر اتنا ثواب نہیں دیتا جس قدر نیت پر ثواب عطا کرتا ہے کیونکہ نیت میں دکھلاوا نہیں ہوتا۔

﴿12﴾... حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ریاکار شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر پر غالب آنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ اسے نیک آدمی کہیں حالانکہ وہ بُرا آدمی ہوتا ہے اور لوگ اسے کیسے اچھا کہیں جبکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک ذلیل و حقیر لوگوں میں سے ہوتا ہے، لہٰذا مؤمنین کے دلوں کو چاہئے کہ اس کو پہچانیں۔

﴿13﴾... حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب بندہ دکھلاوا کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: ”میرے بندے کو دیکھو میرے ساتھ ٹھٹّا یعنی مذاق کرتا ہے۔“

﴿14﴾... حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے فرمایا: علما تین طرح کے ہیں: (۱)...رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے علما (۲)...دنیا کے علما (۳)...اور بادشاہوں کے علما (درباری علما) اور محمد بن واسع علمائے رحمٰن میں سے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا فُضَیْل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے (بطورِ عاجزی) فرمایا: جو ریاکار کو دیکھنا چاہتا ہے وہ مجھے دیکھ لے۔

www.dawateislami.net

﴿15﴾... حضرت سیِّدُنا محمد بن مبارَک صُورِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: تمہارا رات میں نیکوں جیسی صورت اختیار کرنا دن میں ایسی صورت ظاہر کرنے سے بہتر ہے کیونکہ تمہارا دن میں نیکوں کی طرح رہنا مخلوق کے لئے ہے اور رات میں خالق عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے۔

﴿16﴾... حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: عمل کو ضائع ہونے سے بچانا عمل کرنے کے مقابلے میں زیادہ مشکل ہے۔

﴿17﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ایک شخص بیتُ اللہ کا حج کر رہا ہوتا ہے لیکن اس کا دل خُراسان میں ہوتا ہے۔ آپ سے کہا گیا: وہ کیسے؟ ارشاد فرمایا: وہ چاہتا ہے کہ اہلِ خُراسان اس کے متعلق کہیں کہ وہ کعبۃُ اللہ شریف کا مجاور (پڑوسی) ہے۔

﴿18﴾... حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: جو شخص شُہرت کا خواہاں ہوا گویا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تصدیق نہیں کی۔

دوسری فصل: ریاکاری کی حقیقت اور ان اشیاء کا بیان جن کے ذریعے ریاکاری ہوتی ہے

یاد رکھئے! ریاکاری کی اصل لوگوں کو اپنی نیک عادات دکھا کر ان کے دلوں میں قدر و منزلت حاصل کرنا ہے اور لوگوں کے دلوں میں قَدْر و مَنْزِلَت کا حصول عِبادات و غیرِ عبادات دونوں کے ذریعے مطلوب ہوتا ہے، لہٰذا ریا کی تعریف میں یہ تخصیص بھی ہوگی کہ جس میں لوگوں کے دلوں میں قدر و منزلت عبادات کے ذریعے حاصل کی جائے۔ اس اعتبار سے ریاکاری کی تعریف یہ ہوئی: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے ذریعے بندوں کا ارادہ کرنا۔" ریاکاری کے حوالے سے چار چیزیں مدِّ نظر ہوتی ہیں: (۱)... رِیاکار یعنی عابد (۲)... وہ شخص جسے دکھلانا مقصود ہو (۳)... وہ خصلت جس کے ذریعے ریا مقصود ہو اور (۴) نَفْس ریا۔ جن اشیاء کے ذریعہ ریاکاری کی جاتی ہے وہ بہت ہیں لیکن ان کو پانچ قسموں میں جمع کیا جا سکتا ہے اور یہ تمام کی تمام وہ اشیاء ہیں جن کے ذریعے انسان لوگوں کے لئے زیب و زینت اختیار کرتا ہے اور یہ اشیاء درج ذیل ہیں: (۱)... بدن (۲)... ہَیْئَت (۳)... قول (۴)... عمل اور (۵)... کسی کی پیروی اور خارجی اشیاء کے ذریعے ریاکاری کرنا۔ دنیا دار بھی ان پانچ اشیاء کے ذریعے ریاکاری

www.dawateislami.net

کرتے ہیں البتہ جاہ کی طَلَب اور رِیا کا قَصد عِبادات کے علاوہ دیگر اشیاء میں زیادہ آسان ہوتا ہے۔

(1)... بدَن کے ذریعے ریاکاری:

بدَن کے ذریعہ دین میں ریاکاری کی صورت یہ ہے کہ بدن میں کمزوری اور چہرے پر زردی ظاہر کرنا تاکہ یہ وہم ہو کہ یہ شخص بہت عبادت کرنے والا، دین کی بہت فکر کرنے والا اور خوفِ آخرت رکھنے والا ہے نیز کمزوری سے یہ ظاہر ہو کہ بہت کم کھاتا ہے اور چہرے کی زردی شب بیداری، عبادت گزاری اور دین کا غم رکھنے کی خبر دے۔ اسی طرح بکھرے بالوں سے یہ ظاہر کرنا کہ لوگ سمجھیں اسے دین کی اتنی فکر ہے کہ بال سَنْوارنے کا بھی وقت نہیں۔ جب یہ اسباب ظاہر ہوتے ہیں تو لوگ اس شخص میں مذکورہ صِفات کا گمان کرلیتے ہیں یوں نفس اس بات سے لذت محسوس کرتا ہے۔ اسی وجہ سے نفس بندے کو ایسی صورت اختیار کرنے پر ابھارتا ہے تاکہ اسے لذّت ملے۔ اسی قسم میں سے آواز کو پست کرنا، آنکھوں کے گرد حلقے بنائے رکھنا اور ہونٹوں کو خشک رکھنا بھی ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ بہت روزے رکھتا ہے اور شریعت کے وقار نے اس کی آواز کو پست اور بھوک نے اس کو لاغر کردیا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو چاہئے کہ اپنے سر پر تیل لگائے، بالوں میں کنگھی کرے اور آنکھوں میں سرمہ ڈالے۔“ اس طرح کی ایک روایت حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بھی مروی ہے اور یہ سب (سر پر تیل لگانا، کنگھی کرنا اور سرمہ ڈالنا) اس لئے ہے تاکہ شیطان ریاکاری کی طرف مائل نہ کرے۔ حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ”اے روزہ دارو! اپنے سروں میں تیل لگا کر صُبح کیا کرو۔“ یہ دین داروں کی بدن کے ذریعہ ریاکاری کی بات تھی اور جہاں تک دنیاداروں کا تعلق ہے تو وہ بدن کو موٹا کرنے، رنگت کی صفائی، قد کے اچھا ہونے، چہرے کی خوبصورتی، بدن کی صفائی سُتھرائی اور اعضاء کی قوت اور تناسب کے ذریعے ریاکاری کرتے ہیں۔

(2)... ظاہری ھَیْئَت وصورت کے ذریعے ریاکاری:

ظاہری ہیئت کے ساتھ ریاکاری کی صورت اس طرح ہے کہ بال بکھرے ہونا، مونچھیں پست ہونا، چال میں ڈھیلا پن ہونا، حرکات میں نرمی ہونا، سجدہ میں زیادہ دیر تک چہرہ زمین پر رکھنا، موٹا اونی لباس پہننا اور اسے

www.dawateislami.net

پنڈلی تک لٹکانا، آستین چھوٹی رکھنا، میلے اور پھٹے ہوئے کپڑے پہننا۔ ان تمام چیزوں کے ساتھ ریاکاری اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ اپنے آپ کو پابندِ سُنّت اور سَلَف صالحین کا پیروکار ظاہر کیا جائے۔ اسی میں پیوند لگے کپڑے پہننا، گُدڑی پر نماز پڑھنا اور صُوفِیائے کِرام سے مُشابہَت کرتے ہوئے نیلے یا پیلے رنگ کے کپڑے پہننا بھی داخل ہے باوجود یہ کہ وہ باطن میں تصوُّف کے اسرار و حقائق سے بالکل خالی ہو۔ یونہی عمامہ کے اوپر چادر لینا اور اسے آنکھوں پر ڈالنا تاکہ معلوم ہو کہ وہ راستے کی غبار سے بہت زیادہ بچنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ سب اس لئے کرتا ہے تاکہ ان علامات میں منفرد ہونے کی وجہ سے لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف اٹھیں اور اسی طرح دکھاوا کرنے کے لئے علما جیسا لباس پہننا بھی ریاکاری کی ایک صورت ہے تاکہ ظاہر ہو کہ یہ بھی عالم ہے۔

ظاہری ہیئت وصورت کے ساتھ ریاکاری کرنے والوں کے مختلف طبقے ہیں: ان میں سے چند وہ ہوتے ہیں جو تقویٰ وپرہیزگاری ظاہر کر کے نیک لوگوں کے نزدیک مقام بنانا چاہتے ہیں، لہٰذا اس کے لئے وہ موٹے، میلے کچیلے، چھوٹی آستین ودامن والے اور پھٹے پرانے کپڑے پہنتے ہیں تاکہ اس سے ان کی دنیا سے بے رغبتی ظاہر ہو۔ اور اگر ان کو صاف ستھرا اور مِیانہ لباس جو کہ سَلَف صالحین پہنتے تھے پہننے پر مجبور کیا جائے تو وہ سمجھتے ہیں گویا انہیں ذبح کیا جا رہا ہے اور ایسا اس لئے کہ ان کا خیال ہے کہ لوگ کہیں گے یہ زُہد وتقویٰ کی راہ سے ہٹ کر دنیا کا لالچی ہو گیا ہے۔

ایک طبقہ وہ ہے جو صوفیا اور دنیاداروں مثلاً: بادشاہوں، وزیروں، تاجروں وغیرہ کے ہاں مقبول رہنا چاہتا ہے اس طبقہ کے لوگ اگر عمدہ لباس پہنیں تو صوفیا ان کو دُھتکار دیں اور اگر گھٹیا اور پھٹا پرانا لباس پہنیں تو بادشاہوں، مال داروں اور اُمرا کی نظروں سے گر جائیں، لہٰذا یہ دین داروں اور دنیاداروں دونوں کے ہاں مقبول رہنا چاہتے ہیں، لہٰذا یہ نہایت باریک اُونی اور پیوند لگے ہوئے رنگین لباس پہنتے ہیں ان کے اس لباس کی قیمت شاید مالداروں کے لباس جتنی ہوتی ہے اور اس کا رنگ ڈھنگ صوفیا کے لباس کی طرح ہوتا ہے، اس طرح وہ دونوں گروہوں کے ہاں مقبولیت کے مُتلاشی ہوتے ہیں۔ ان کو اگر موٹے یا میلے کچیلے کپڑے پہننے پر مجبور کیا جائے تو یہ ان کے حق میں گویا ذَبح ہونے کی طرح ہے کیونکہ اس طرح وہ بادشاہوں اور مالداروں کی نظروں سے گر جائیں گے اور اگر ان کو ریشمی اور سفید باریک سوتی کپڑا یا بیل بوٹوں والا کپڑا پہننے کو کہا جائے

www.dawateislami.net

جس کی قیمت اگرچہ بہت کم ہو تو یہ بھی ان پر بہت شاق گزرتا ہے کیونکہ ان کو یہ خوف لاحق ہوتا ہے کہ صوفیا کہیں گے: یہ تو دنیاداروں کے لباس کا شوقین ہو گیا ہے۔

خلاصۂ کلام:

خلاصہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر طَبقہ کی مقبولیت اس کے مخصوص لباس میں ہوتی ہے، اس سے دوسری طرف منتقل ہونا ان کے کسی فرد پر بوجھل ہوتا ہے چنانچہ وہ نہ تو اس سے کم تر لباس پر راضی ہوتا ہے اور نہ اس سے اعلیٰ پر، اگرچہ وہ لباس فی نفسہٖ پہننا جائز ہی کیوں نہ ہو لیکن ان کو مذمت کا خوف اس کو پہننے سے روکتا ہے۔

جہاں تک دنیاداروں کا تعلق ہے تو ان کا دکھاوا عمدہ کپڑوں، اعلیٰ درجے کی سواریوں، لباس، رہائش اور گھریلو سازو سامان میں وُسعَت اور عمدگی کے ذریعے ہوتا ہے۔ وہ عمدہ قسم کے گھوڑوں (موجودہ دور میں عمدہ گاڑیوں)، رنگین کپڑوں اور نفیس چادروں کے ذریعے نمائش کرتے ہیں۔ یہ بات لوگوں میں عام ہے کہ وہ گھر میں کھردرے کپڑے پہنتے ہیں لیکن اس حالت میں لوگوں کے سامنے جانا ان پر گراں گزرتا ہے جب تک وہ اچھی طرح زینت اختیار نہ کرلیں۔

(3)... قول کے ذریعے ریاکاری:

اہلِ دین کی ریاکاری وعظ و نصیحت کرنے، حکمت بھری گفتگو کرنے اور احادیث و واقعات کو یاد کرنے کے ذریعے بھی ہوتی ہے تاکہ انہیں اپنی گفتگو میں استعمال کر کے اپنی علمی قابلیت اور بزرگانِ دین کے احوال کی طرف اپنی رغبت کا اظہار ہو۔ یونہی اہلِ دین کی ریاکاری میں سے لوگوں کے سامنے ذکر کے ساتھ اپنے ہونٹوں کو ہلانے اور مخلوق کے سامنے نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے، برائیوں پر غُصّہ کا اظہار کرنے، لوگوں کے گناہوں میں ملوث ہونے پر اظہار افسوس کرنے، دورانِ گفتگو اپنی آواز پست رکھنے، خوف اور غم کے اظہار کے لئے تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے اپنی آواز میں رِقّت پیدا کرنے، احادیث کے یاد ہونے اور شُیوخِ احادیث سے ملاقات کرنے کا دعویٰ کرنے، اسی طرح اگر کوئی شخص حدیث بیان کرنے میں کچھ غَلَطی کر بیٹھے تو اس کا رد کرنے تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کی حدیث پر بہت نظر ہے نیز اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے کسی حدیث کو صحیح یا غیر صحیح کہنے میں عجلت کرنے اور مخالف کو لاجواب کرنے کے لئے مجادَلہ

www.dawateislami.net

کرنے تاکہ لوگوں پر ظاہر ہو کہ اسے عِلمِ دین میں بہت قوّت حاصل ہے۔ مختصر یہ کہ گفتگو کے ذریعہ ریاکاری بہت زیادہ ہوتی ہے اور اسکی اقسام بے شمار ہیں۔

جہاں تک دنیاداروں کی بات ہے تو ان کی ریاکاری گفتگو کے ذریعہ اس طرح ہوتی ہے کہ وہ گفتگو میں اشعار، مثالیں اور فصیح عبارات کا استعمال کرتے ہیں اور اہلِ علم و فضل کو مرعوب کرنے کے لئے نادر جملے اور غریب الفاظ یاد کرتے ہیں نیز لوگوں کے دلوں کو مائل کرنے کے لئے ان سے دوستی و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

(4)... عمل کے ذریعے ریاکاری:

عمل کے ذریعہ ریاکاری کرنا جیسے نمازی کا لمبا قیام کرنا اور پیٹھ کو پھیلا دینا، لمبے لمبے رکوع و سجود کرنا اور سر کا جھکائے رکھنا، اِدھر اُدھر نہ دیکھنا، وقار و سکون کا اظہار کرنا نیز ہاتھوں اور پاؤں کو برابر رکھنا، اسی طرح روزہ، جہاد، حج، صدقہ اور کھانا کھلانے کے ذریعہ ریاکاری کرنا، ملاقات کرنے میں عاجزی کرنا مثلاً: پلکیں نہ اٹھانا، سر جھکائے رکھنا اور گفتگو کرنے میں ٹھہراؤ رکھنا حتّٰی کہ ریاکار کبھی اپنے کام کے لئے جلدی جلدی چلتا ہے لیکن جب کوئی دیندار شخص اسے دیکھ لے تو فوراً سر جھکا کر وقار کے ساتھ چلنے لگتا ہے کہ کہیں اسے جلد باز اور بے وقار نہ کہہ دیا جائے اور جیسے ہی وہ دیندار شخص اوجھل ہوتا ہے یہ ریاکار دوبارہ جلد بازی کرنے لگتا ہے اور پھر اگر اس کو دیکھ لے تو دوبارہ اپنی عاجزی کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی یاد نہیں آتی کہ اس کے لئے خُشوع و خضوع کرے بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے ایسا کرتا ہے تاکہ لوگ اسے عبادت گزار اور نیکوکار لوگوں میں شمار کریں، ان ریاکاروں میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ وہ خَلوَت و جَلوَت (تنہائی اور لوگوں کے سامنے) میں ایک جیسی چال رکھنا چاہتے ہیں۔ ایسا وہ اس لئے کرتے ہیں تاکہ جب لوگوں کے سامنے جائیں تو اپنی چال بدلنے کی ضرورت ہی نہ ہو، اس طرح کر کے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ریاکاری سے بچ جائیں گے حالانکہ وہ دگنی ریاکاری میں مبتلا ہو چکے ہوتے ہیں کہ وہ جلوت کی طرح خلوت میں بھی ریاکاری کر رہے ہوتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف اور اس سے حیا کے باعث اپنی چال میں تبدیلی نہیں لاتے۔

جہاں تک عمل کے ذریعے دنیاداروں کی ریاکاری کی بات ہے تو وہ تکبُّر کے ساتھ ہاتھوں کو ہلاتے ہوئے اکڑ کر چلتے ہیں، تھوڑے تھوڑے فاصلے سے قدم رکھتے ہیں، دامن پکڑے رہتے ہیں اور کاندھے اُچکاتے

www.dawateislami.net

رہتے ہیں تاکہ اس سے ان کی جاہ وحَشْمت کا پتا چلے۔

﴿5﴾...دوستوں اور ملاقاتیوں کے ذریعے ریاکاری:

مثلاً: کوئی شخص بتکلُّف یہ چاہے کہ اس سے کوئی عالِم یا نیک بندہ ملنے آئے تاکہ کہا جائے کہ فلاں عالِم صاحب اس کے پاس آئے تھے یا یہ کہا جائے کہ دین دار لوگ بھی اس کی زیارت سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اس کے پاس آتے جاتے ہیں یا پھر وہ یہ خواہش کرے کہ کوئی بادشاہ یا بادشاہ کا کوئی خاص کارِندہ ہی ملنے آجائے تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کا درجہ دین میں بہت اونچا ہے جب ہی وہ اس سے ملنے آیا ہے۔ اسی طرح بُزرگانِ دین کا کثرت سے ذکر کرنا تاکہ پتہ چلے کہ موصوف بہت سے بزگوں سے مل کر اُن سے استفادہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ وہ بزرگانِ دین کی ملاقات پر فخر کا اظہار کرتا ہے اور اس کی یہ فخریہ ریاکاری اس وقت عیاں ہوتی ہے جب اس کی کسی سے اَن بَن ُہو جائے تو وہ اپنے مخالِف سے کہتا ہے: تم کس بزرگ سے ملے ہو۔؟ میں تو فلاں فلاں بزرگ سے ملا ہوں کئی شہروں کی خاک چھانی اور بزرگوں کی خدمت کی ہے۔ اور اسی طرح کی دیگر کئی باتیں کہتا ہے۔ یہ تمام ایسی باتیں ہیں جن کے ساتھ ریاکار لوگ ریاکاری کرتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں جاہ ومنصب چاہتے ہیں۔

ان میں سے بعض لوگ تو ایسے ہیں کہ جو اپنے بارے میں لوگوں کے حُسنِ اِعتقاد پر قَناعَت کر لیتے ہیں چنانچہ کتنے ہی رُہبانِیَّت کی زندگی اختیار کرنے والے ایسے ہیں جو کئی سالوں سے اپنے عبادت خانوں میں قید ہیں اور بہت سے عبادت گزار ایسے ہیں جو عرصہ دراز سے پہاڑوں میں گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کی کم فہمی ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں لوگوں کے دلوں میں ان کی جاہ وحشمت موجود ہے۔ اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ لوگ ان کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنے عبادت خانوں میں کسی جرم کے مُرتکِب ہو چکے ہیں تو ان کے دل بے چین ہو جائیں جبکہ وہ اس بات کو کافی نہیں سمجھتے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ان کا دامن اس جرم سے پاک ہے بلکہ ان کا غم بڑھ جاتا ہے اور وہ لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے اس خیال کو دور کرنے کے لئے ہر حیلہ بہانہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ لوگوں کے مالوں کا ان کو لالچ نہیں ہوتا بس وہ یہ سب کچھ جاہ وحشمت کی چاہت کی وجہ سے کرتے ہیں اور یہ جاہ وحشمت کا نشہ انہیں بہت لذّت دیتا ہے جیسا کہ ہم نے

www.dawateislami.net

اسے جاہ و مَنْصَب کے اسباب کے تحت ذکر کیا ہے۔ جاہ فی الحال حاصل ہونے والی قدرت اور کمال کی ایک قسم ہے جو کہ بہت جلد ختم ہو جانے والی ہے، اس پر جاہل لوگ ہی اتراتے ہیں اور اکثر لوگ جہالت کا ہی شکار ہیں۔

ریاکاروں کی اس قسم میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو محض اپنی جاہ و منزلت کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ لوگوں کی زبانوں پر ان کی تعریف جاری ہو جائے، بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو چاہتے ہیں کہ دوسرے شہروں میں بھی ان کی شُہرت عام ہو جائے تاکہ وہاں کے لوگ بھی ان کو ملنے آئیں۔ ان میں سے بعض بادشاہوں کے ہاں شُہرت کے خواہشمند ہوتے ہیں تاکہ وہ ان کی سفارش قبول کریں اور ان کی حاجتیں پوری ہوں اور پھر اس طرح عام لوگوں میں ان کا جاہ و منصب بلند ہو۔ بعض اس ذریعے سے دنیا کا مال و مَتاع جمع کرنا چاہتے ہیں خواہ وہ وقف اور یتیموں کا مال ہو یا کوئی بھی مالِ حرام ہو۔ یہ سب ریاکاروں کے بُرے طَبَقات ہیں جو مذکورہ پانچ اسباب کے باعث ریاکاری کرتے ہیں۔ یہ ریاکاری کی حقیقت اور ان چیزوں کا بیان تھا جن کے ذریعہ ریاکاری ہوتی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

ریاکاری حرام، مکروہ، جائز ہے یا اس میں تفصیل ہے؟ **جواب:** اس میں تفصیل ہے کیونکہ ریاکاری کا مطلب ہے جاہ و منصب چاہنا اور جاہ و منصب کی چاہت عبادت کے ذریعے بھی ہوتی ہے اور غیرِ عبادت کے ذریعہ بھی۔ اگر غیر عبادت کے ذریعہ ہو تو یہ طَلَبِ مال کی طرح ہے، لہٰذا اس حیثیت سے کہ صرف مخلوق کے دلوں میں جگہ حاصل کرنا مقصود ہے تو حرام نہیں لیکن جس طرح مال کمانے میں دھوکہ اور مُنکراتِ شَرعِیَّہ کا اِرتِکاب ممکن ہے اسی طرح جاہ و مَنْصَب کا معاملہ بھی ہے۔ انسان کے لئے جس طرح بقدرِ حاجت مال کمانا اچھا ہے اسی طرح اتنا مقام بنانا بھی اچھا ہے جس کے ذریعے آفات سے بچا جائے اور یہی مقام حضرت سیِّدُنا یوسف عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی چاہا جب انہوں نے کہا:

اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ (پ ۱۳، یوسف: ۵۵) ترجمۂ کنزالایمان: بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔

جس طرح مال میں زہرِ قاتل اور نفع بخش تِریاق بھی ہوتا ہے یہی معاملہ جاہ و منصب میں بھی ہوتا ہے اور جس طرح کثیر مال نیکیوں سے روکنے والا، سرکش بنانے والا، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور آخرت کی یاد بھلا دینے

www.dawateislami.net

والا ہوتا ہے یہی حال کثیر جاہ ومنصب کا بھی ہوتا ہے بلکہ مال کے مقابلے میں یہ زیادہ شدید ہے کیونکہ جاہ ومنصب کا فتنہ مال کے فتنہ سے بڑھ کر ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ بہت زیادہ مال کمانا یا بہت سے دلوں میں جگہ بنالینا حرام ہے مگر یہ کہ جب کثرتِ مال اور زیادہ شُہرت کسی ناجائز کام پر ابھارے تب تو حرام ہی ہے۔اس کے علاوہ یہ بات بھی ضرور ہے کہ جس طرح مال کو بڑھانے کی کوشش برائی کی جڑ ہے اسی طرح شُہرت کو بڑھانے کا معاملہ بھی ہے کیونکہ مال وجاہ کا طلبگار دل اور زبان وغیرہ کو گناہوں سے نہیں بچا پاتا۔ اگر کسی کو بغیر خواہش کے جاہ ومنزلت مل جائے اور اس کے جانے کا اسے کوئی غم وخوف بھی نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، خُلفائے راشدین اوران کے بعد عُلمائے دینِ مَتِیْن کے جاہ ومنزلت سے بڑھ کر کوئی جاہ ومنزلت نہیں۔ مگر تمام تر توجہ جاہ ومنزلت کے حصول کی طرف کر لینا دینی نقصان ہے البتہ اسے حرام نہیں کہہ سکتے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ انسان لوگوں کی طرف نکلتے وقت جو عمدہ لباس پہنے یہ دِکھلاوا تو ہے لیکن حرام نہیں کیونکہ یہ عبادت کے ذریعہ ریاکاری نہیں بلکہ دنیا کے ذریعہ ہے۔ چنانچہ اسی پر لوگوں کی خاطر کی جانے والی ہر قسم کی زیب وزینت کو قیاس کیا جائے گا۔ ہماری اس بات پر دلیل وہ حدیثِ مبارک ہے جو اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ ”ایک دن رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو مٹکے کے پانی میں دیکھ کر اپنے عمامے اور بالوں کو درست فرمایا۔ یہ دیکھ کر حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ بھی ایسا کر رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ جب اس کا بندہ اپنے بھائیوں کے پاس جائے تو ان کے لئے زینت اختیار کرے۔“ البتہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ عمل بطور عبادت تھا کیونکہ آپ کو حکم تھا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں، ان کو اپنی پیروی کی ترغیب دیں اور ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کریں۔ اگر ان کی نگاہوں میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کوئی مقام نہ ہوتا تو وہ آپ کی پیروی میں رغبت نہ کرتے لہٰذا یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے ضروری تھا کہ آپ اپنے اخلاقِ حسنہ ان پر ظاہر کریں تا کہ وہ آپ کو بنظر حقارت نہ دیکھیں

www.dawateislami.net

کیونکہ لوگوں کی نگاہیں باطن کے بجائے ظاہر پر ہی پڑتی ہیں۔اسی وجہ سے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قصداً ایسا کیا اور اب اگر کوئی لوگوں کی نظرِ حقارت اور ذِلّت سے بچنے نیز ان کی عزت و توقیر سے راحت و سُکون پانے کے لئے ارادتاً اپنے محاسن ان میں ظاہر کرے تو اس کا ایسا کرنا مباح (جائز) ہے کیونکہ انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مذمت سے بچے اور دوست واحباب سے اُنسیت حاصل کرتے ہوئے ان سے راحت پائے اور جب وہ اس کو حقیر اور میلا کچیلا سمجھیں گے تو یہ ان کے ذریعے راحت وسکون نہیں پا سکے گا۔معلوم ہوا کہ غیر عبادت کے ذریعہ کی جانے والی ریاکاری کبھی محض جائز ہوتی ہے، کبھی نیکی ہوتی ہے اور کبھی مذموم ہوتی ہے، اس کا مدار ریاکار کی غرض پر ہے۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ ایک شخص صدقہ و عبادت کی نیت سے ہٹ کر اپنا مال اغنیا پر اس لئے خرچ کرتا ہے کہ وہ اسے سخی کہیں تو یہ ریاکاری تو ہے لیکن حرام نہیں یوں ہی اسی کی مثل دیگر افعال بھی ہیں۔

جہاں تک عبادات میں ریاکاری کا تعلق ہے مثلاً نماز، روزہ، صدقہ، جہاد اور حج وغیرہ تو اس میں ریاکاری کی دو حالتیں ہیں: **ایک** حالت تو یہ ہے کہ اس کی نیت صرف وصرف دکھاوے کی ہو ثواب کی نہ ہو تو اس کی یہ عبادت باطل ہے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور اس نے عبادت کی نیت ہی نہیں کی۔ پھر یہ بات عبادت کے ضائع ہونے پر ہی ختم نہیں ہوئی کہ ہم کہیں یہ ویسا ہی ہے جیسے پہلے تھا (یعنی اس کی عبادت کا کوئی شمار نہیں) بلکہ اس نیت کے سبب یہ گنہگار بھی ہو گیا جیسا اس پر آیات واحادیث بھی دلالت کرتی ہیں اور یہ گناہ دو وجہ سے ہے:

۞...**پہلی وجہ** کا تعلق بندوں کے ساتھ ہے اور یہ دھوکہ و فریب ہے کیونکہ اس نے لوگوں کو خیال دلایا کہ وہ نیکوکاروں میں سے ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مخلص و فرمانبردار ہے حالانکہ وہ ایسا نہیں۔یوں ہی دنیاوی معاملات میں بھی دھوکہ حرام ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کئی لوگوں کا قرض چکادے اور لوگوں پر یہ ظاہر کرے کہ اس نے ان کے ساتھ احسان کیا ہے تاکہ وہ اسے سخی سمجھیں تو یہ گناہ ہے کیونکہ اس میں بھی تَلْبِیْس (خِلافِ حقیقت کا اِظہار) اور مکر وفریب کے ذریعہ دلوں کا مالک بننا ہے۔

۞...**دوسری وجہ** کا تعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ ہے وہ اس طرح کے اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے مخلوق کا قصد کیا، لہٰذا وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ ٹھٹّا (مذاق) کر رہا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی

www.dawateislami.net

عَلَیْہ نے فرمایا: ''جب بندہ ریاکاری کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں سے فرماتا ہے: اسے دیکھو یہ میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔'' اسے آپ مثال سے یوں سمجھیں کہ کوئی خادم پورا دن بادشاہ کے دربار میں اس کے سامنے رہتا ہے جیسا کہ خادموں کی عادت ہوتی ہے لیکن اس ٹھہرنے میں اس کا مقصد بادشاہ کی کسی لونڈی یا غلام کو دیکھنا ہے تو یہ بادشاہ کے ساتھ مذاق ہے کیونکہ اس نے بادشاہ کا قرب اس کی خدمت کے لئے نہیں بلکہ اس کے غلام کے لئے اختیار کیا ہے، لہٰذا اس سے بڑھ کر حقارت کیا ہوگی کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت ایک ایسے کمزور و ناتواں بندے کو دکھانے کے لئے کرے جو اس کے کسی نَفع و نقصان کا مالک نہ ہو۔ یونہی ریاکار شخص کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ اس بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ اپنی اغراض پر قادِر اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقابلے میں اسے قرب کے زیادہ خیال کر رہا ہے کیونکہ اس نے بادشاہوں کے بادشاہ پر اسے ترجیح دی اور اپنی عبادت کا مقصود ٹھہرایا۔ اور اس سے بڑھ کر مضحکہ خیز کیا بات ہوگی کہ اس نے غلام کو آقا سے بلند کر دیا اور یہ انتہائی مُہلِک بات ہے۔ اسی وجہ سے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے شِرْکِ اَصْغَر قرار دیا۔[1]

عبادات کے حوالے سے ریاکاری کے بعض درجات بعض کے مقابلے میں زیادہ شدید ہیں عنقریب ریاکاری کے درجات میں اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کا بیان آئے گا۔ ان درجات میں سے کوئی بھی دَرَجہ گناہ سے خالی نہیں چاہے وہ گناہِ کبیرہ ہو یا صغیرہ۔ اگر ریا میں کوئی اور بات نہ بھی ہو تو یہ کیا کم ہے کہ انسان غیرُ اللہ کے لئے رکوع و سجود کرتا ہے کیونکہ جب اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی نیت نہیں کی تو گویا غیرُ اللہ کے تقرُّب کی نیت کی۔ میری عمر کی قسم! اگر اس نے سجدہ سے غیرُ اللہ کی عَظَمت کا ارادہ کیا تو ضرور کُفرِ جلی (واضح کفر) کا مرتکب ہوا مگر ریاکاری کی صورت میں کُفرِ خفی (چھپے ہوئے کُفر) کا مُرتکِب ہوا کیونکہ ریاکار اپنے دل میں لوگوں کو عظیم جانتا ہے لہٰذا یہ عَظَمت تقاضا کرتی ہے کہ وہ ان کی خاطر رکوع و سجود کرے تو یوں وہ سجدہ کر کے ایک طرح سے ان کی تعظیم کرتا ہے اور جیسے جیسے سجدے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت کا ارادہ جاتا رہتا ہے اور لوگوں کی تعظیم دل میں جگہ بنانا شروع کرتی ہے تو یہ ریاکار شرک کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ جب وہ ظاہر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم کرتا ہے اور دل میں اس شخص کی تعظیم کا ارادہ ہوتا ہے جس کی عظمت اس کے

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث محمود بن لبید، ۹/ ۱۶۰، حدیث: ۲۳۶۹۲

www.dawateislami.net

دل میں ہے تو یہ ریاکاری شرک جلی نہیں بلکہ شرک خفی کہلاتی ہے اور ایسی ریاکاری انتہائی درجے کی جہالت ہے۔ اس کی طرف وہی پیش قدمی کرتا ہے جسے شیطان دھوکے میں مبتلا کرے اور اس کے دل میں یہ وہم ڈالے کہ بندے ہی اس کے نفع، نقصان، رِزق، موت، حال اور مستقبل کے مَفادات کے حوالے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بڑھ کر مالک ہیں۔ شیطان کے اسی دھوکے اور وہم کے باعث عبادت کے معاملے میں ریاکاری کرنے والے شخص نے اپنا چہرہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بجائے لوگوں کی طرف پھیر لیا اور دل وجان سے ان کی طرف مُتَوجّہ ہو گیا تاکہ ان کے دلوں کو اپنی جانب مائل کر سکے۔ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے شخص کو دنیا و آخرت میں ان بندوں کے سِپُرد کر دے تو اس کے عمل کا شاید کچھ بدلہ ہو سکے مگر ایسا بھی نہیں کیونکہ تمام بندے تو خود ہی عاجز ہیں، اپنے نَفْع و نقصان کے مالک نہیں تو اس دنیا میں وہ کسی اور کے کیسے مالک ہو سکتے ہیں۔۔؟ اور جب اس دنیا میں نہیں تو آخرت میں وہ کس طرح نفع و نقصان کے مالک ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ وہ دن ایسا ہے جس دن باپ بیٹے کے اور بیٹا باپ کے کچھ کام نہ آئے گا بلکہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام بھی نَفْسِی نَفْسِی پکار رہے ہوں گے۔ تو اس دن جاہل شخص دنیا میں لوگوں کے دکھلاوے کے لئے کئے گئے اپنے جھوٹے اعمال کے بدلے آخرت کا ثواب اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب کیسے مانگ سکے گا؟ ہمیں اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عقلی و نقلی دلائل سے ثابت ہے کہ عبادتِ الٰہی کے ذریعہ ریاکاری کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی مول لیتا ہے اور یہ اس وقت ہے جب وہ ثواب کا ارادہ نہ کرے اور اگر نماز و صَدَقہ کے ذریعہ ثواب اور اپنی تعریف دونوں مقصود ہوں تو یہ شرک ہے جو کہ اخلاص کے مقابل ہے۔ ہم اس کا حکم اخلاص کے بیان میں ذکر کریں گے اور ہم نے اقوال بزرگانِ دین کے ضِمن میں حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا جو قول ذکر کیا ہے اور حضرت سیِّدُنا عُبادہ بن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا جو فرمان نقل کیا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے شخص کے لئے کوئی ثواب نہیں۔

تیسری فصل:

ریاکاری کے درجات

یاد رہے کہ رِیاکاری کی بعض صورتیں بعض صورتوں سے بہت زیادہ سخت ہیں اور یہ اختلاف ریاکاری کے اَرکان و دَرَجات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔

www.dawateislami.net

ریاکاری کے تین ارکان:

ریاکاری کے تین رکن ہیں:(۱)...ریاکاری کا قصد (۲)...جس چیز کے ذریعہ ریاکاری کی جاتی ہے اور (۳)...جس کے لئے ریاکاری کی جاتی ہے۔

پہلا رُکن:

محض ریاکاری کا قصد (ارادہ) کرنا اس میں چند صورتیں ہیں: صرف ریاکاری کا ارادہ ہو گا اس میں کسی قسم کی عبادت اور ثواب کا ارادہ شامل نہ ہو گا یا پھر ریاکاری کے ارادے کے ساتھ ساتھ ثواب کا ارادہ بھی شامل ہو گا اور پھر اس صورت میں یا تو ثواب کا ارادہ بہت مضبوط ہو گا یا دوسرے ارادے پر غالب ہو گا یا اس سے کم ہو گا یا پھر عبادت کے ارادے کے برابر ہو گا۔ چنانچہ اس طرح ریاکاری کے ارادے کے حوالے سے چار درجات ہو گئے:

❀...**پہلا دَرَجہ:** ریاکار ثواب کا ارادہ بالکل نہ کرے یہ بہت سخت درجہ ہے۔ مثلاً: کوئی شخص لوگوں کے سامنے نماز پڑھتا ہے لیکن اگر اکیلا ہو تو بالکل نہیں پڑھتا بلکہ کبھی کبھی تو لوگوں کے ساتھ بغیر طہارت کے ہی پڑھ لیتا ہے۔ اس صورت میں اس کا ارادہ محض ریاکاری کا ہے اور وہ شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب کا سزاوار ہے۔ یوں ہی وہ شخص جو مذمت کے خوف سے بچنے کے لئے لوگوں کے سامنے صَدَقہ کرتا ہے کہ اگر اکیلا ہو تو ایسا نہ کرے، یہ ریاکاری کا سب سے بڑا درجہ ہے۔

❀...**دوسرا درجہ:** عمل میں ثواب کا ارادہ بھی شامل ہو لیکن یہ ارادہ بہت کمزور ہو۔ مثلاً: اگر وہ شخص تنہائی میں ہوتا تو وہ عمل نہ کرتا جو لوگوں کے سامنے کرتا اور نہ ہی ثواب کا ارادہ اسے عمل کرنے پر ابھارتا۔ ایسی صورت میں لوگوں کے سامنے عمل کرنے میں اگر اس کا ثواب کا ارادہ نہ بھی ہو تو ریاکاری اس کو عمل پر ابھارتی ہے۔ یہ درجہ پہلے درجہ کے قریب ہے اور اس میں جو ثواب کا کمزور سا ارادہ ہے وہ مستقل طور پر اس شخص کو عمل پر ابھانے والا نہیں، لہٰذا ایسا شخص بھی غَضَبِ الٰہی کا مستحق اور گناہ گار ہے۔

❀...**تیسرا درجہ:** تیسرا درجہ یہ ہے کہ ریاکاری اور ثواب دونوں کا ارادہ برابر ہو یعنی دونوں میں سے صرف ایک پایا جائے تو وہ عمل نہ کرے اور جب دونوں جمع ہو جائیں تو رغبت بڑھ جائے یا پھر دونوں میں سے کوئی

www.dawateislami.net

ایک پایا جائے تو وہ اسے عمل پر نہ ابھارے۔ ایسے شخص کا حال یہ ہے کہ اس نے جتنا سنوارا ہے اتنا ہی بگاڑا بھی ہے، توقع یہ ہے کہ اسے نہ ثواب ملے اور نہ یہ عذاب میں گرفتار ہو یا پھر جتنا اسے عذاب ہو گا اتنا ہی ثواب بھی ملے گا حالانکہ ظاہری روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ شخص بھی غضبِ الٰہی سے محفوظ نہیں۔ اس کے متعلق ہم نے اخلاص کے بیان میں کلام کیا ہے۔

۞...**چوتھا درجہ:** لوگوں کا اس کے عمل پر باخبر ہونا اسے عمل کرنے پر مزید چست کر دے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر بھی وہ عمل کو ترک نہ کرے اور اگر اس کا مقصد محض ریاکاری ہو تو یہ عمل ہی نہ کرے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے متعلق بہتر جانتا ہے لیکن ہمارا خیال ہے کہ اس کا ثواب ضائع نہ ہو گا مگر تھوڑا کم ہو جائے گا یا پھر جتنی ریاکاری تھی اتنا عذاب اور جتنا ارادہ ثواب کا تھا اتنا ثواب ہو گا۔ جہاں تک رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: "میں سب سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہوں"[1] تو اس سے مراد وہ صورت ہے جب ثواب اور ریاکاری دونوں کے ارادے برابر ہوں یا ریاکاری کا ارادہ غالب ہو۔

دوسرا رُکن اور اس کی دو اقسام:

وہ چیز جس کے ذریعہ ریاکاری کی جائے وہ عبادات ہیں اور عبادات کے ذریعے ریاکاری کی دو قسمیں ہیں: (۱)...اَصلِ عِبادات کے ذریعہ ریاکاری اور (۲)...اوصافِ عبادات کے ذریعہ ریاکاری۔

پہلی قسم:

یعنی اصل عبادات کے ذریعہ ریاکاری یہ بہت سخت ہے اور اس کے تین درجات ہیں:

۞...**پہلا درجہ:** اصل ایمان کے ذریعہ ریاکاری۔ یہ ریاکاری کے باب کا سب سے زیادہ شدید درجہ ہے اور اس درجہ والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ یہ وہ شخص ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت اور خَاتَمُ النَّبِیِّیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کا ظاہری طور پر اقرار کرتا ہے لیکن دل سے اس کا انکار کرتا ہے۔ ایسا شخص خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے (حالانکہ وہ منافق ہوتا ہے)۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر ایسے شخص کا ذکر فرمایا ہے۔

---

[1]...مسلم، کتاب الزھد و الرقائق، باب من اشرک فی عملہ غیر اللّٰہ، ص ۱۵۹۴، حدیث: ۲۹۸۵

www.dawateislami.net

ریاکار منافقوں کے متعلق چار فرامین باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾

(پ۲۸، المنافقون:۱)

ترجمۂ کنزالایمان: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً **اللہ** کے رسول ہیں اور **اللہ** جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور **اللہ** گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

یعنی ان کا یہ کہنا ان کے دل کے موافق نہیں۔

﴿2﴾...

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ ۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا (پ۲، البقرۃ: ۲۰۴، ۲۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بعض آدمی وہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس کی بات تجھے بھلی لگے اور اپنے دل کی بات پر **اللہ** کو گواہ لائے اور وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے اور جب پیٹھ پھیرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے۔

﴿3﴾...

وَ اِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصہ سے۔

﴿4﴾...

یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۫۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ ۖۗ (پ۵، النسآء: ۱۴۲، ۱۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور **اللہ** کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں۔

ایسے لوگوں کے متعلق آیات بہت زیادہ ہیں، چونکہ ابتدائے اسلام میں نفاق بہت زیادہ تھا، لہٰذا لوگ ذاتی غرض کی وجہ سے ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہو جاتے تھے لیکن اب ہمارے زمانہ میں یہ معاملہ بہت

کم ہو گیا ہے۔ البتہ ایسے منافِق اب بھی بہت ہیں جو مُلحِدِین (بدمذہبوں) کی باتوں میں آکر جنّت، دوزخ اور آخرت کا انکار کر بیٹھتے ہیں یا اہلِ اِباحت کی طرف میلان کی وجہ سے شرعی احکام کی بساط ہی لپیٹ دیتے ہیں (یعنی اعمال کرتے ہی نہیں) یا پھر بدعَت اور کُفر کا اِعتقاد رکھ لیتے ہیں لیکن اسے ظاہر نہیں کرتے۔ یہ تمام کے تمام منافق ریاکار ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اس ریاکاری سے بڑھ کر کوئی ریاکاری نہیں۔ ان لوگوں کا حال ظاہری کافروں سے بھی برا ہے کہ انہوں نے باطنی کفر اور ظاہری مُنافقت کو اپنے اندر جمع کیا ہوا ہے۔

۞...**دوسرا درجہ: اصلِ دین کی تصدیق کرنا لیکن اصل عبادت کے ذریعہ ریاکاری کرنا۔** یہ ریاکاری بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بہت بڑا گناہ ہے لیکن پہلے درجے کے مقابلے میں کم۔ مثلاً: ایک شخص کا مال کسی دوسرے شخص کے پاس ہو اور وہ لوگوں کی مذمت کے خوف سے اس کو زکوۃ نکالنے کا کہے جبکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس بات کو باخوبی جانتا ہے کہ اگر وہ مال اس کے پاس ہوتا تو وہ زکوۃ نہ نکالتا۔ یونہی ریاکار پر نماز کا وقت داخل ہو گیا اور وہ لوگوں کے مجمع میں ہے تو لوگوں کو دکھانے کے لئے ان کے ساتھ نماز پڑھنے لگ گیا حالانکہ اس کی عادت ہے کہ وہ تنہائی میں نماز نہیں پڑھتا۔ اسی طرح لوگوں کے سامنے رمضان کا روزہ رکھ لیا لیکن تنہائی کی چاہت کرنے لگا تاکہ کچھ کھا پی لے۔ اسی طرح لوگوں کی مذمت کے ڈر سے نماز جمعہ کے لئے چلا گیا اور اگر اسے مذمت کا خوف نہ ہوتا تو نہ جاتا۔ یونہی لوگوں کی مذمت سے بچنے کے لئے رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک یا والدین کے ساتھ بھلائی کرے یا جہاد میں شرکت کرے یا فریضۂ حج کی ادائیگی کرے۔ یہ تمام اعمال ریاکاری میں داخل ہیں مگر ان سے اصل ایمان ختم نہیں ہوتا کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وَحدانیّت کی تصدیق کرتا ہے حتی کہ اگر اسے غیرُاللہ کی عبادت کرنے یا غیرُاللہ کو سجدہ کرنے پر مجبور کیا جائے تو وہ ہر گز یہ فعل نہ کرے گا۔ تاہم وہ سستی کے باعث عبادات کو ترک کر دیتا ہے اور لوگوں کے دکھانے کے لئے بھرپور کوشش کرتا ہے۔ گویا اس کے نزدیک مخلوق میں معزز ہونا خالق عَزَّوَجَلَّ کے ہاں معزز ہونے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور اسے لوگوں کی مذمت کا خوف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کے خوف سے زیادہ ہے۔ نیز اسے ثواب کے بجائے لوگوں کی تعریف میں رغبت ہے اور یہ انتہائی درجہ کی حَماقت و جہالَت ہے۔ ایسا شخص عقیدے کے اعتبار سے مومن تو ہے لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غَیظ و غضب کا مستحق بھی ضرور ہے۔

www.dawateislami.net

...**تیسرا درجہ:** ایمان اور فرائض کے ذریعہ ریاکاری نہ کرتا ہو لیکن نوافل اور ان سنتوں کے ذریعہ ریاکاری کرے جن کے چھوڑنے پر گناہ نہیں۔ چنانچہ وہ تنہائی میں ثواب کی رغبت نہ ہونے کی وجہ سے سستی کرے اور اس سستی کو ثواب کی امید پر ترجیح دے اور ریاکاری کے لئے نوافل و مُستَحبّات کو بجا لائے۔ مثلاً: وہ لوگوں کو دکھانے کے لئے باجماعت نماز پڑھے، مریض کی عِیادت کرے، جنازہ کے پیچھے چلے، غُسلِ مَیِّت میں شریک ہو، اسی طرح نمازِ تَہَجُّد پڑھے، عَرَفہ، عاشورہ، پیر یا جمعرات کا روزہ رکھے۔ ان تمام اعمال کو ریاکار لوگوں کی مذمت سے بچنے اور اپنی تعریف کرنے کے لئے بجالائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ خوب جانتا ہے کہ اگر یہ تنہا ہوتا تو فرض کے علاوہ کوئی عمل نہ کرتا۔ ایسی ریاکاری بھی بہت بڑا گناہ ہے لیکن ما قبل سے کم ہے کیونکہ دوسرے درجے والے نے خالق عَزَّوَجَلَّ کی تعریف پر مخلوق کی تعریف کو ترجیح دی جبکہ اس نے بھی یہی کیا مگر اس نے یہ سب کچھ مخلوق کی مذمت کے خوف سے کیا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مذمت کے خوف سے نہیں۔ گویا لوگوں کی مذمت اس کے نزدیک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے بڑھ کر ہوئی۔ بہر حال اس کا نفلی عبادات کرنا عذاب سے ڈر کر نہیں تھا کیونکہ یہ جانتا ہے تھا کہ نوافل کے ترک پر عذاب نہیں۔ چنانچہ اس کی ریاکاری دوسرے درجے والے کی ریاکاری کے مقابلے میں آدھی ہے، لہٰذا اس کا عذاب بھی آدھا ہوگا۔ یہ اَصلِ عِبادات میں ریاکاری کا بیان تھا۔

دوسری قسم:

اصل عبادات نہیں بلکہ صفاتِ عبادات کے ذریعہ ریاکاری کرنا۔ اس کے بھی تین درجات ہیں:

...**پہلا درجہ:** ایسے فعل کے ذریعہ ریاکاری کرنا جس کے چھوڑنے سے عبادت میں کچھ نقصان ہو۔ مثلاً: کوئی شخص جلدی جلدی رکوع و سجود اور مختصر قراءت پر اکتفا کرتا ہے لیکن جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اسے دیکھ رہے ہیں تو وہ نہایت ہی اچھے انداز میں رکوع و سجود کرتا ہے، اِدھر اُدھر متوجہ ہونے کو ترک کر دیتا اور دو سجدوں کے درمیان سکون سے بیٹھتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''ایسا کرنے والا شخص اپنے رب تعالیٰ کی توہین کرتا ہے۔'' گویا ایسا کرنے والا شخص تنہائی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے باخبر ہونے کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ جب کوئی انسان اسے دیکھتا ہے تو اس کے لئے اپنی نماز اچھی کرتا ہے۔ اسے مثال

www.dawateislami.net

سے یوں سمجھیں جیسے کوئی شخص کسی آدمی کے پاس چوکڑی مار کر یا ٹیک لگا کر بیٹھا ہو اور اتنے میں اس کا غلام آجائے تو سیدھا ہو کر اچھی طرح بیٹھ جائے تو یقیناً یہ غلام کو آقا پر مُقَدَّم کرنا اور آقا کی توہین کرنا ہے۔ یہی حال اس ریاکار کا بھی ہے جو بجائے تنہائی کے لوگوں کے سامنے اپنی نماز کو اچھا کرتا ہے اور یہی حال اُس شخص کا بھی ہے جو کھوٹے دینار یا بیکار بیج زکوۃ میں دینے کو تیار ہوتا ہے لیکن جب کوئی دیکھ لے تو اچھے مال سے زکوۃ نکالتا ہے تاکہ دیکھنے والا میری مذمت نہ کرے۔ اسی طرح ریاکار روزہ دار بھی ہے جو مخلوق کی خاطر بحالت روزہ غیبت اور فُحش کلامی سے بچتا ہے کہ یہ میری مذمت نہ کریں اسے روزہ جیسی عبادت کی تکمیل کا کوئی پاس نہیں ہوتا۔ ریاکاری کا یہ درجہ بھی ممنوعہ ریاکاری میں داخل ہے کیونکہ اس میں مخلوق کو خالق عَزَّوَجَلَّ پر ترجیح دینا پایا جارہا ہے، لیکن یہ ریاکاری اصلِ عبادات کے ذریعہ ریاکاری کرنے کے مقابلے میں کم ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر ریاکار کہے کہ میں نے تو یہ سب لوگوں کی زبانوں کو غیبت سے بچانے کے لئے کیا ہے کیونکہ جب وہ رکوع و سجود میں کمی اور میرا دائیں بائیں متوجہ ہونا دیکھیں گے تو ان کی زبانیں مذمت اور غیبت میں کُھل جائیں گی لہذا میرا ارادہ محض ان کو اس گناہ سے بچانے کا تھا؟

جواب: اس سے کہا جائے گا بات یوں نہیں جیسے تم سمجھ رہے ہو بلکہ یہ ایک شیطانی چال اور مکر و فریب ہے کیونکہ جو نماز ریاکار نے اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کے لئے ادا کی ہے اس میں کمی کا نقصان اسے غیبت کی وجہ سے پہنچنے والے نقصان سے زیادہ ہے اور اگر اسے اُبھارنے والا دین ہی تھا تو اسے اپنے نفس پر زیادہ خوف ہونا چاہئے۔ ایسے ریاکار کا حال تو محض اس شخص کے جیسا ہے جو بادشاہ کو ایک لونڈی تحفہ میں پیش کرتا ہے تاکہ بادشاہ اسے انعام و اکرام سے نوازے یا کوئی جاگیر دے لیکن لونڈی اندھی، لولی، لنگڑی اور بدصورت ہے۔ جب بادشاہ اکیلا ہو تو یہ شخص ایسا تحفہ دینے میں کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن جب اس کے پاس اس کے غلام ہوں تو ان کی مذمت کے خوف سے تحفہ دینے سے رک جاتا ہے اور یہ بات ناممکن ہے جو بادشاہ کے غلاموں کا لحاظ کرے اسے بادشاہ کے غلاموں سے زیادہ بادشاہ کا لحاظ نہ ہو۔

اس سلسلے میں ریاکار کی دو حالتیں ہیں: **ایک** تو یہ کہ وہ ریاکاری کے ذریعہ لوگوں میں قَدْر و مَنْزِلَت اور

www.dawateislami.net

تعریف کا خواہش مند ہو، یہ یقیناً حرامِ قَطعِی ہے اور **دوسری** حالت یہ کہ وہ کہے رکوع و سجود کو اچھا کرنے میں میرا اخلاص باقی نہیں رہتا اور اگر میں کمی کرتا ہوں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں میری نماز ناقص ہو جاتی ہے اور لوگوں کی مذمت وغیبت بھی مجھے تکلیف دیتی ہے لہٰذا میں اچھے رکوع و سجود سے صرف لوگوں کی مذمت کو دور کرنے کا فائدہ اٹھاتا ہوں اور اس پر ثواب کی امید نہیں کرتا اور یہ اس سے تو بہتر ہے کہ میں نماز کی اچھی ادائیگی کو چھوڑ دوں تو ثواب بھی نہ ملے اور مذمت کا سامنا بھی کرنا پڑے۔ اس میں کچھ سوچ وبچار ہے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ اچھی ادائیگی کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مُخْلِص بھی ہو، اگر اسے اخلاص کی نیت حاصل نہیں تو اسے چاہیے کہ تنہائی میں اس کی عادت بنائے۔ اس کے لئے جائز نہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے ساتھ ریاکاری کرکے خود سے مذمت کو دور کرے۔ بے شک یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ ایک طرح کا مذاق ہے جیسا کہ اس کے متعلق پہلے گزرا۔

❀...**دوسرا درجہ:** ایسے فعل کے ذریعہ ریاکاری کرنا جس کے ترک کرنے میں کوئی نقصان نہ ہو اور اس کو کرلینا عبادت کو تام و مکمل کرنے کے حکم میں ہو۔ مثلاً: لمبے رکوع و سجود اور طویل قیام کرنا، نماز کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت اچھی ھَیْئَت اختیار کرنا، تکبیر اُولیٰ کے لئے جلدی کرنا، ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف آرام سے جانا اور قراءت میں عادتاً پڑھی جانے والی سورت سے زیادہ تلاوت کرنا۔ یوں ہی رمضان کے روزوں میں تنہائی اور خاموشی زیادہ اختیار کرنا، زکوۃ ادا کرنے میں اچھے سے اچھا مال نکالنا اور کَفّارے کی ادائیگی میں مہنگا غلام آزاد کرنا۔ یہ تمام وہ افعال ہیں کہ اگر ریاکار تنہا ہوتا تو ان میں سے کوئی فِعْل نہ کرتا۔

❀...**تیسرا درجہ:** ریاکار ایسے اعمال کے ذریعہ ریاکاری کرے جو نفس نوافل میں داخل نہ ہوں۔ مثلاً: دیگر لوگوں سے پہلے مسجد میں حاضر ہونا، پہلی صَف کا قَصْد کرنا اور امام کی دائیں جانب جگہ حاصل کرنا وغیرہ۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ باخوبی جانتا ہے کہ یہ تمام وہ افعال ہیں کہ اگر ریاکار تنہائی میں ہوتا تو کوئی پروانہ کرتا کہ کہاں کھڑا ہونا ہے اور کب تکبیر تحریمہ کہنی ہے۔ یہ سب ریاکاری کے درجات رُکنِ ثانی کے اعتبار سے تھے، ان میں سے بعض، بعض کے مقابلے میں زیادہ سخت ہیں البتہ صِفاتِ عبادات کے ذریعے ریاکاری کرنے کے یہ تمام کے تمام درجات قابل مذمت ہیں۔

www.dawateislami.net

تیسرا رکن:

یعنی جس کے باعث ریاکاری کی جاتی ہے کیونکہ ریاکار کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ وہ مال وجاہ کے حصول یا کسی غرض کی خاطر ریاکاری کرتا ہے۔ اس کے بھی تین درجات ہیں:

۞...**پہلا درجہ:** یہ سب سے بڑا اور سخت درجہ ہے یعنی ریاکار کا مقصد کسی گناہ پر قادر ہونے کا ہو۔ مثلاً: کوئی شخص عبادت کے ذریعے ریاکاری کرتا ہے اور خود کو کثرتِ نوافل اور شُبہ والی چیزوں سے بچنے والا ظاہر کرکے مُتَّقی وپرہیزگار دکھاتا ہے اور اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اسے امانت دار سمجھیں تو اسے قاضی یا اوقاف کا مُتَوَلِّی بنادیا جائے یا پھر وصیتوں اور یتیموں کے مال کی ذمہ داری سونپ دی جائے یا زکوٰۃ اور صَدَقات تقسیم کرنے پر مامور کر دیا جائے تاکہ جس قدر چاہے ان مالوں میں سے ہڑپ کر جائے یا اس کے پاس امانتیں رکھوائی جائیں اور وہ انہیں ہَضْم کر کے انکاری ہو جائے یا حج کے راستے میں خرچ کئے جانے والے مال اس کے سپرد کئے جائیں اور وہ ان میں سے کچھ یا تمام مال ہتھیا لے یوں وہ گناہ بھرے مذموم مقاصد تک پہنچنے کی کوشش کرے۔

بعض لوگ صُوفِیت کا لبادہ اوڑھ کر پرہیزگاروں جیسی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور وعظ ونصیحت کرتے ہیں جبکہ ان کا مقصد بدکاری کرنے کے لئے کسی لڑکے یا عورت کو اپنی محبت کے جال میں پھنسانا ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایسے لوگ علمی وفکری مجالس اور قرآن پاک کے حلقوں میں حاضر ہو کر علم اور قرآن سننے میں اپنی دلچسپی ظاہر کرتے ہیں جبکہ ان کا مقصد محض عورتوں اور اَمْرَد لڑکوں کو دیکھنا ہوتا ہے۔ یوں ہی ایسے لوگ کبھی حج کے لئے رَختِ سفر باندھتے ہیں لیکن ان کا مقصد اپنے ہم سَفَر (اَمْرَد) لڑکے یا عورت پر قابو پانا ہوتا ہے۔ یہ (تیسرے رکن کے اعتبار سے) ریاکاروں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کو اپنے گناہ کا ذریعہ وآلہ بنالیا ہے اور اپنے گناہوں کو فسق وفجور کی منڈی کا سامان ٹھہرا دیا ہے۔ ان ہی ریاکاروں کے قریب قریب وہ شخص بھی ہے جو کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اسے گناہ پر تُہمَت لگائی جاتی ہے لیکن وہ گناہ پر اڑا رہ کر خود سے تہمت کو دور کرنے کے لئے تقویٰ وپرہیزگاری کا اظہار کرتا ہے۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو امانت کا انکار کرتا ہے اور لوگ اسے (خیانت کی) تہمت لگاتے ہیں تو وہ مال صدقہ کرنا شروع کر دیتا ہے تاکہ کہا جائے کہ جو خود اپنا مال صدقہ کرتا ہے وہ کسی

www.dawateislami.net

اور کامال کس طرح کھا سکتا ہے؟اسی کی مثل وہ شخص بھی ہے جسے کسی لڑکے یا عورت کے ساتھ فِعلِ بد کرنے کی طرف منسوب کیا جائے تو وہ اس تہمت کو دور کرنے کے لئے تقوٰی وپرہیز گاری کا اظہار کرے۔

❁...**دوسرا درجہ:** ریاکار کا مقصد دنیا کا کوئی جائز فائدہ حاصل کرنا ہو یعنی مال حاصل کرنا یا کسی معزز و خوبصورت عورت سے نکاح کرنا۔ مثلاً: کوئی شخص گریہ وزاری کرتا ہے اور وعظ ونصیحت میں مشغول رہتا ہے تاکہ اسے مال حاصل ہو اور عورتیں اس سے نکاح کرنے میں راغب ہوں، ایسی صورت میں چاہے اس کا مقصد یا تو کسی مُعَیَّن عورت سے نکاح کرنے کا ہو یا پھر کسی بھی خوبصورت و معزز عورت سے نکاح کرنا ہو۔ یوں ہی اس درجہ میں وہ شخص بھی شامل ہے جو عبادت گزار عالم کی لڑکی سے شادی کرنے میں رغبت رکھتا ہے اور اس عالم کے سامنے اپنے علم وعبادت کا اظہار کرتا ہے تاکہ وہ اپنی بیٹی کی اس سے شادی کروادے۔ ریاکاری کا یہ درجہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں ریاکار نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے ذریعے دنیاوی سامان کی چاہت کی ہے، لیکن یہ درجہ پہلے والے کے مقابلے میں کم سخت ہے کیونکہ اس میں ریاکاری سے مقصود جائز کام ہے۔

❁...**تیسرا درجہ:** ریاکار کا ریاکاری سے مقصود دنیاوی فائدہ، مال کا حصول یا نکاح کا ارادہ نہ ہو بلکہ اپنی عبادت کو اس لئے ظاہر کرے تاکہ کوئی اسے حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے اور اسے خاص اور نیک لوگوں میں شمار کیا جائے اور اس کے بارے میں یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ عام لوگوں میں سے ہے۔ مثلاً: کوئی شخص تیز چلنے کا عادی ہو لیکن جب لوگ اسے دیکھیں تو وہ اپنی چال کو بدل دے اور جلد بازی کو ترک کر دے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ باوقار نہیں بلکہ جلد باز ہے۔ اسی درجہ میں وہ شخص بھی ہے جو ہنستا ہے یا مذاق کر بیٹھتا ہے تو ڈرنے لگتا ہے کہ کہیں لوگ اسے بنظرِ حقارت نہ دیکھیں، لہٰذا لمبی سانس لے کر استغفار کرتا ہے اور غمگین ہوتے ہوئے کہنے لگتا ہے انسان اپنے آپ سے کس قدر غافل ہے جبکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ خوب جانتا ہے کہ اگر یہ شخص تنہائی میں ہوتا تو یہ سب اس پر ذرا بھی گراں نہ گزرتا اسے صرف یہ خوف تھا کہ اسے عزت وتوقیر کے بجائے حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔ اسی طرح اس درجہ میں وہ شخص بھی ہے جو ایک گروہ کو نمازِ تراویح یا تہجد پڑھتے، جمعرات یا پیر کا روزہ رکھتے یا صَدَقہ کرتے دیکھتا ہے تو ان کی مُوافقت کرتا ہے تاکہ لوگ اسے عبادت کے معاملے میں کاہل نہ کہیں اور اسے عام لوگوں میں سے نہ قرار دیں جبکہ یہی شخص اگر اکیلا ہوتا اور لوگوں

کے درمیان نہ ہوتا تو ان اعمال میں سے کوئی عمل بجانہ لاتا۔

یہی مثال اس شخص کی بھی ہے جو یومِ عَرَفہ، عاشورہ یا حُرمَت والے مہینوں (یعنی ذُوالْقَعدہ، ذُوالْحِجَّہ، مُحَرَّم اور رَجَب) میں روزہ نہ رکھنے کے باجود پیاسا رہتا ہے لیکن لوگوں کے سامنے اس خوف سے پانی نہیں پیتا کہ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ شخص روزہ دار نہیں ہے، لہٰذا جب لوگ اسے رزوہ دار گمان کر لیتے ہیں تو یہ ان کی وجہ سے کھانے پینے سے رک جاتا ہے یا اسے کھانے کے لئے دعوت دی جائے تو انکار کر بیٹھتا ہے تا کہ لوگ سمجھیں اس کا روزہ ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ روزہ دار ہونے کی صراحت تو نہیں کرتا لیکن یہ کہہ دیتا ہے کہ مجھے عُذر ہے۔ یوں یہ شخص دو خَباثتوں کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے: **ایک** اپنے روزہ دار ہونے کی ریاکاری (جبکہ حقیقت میں وہ روزہ دار بھی نہیں) **دوسرا** اپنے مُخْلِص ہونے کی ریاکاری، لہٰذا وہ اس بات سے بچتا ہے کہ لوگوں میں اس کی عبادات کا تذکرہ ہو لیکن ریاکاری میں یوں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اس کے دل میں یہ چاہت ہوتی ہے کہ لوگ اس کے بارے میں یہ کہیں کہ یہ شخص اپنی عبادات کو چھپانے والا ہے۔ ایسا شخص اگر پانی پینے پر مجبور ہو جائے تو اپنے بارے میں صَراحتاً یا کِنایَۃً عذر پیش کرنے سے صَبْر نہیں کرتا یا تو اپنی ایسی بیماری ظاہر کر دیتا ہے جو شِدَّتِ پیاس کی باعث ہو اور روزہ رکھنے سے مانع ہو یا کہہ دیتا ہے کہ میں نے فلاں کا دل رکھنے کے لئے روزہ توڑا ہے۔ بسا اوقات ایسا شخص پانی پیتے ہی اپنا عذر پیش نہیں کرتا تا کہ اسے ریاکار نہ سمجھا جائے بلکہ کچھ صبر کرنے کے بعد اپنا عذر بطور حکایت پیش کرتا ہے۔ مثلاً: کہتا ہے: فلاں شخص دوستوں سے بہت محبت کرتا ہے اور خواہشمند رہتا ہے کہ کوئی انسان اس کے کھانے میں سے کھائے۔ اس نے آج مجھے دعوت پیش کی تو میں اس کا دل رکھنے کی خاطر انکار نہ کر سکا یا پھر کہتا ہے: میری ماں بہت کمزور دل اور مجھ پر بہت مہربان ہے اس کے خیال میں اگر میں نے ایک روزہ بھی رکھا تو بیمار ہو جاؤں گا لہٰذا وہ مجھے روزہ نہیں رکھنے دیتی۔ یہ اور اس قسم کی تمام باتیں ریاکاری کی نشانیاں ہیں یہ اسی وقت زبان پر آتی ہیں جب ریاکاری کی جڑ باطن میں مضبوط ہو چکی ہوتی ہے۔ جہاں تک مخلص کی بات ہے تو اسے مخلوق کی نظر کی کوئی پروا نہیں ہوتی اگر اسے روزہ کی رغبت نہ ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس بات کو بخُوبی جانتا ہے کہ وہ اس بات کا ارادہ ہرگز نہیں کرتا کہ اس کے بارے میں ایسا اعتقاد رکھا جائے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے علم کے خلاف ہو اور یوں وہ اپنی عبادت میں

www.dawateislami.net

ریاکاری کی ملاوٹ کرنے والا ہو جائے۔ اگر اسے روزے کی چاہت ہوتی ہے تو اس کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس کے روزے دار ہونے پر صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی باخبر ہو اس کے علاوہ کوئی مُطَّلَع نہ ہو۔ بعض اوقات کسی کو یہ خیال آتا ہے کہ اگر وہ اپنی عبادت کو ظاہر کرے گا تو لوگ اس کی پیروی کریں گے اور لوگوں کی عبادت میں رغبت بڑھ جائے گی مگر اس کی اس نیت میں شیطان کا مکر و فریب بھی شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق تفصیل اور شرائط آگے آرہی ہیں۔

یہ تمام کے تمام ریاکاری کے درجات اور ریاکاروں کی مختلف قسموں کے مراتب تھے جو کہ سب کے سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی اور عذاب کا باعث ہیں۔ ریاکاری مہلکات میں انتہائی شدید ہے اس کی شدت میں سے ایک بات وہ بھی ہے جو حدیثِ پاک میں بیان کی گئی کہ ریاکاری کا اثر چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ اس میں بڑے بڑے عُلَما پھسل جاتے ہیں تو ان جاہلوں کا ذکر ہی کیا جنہیں نفس کی آفتوں کا علم ہے نہ دل کے فریبوں کا۔

چوتھی فصل: چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ریاکاری کا بیان

ریاکاری کی دو قسمیں ہیں: (۱)... جلی (جو بالکل واضح ہو) اور (۲)... خفی (جس میں پوشیدگی ہو)۔

❁... **جلی** رِیاکاری وہ ہے جو عمل پر ابھارتی اور اس کی ترغیب دیتی ہے اگرچہ ثواب کی نیت ہو۔

❁... **خفی** رِیاکاری وہ ہے جو تنہا عمل پر نہیں ابھارتی لیکن ثواب کی نیت سے کیا جانے والا عمل اس کے سبب کچھ آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً: ایک شخص ہر رات تہجُّد پڑھنے کا عادی ہے اور یہ عمل اسے مشکل بھی لگتا ہے لیکن جب اس کے پاس کوئی مہمان آجائے وہ چُست ہو جاتا ہے اور رات کو اٹھنا اسے آسان لگتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اگر ثواب کی امید نہ ہوتی تو محض مہمان کو دکھانے کے لئے وہ تہجد نہ پڑھتا۔ اس سے بھی زیادہ پوشیدہ وہ ریاکاری ہے جو نہ عمل میں مُؤَثِّر ہوتی ہے نہ آسانی پیدا کرتی ہے لیکن اس کے باوجود دل میں موجود ہوتی ہے، چونکہ عمل میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، لہٰذا اس کو علامات ہی کے ذریعہ پہچانا جا سکتا ہے اس کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ بندہ اپنی عبادت پر لوگوں کے مطلع ہو جانے پر خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ کتنے ہی

www.dawateislami.net

بندے ایسے ہیں جو اپنے عمل میں مخلص ہوتے ہیں، وہ ریاکاری کا تصور نہیں کرتے بلکہ اسے ناپسند کرتے ہوئے اپنے عمل کو پورا کرتے ہیں لیکن جب لوگوں کو ان کے عمل کی خبر ہوتی ہے تو انہیں اس سے خوشی و راحت محسوس ہوتی ہے اور عبادت کی مَشَقَّت ان کے دل سے دور ہو جاتی ہے۔ ان کی یہ خوشی اس پوشیدہ ریاکاری پر دلالت کرتی ہے جس سے سرور پیدا ہوتا ہے، اگر دل لوگوں کی طرف متوجہ نہ ہو تو لوگوں کے مطلع ہونے کے سبب خوشی بھی نہ ہو۔ جس طرح پتھر میں آگ پوشیدہ ہوتی ہے اسی طرح ریاکاری دل میں گھر کئے ہوتی ہے، لہٰذا لوگوں کے مُطَّلَع ہونے پر خوشی و سرور حاصل ہوتا ہے پھر جب بندہ اس اطلاع کے سبب سرور کی لذت کو محسوس کرتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کراہیت نہیں پاتا تو یہ بات ریاکاری کی پوشیدہ رگ کے لئے قوت اور غِذا بن جاتی ہے حتّٰی کہ وہ شخص اپنے اندر کوئی پوشیدہ حرکت محسوس کرتا ہے پھر وہ چاہتا ہے کہ اس کا عمل صراحت کے ساتھ اگرچہ نہیں لیکن کسی بھی سبب سے اشارۃً یا کنایۃً لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ بعض اوقات پوشیدہ ریاکاری میں مبتلا شخص ڈرتا ہے اور صراحتاً و اشارۃً ریاکاری کا اظہار نہیں کرتا لیکن عادات وصفات کے ذریعے اظہار کر دیتا ہے۔ مثلاً کمزوری ظاہر کرنا، چہرے پر زردی، آواز پست، ہونٹوں اور تھوک کی خشکی، آنسوں کے آثار اور نیند کا غلبہ ظاہر کرنا جو کہ تہجد گزار ہونے پر دلالت کرے اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ریاکاری یہ ہے کہ بندہ نہ اپنی عبادت کو ظاہر کرنا چاہے نہ ہی اس کے ظہور سے خوشی ہو لیکن اس کے باوجود یہ تمنا کرے کہ جب لوگ اسے دیکھیں تو سلام میں پہل کریں اور اس کے ساتھ عزت وخندہ پیشانی سے پیش آئیں، اس کی تعریف کریں، اس کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ خرید وفروخت میں اس کے ساتھ رعایت برتیں اور اس کے لئے جگہ کشادہ کریں نیز اگر کوئی ان معاملات میں سے کسی معاملے میں کمی کرے تو اس بندے کے دل پر یہ بات گراں گزرے اور وہ اس بات کو اپنے متعلق بہت بعید خیال کرے۔ گویا یوں معلوم ہو رہا ہے کہ وہ جس عبادت کو پوشیدہ طور بجالا رہا ہے اگرچہ وہ یہ نہیں چاہتا کہ لوگ اس پر مطلع ہوں لیکن اس کے سبب اپنی تعظیم واحترام چاہتا ہے۔ اگر اس نے یہ عبادت نہ کی ہوتی تو اسے لوگوں کا اپنی شان میں کوتاہی کرنا برا معلوم نہ ہوتا، لہٰذا جب تک مخلوق کے متعلق عبادت کا وجود عدم کی طرح نہ ہو جائے انسان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم پر قناعت کرنے والا نہیں کہلائے گا

www.dawateislami.net

اور نہ ہی وہ اس ریاکاری کے اثر سے پاک کہلائے گا جو چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔[1] مذکورہ تمام صورتوں میں اجر و ثواب ضائع ہو سکتا ہے اور اس سے صِدِّیقین ہی بچ سکتے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے: بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت عُلَما سے فرمائے گا: ”کیا تم پر کشادگی نہیں کی گئی تھی...؟ کیا تمہیں سلام میں پہل نہیں کی گئی تھی...؟ کیا تمہاری ضرورتیں پوری نہیں کی گئیں تھیں...؟“ حدیثِ پاک میں (ریاکاروں کے متعلق مروی) ہے: ”تمہارے لئے کوئی اجر نہیں، تم اپنا اَجر لے چکے ہو۔“[2]

ایک درویش کا قصّہ:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ ایک درویش نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ہم نے سرکشی کے خوف سے اپنی اولاد و مال کو چھوڑا اب ہمیں ایسے خوف نے آلیا ہے جو مال داروں کے مال کے سبب سرکشی میں پڑ جانے کے خوف سے زیادہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ جب اس سے کوئی ملے تو اس کے دینی مرتبے کی وجہ سے اس کی تعظیم کرے اور جب ہم کسی کے سامنے کوئی حاجت پیش کریں تو ہمارے دینی مقام کی وجہ سے فوراً پوری کر دی جائے، کسی سے کوئی چیز خریدیں تو ہمارے دینی مَنْصَب کے سبب ہم سے رعایت کی جائے۔ جب یہ بات اس وقت کے بادشاہ کو پہنچی تو وہ ایک لشکر کے ساتھ آیا یہاں تک کہ جنگل و پہاڑ لوگوں سے بھر گئے۔ درویش نے دیکھا تو کہا: یہ کیا ہے؟ ان سے کہا گیا بادشاہ آپ کی زیارت کو آیا ہے۔ درویش نے غلام سے کہا: مجھے کھانا دو۔ غلام نے ساگ، زیتون اور کھجور کے خوشے حاضر کر دیئے تو درویش نے اپنا بڑا سا منہ کھولا اور بڑے بڑے لقمے کھانے لگا۔ بادشاہ نے لوگوں سے پوچھا: تمہارا وہ درویش کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: یہی تو ہے۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تم کیسے ہو؟ اس نے کہا: لوگوں کی طرح ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا: میں خیریت سے ہوں۔ بادشاہ نے کہا: اس کے پاس کوئی خیر نہیں اور یہ کہہ کر چلا گیا۔ درویش نے اس

[1]...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الکوفیین، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ۷/ ۱۴۶، حدیث: ۱۹۶۲۵

[2]...الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرۃ الثانیۃ: الشرک الاصغر وھو الریاء، ۱/ ۹۳

www.dawateislami.net

کے جانے کے بعد کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے جس نے تجھے مجھ سے پھیر دیا اور تو نے میری مذمت کی۔

معلوم ہوا کہ مُخْلِصِین پوشیدہ ریاکاری سے بھی ڈرتے ہیں اور اپنی نیکیاں چھپانے کے لئے لوگوں کو دھوکے میں رکھتے ہیں نیز انہیں اپنی نیکیاں چھپانے کا اتنا لالچ ہوتا ہے جتنا عام لوگوں کو گناہ چھپانے کا بھی نہیں ہوتا۔ یہ تمام کا تمام اس امید پر ہوتا ہے کہ ان کے اعمال خالص ہو جائیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بروز قیامت مخلوقات کے مجمع کے سامنے انہیں اخلاص کی جزا عطا فرمائے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن خالص اعمال ہی کو قبول فرمائے گا اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس دن انہیں اعمالِ صالحہ کی شدید حاجت ہوگی اور وہ ایسا دن ہوگا جب اعمال صالحہ کی کمی کا سامنا ہوگا۔ اس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے، باپ اپنے بیٹے کی کوئی مدد نہ کرسکے گا حتّٰی کہ صِدِّیقین بھی اپنی فکر میں مبتلا ہوں گے اور نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے جب صِدِّیقِین کا یہ حال ہوگا تو دوسرے کس شمار میں ہوں گے۔ اسے آپ مثال سے یوں سمجھیں جیسے حج کا ارادہ کرنے والے جب بَیْتُ اللہ شریف کی زیارت کی نیت سے مَکَّہ مُکَرَّمہ روانہ ہوتے ہیں تو اپنے ساتھ خالص مغربی سکّے لے کر جاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اہل عرب کے یہاں رَدّی اور کھوٹے سکے نہیں چلتے اور دِیارِ غیر میں ضرورت بھی زیادہ ہوتی ہے، نہ وہ اپنا وطن ہے کہ پناہ لی جائے اور نہ کوئی دوست ہے جو مدد کرے لہٰذا خالِص سکے لے جانے میں ہی عافیت ہے۔ اسی طرح اہلِ دل قیامت اور اس دن کام آنے والے توشہ پر نظر رکھتے ہیں اور وہ توشہ تقویٰ ہے۔ پوشیدہ ریاکاری کے اثرات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں لہٰذا جب تک بندہ اپنی عبادت پر انسان یا جانور کے مطلع ہونے میں فرق محسوس کرتا ہے تو سمجھ لے اس میں ریاکاری کا کوئی نہ کوئی درجہ ضرور موجود ہے اور جب بندہ جانوروں سے بھی اپنی طمع ختم کرلے تو پھر اسے پروا نہیں ہوتی ہے اس کے پاس جانور ہیں یا دودھ پیتے بچے، وہ اس کی حرکات کو دیکھ رہے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ مخلص اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم پر قناعت کرنے والا ہوگا تو اسے عقلمند لوگ بھی حقیر لگیں گے جیسا کہ وہ بچوں اور جانوروں کو حقیر خیال کرتا ہے اور اسے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ بے شک جس طرح بچے، پاگل اور جانور اس پر کوئی قدرت نہیں رکھتے اسی طرح یہ عقل مند بھی اس کے رزق، موت، زیادتی ثواب، عذاب یا کسی نقصان کے مالک نہیں۔ اگر کسی کی یہ سوچ نہ ہو تو اس میں ریاکاری کا اثر موجود ہے لیکن ریاکاری کا ہر اثر عمل

www.dawateislami.net

کو برباد کرنے والا اور اَجر کو ضائع کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ اس میں تفصیل ہوتی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی کی نیکیوں کا چرچا ہوتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے، تو کیا ہر خوشی قابل مذمت ہے یا بعض قابل تعریف بھی ہیں؟ **جواب:** پہلے ہم یہ بیان کر دیں کہ ہر خوشی قابل مذمت ہے ایسا ہرگز نہیں بلکہ خوشی دو طرح کی ہوتی ہے: (۱)... قابل تعریف اور (۲)... قابل مذمت۔

قابل تعریف خوشی:

قابل تعریف خوشی کی چار قسمیں ہیں:

❁...**پہلی قسم:** انسان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے اپنی عبادت واخلاص کو پوشیدہ رکھے اور جب لوگ اس کی عبادت پر مطلع ہوں تو اس کی نسبت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف کرے کہ اسی نے لوگوں کو مطلع کیا اور اس کی اچھائیاں ان پر ظاہر فرمائیں، بلکہ اسے اس بات پر دلیل بنائے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے ساتھ اچھا معاملہ فرمایا اور اس پر نظرِ کَرَم ونظرِ عِنایت فرمائی ہے کیونکہ وہی نیکی اور گناہ کا چھپانے والا، اس کے گناہوں پر پردہ ڈال کر نیکیوں کو ظاہر فرمانے والا ہے اور گناہوں پر پردہ ڈالنے اور نیکیاں ظاہر فرمانے سے بڑھ کر کیا کَرَم ہو سکتا ہے؟ ایسے شخص کی خوشی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نظر کرم وعنایت کی وجہ سے ہوگی نہ کہ لوگوں کی تعریف اور ان کے دلوں میں اس کا مقام ومرتبہ ہونے کی وجہ سے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْاؕ (پ۱۱، یونس: ۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ **اللہ** ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

گویا اسے رب تعالیٰ کی بارگاہ سے مقبولیت کا پروانہ مل چکا ہے اور وہ اسی پر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔

❁...**دوسری قسم:** **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں جس کی نیکیوں کا چرچا کیا اور گناہوں کی پردہ پوشی فرمائی اس شخص کا اپنی آخرت کے لئے رب تعالیٰ سے اسی طرح کی امید رکھنا۔ ساقیِ کوثر، شفیعِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالی شان ہے: "مَا سَتَرَ اللّٰهُ عَلٰی عَبْدٍ ذَنْبًا فِی الدُّنْیَا اِلَّا سَتَرَهٗ عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرَةِ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دنیا میں جس کے گناہوں

www.dawateislami.net

کی پردہ پوشی فرماتا ہے آخرت میں بھی اس کے گناہ ظاہر نہیں فرمائے گا۔[1]

پہلی قسم میں خوشی صرف فی الحال (یعنی دنیامیں) مقبولِ بارگاہ ہونے کی وجہ سے تھی جبکہ **دوسری قسم** میں خوشی کا تعلق مستقبل (یعنی آخرت) سے بھی ہے۔

۞...**تیسری قسم:** (جس کی نیکیوں کا چرچا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا ہے) ایسے شخص کا یہ خیال کرنا کہ اس سے لوگوں کو نیکیوں پر رغبت ملے گی اور میرا ثواب دُگنا ہوگا تو اس شخص کے لئے دو ثواب ہیں اولاً اپنی عبادت کو چھپانے کا اور ثانیاً اس کی عبادت لوگوں پر ظاہر ہونے کا کیونکہ عبادت میں جس کی پیروی کی جائے اسے پیروی کرنے والے تمام لوگوں کے عمل کے برابر ثواب ملتا ہے اور کسی کے ثواب میں کمی بھی نہیں کی جاتی۔ اس سبب سے خوش ہونا بالکل درست ہے کیونکہ نَفْع کی علامات یقینی طور پر باعث لذّت و سرور ہوتی ہیں۔

۞...**چوتھی قسم:** جب لوگ عبادت کی وجہ سے اس کی تعریف کریں تو وہ اس بات پر خوش ہو کہ ان کی تعریف میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طاعت شامل ہے، انہیں عبادت گزاروں سے محبت ہے اور ان کے دل عبادت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ کیونکہ بعض ایمان والے ایسے بھی ہیں جو نیکوکاروں کو دیکھ کر جلتے ہیں، ان سے حسد رکھتے، ان کی برائی کرتے، ان کا مذاق اڑاتے اور انہیں ریاکاری کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ان کی تعریف نہیں کرتے۔

یہ خوشی در حقیقت بندگانِ خدا کے ایمان کی درستی پر ہے۔ اس خوشی میں اخلاص کی علامت یہ ہے کہ جس طرح اسے اپنی تعریف پر خوشی ہوتی ہے اسی طرح دوسروں کی تعریف پر بھی خوشی ہو۔

قابلِ مذمت خوشی:

یہ خوشی کی پانچویں قسم ہے جو کہ قابلِ مذمت ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ انسان لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام و مرتبہ پائے جانے کی وجہ سے خوش ہوتا ہے حتّٰی کہ لوگ اس کی تعریف و تعظیم کرتے، بڑھ چڑھ کر اس کی ضروریات پوری کرتے اور اٹھنے بیٹھنے میں اس کے ساتھ عزت سے پیش آتے ہیں۔ یہ خوشی ناپسند ہے۔

1...مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب بشارة من ستر اللّٰہ...الخ، ص۱۳۹۷، حدیث: ۲۵۹۰

www.dawateislami.net

پانچویں فصل: واضح اور پوشیدہ ریاکاری کے سبب اعمال برباد ہونے یا نہ ہونے کا بیان

جب بندہ اخلاص پر عبادت کی بنیاد رکھے پھر ریاکاری کا حملہ ہو تو یہ ریاکاری عبادت سے فارغ ہونے کے بعد پائی جائے گی یا دورانِ عبادت۔ پھر (دورانِ عبادت) اگر خود ہی لوگوں پر عمل ظاہر ہو جائے اور عبادت سے فارغ ہونے پر صرف خوشی پائی جائے تو اس ریاکاری کے سبب عمل برباد نہیں ہوگا کیونکہ عمل ریاکاری کے بغیر اخلاص کے ساتھ مکمل ہو گیا۔ عمل کے بعد پائی جانے والی ریاکاری کے بارے میں امید ہے کہ وہ عمل پر کوئی اثر نہیں کرے گی لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ اپنا عمل ظاہر کرنے کی کوشش بھی نہ کی ہو، نہ اسے بیان کیا ہو اور نہ ہی اس کے اظہار اور بیان کرنے کی تمنّا کی ہو بلکہ اس کا ظہور محض باری تعالیٰ کی طرف سے ہو اور بندے کو صرف خوشی اور قلبی راحت حاصل ہو۔ البتہ اگر عمل تو بغیر ریاکاری کے اخلاص کے ساتھ پورا کر لیا لیکن بعد میں ظاہر کرنے کی خواہش ہوئی اور گفتگو کے ذریعے اسے ظاہر کر دیا تو یہ صورت خطرناک ہے۔ روایات و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا عمل برباد ہو جائے گا۔ چنانچہ

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو کہتے سنا: ”میں نے گزشتہ شب سورۂ بقرہ پڑھی ہے۔“ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”اس سے تیرا حصہ اتنا ہی تھا۔“

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی: ”یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں نے عُمر بھر روزہ رکھا ہے۔ ارشاد فرمایا: ”نہ تو نے کبھی روزہ رکھا نہ افطار کیا۔“[1]

ایک قول کے مطابق آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانا اس وجہ سے تھا کہ اس نے اپنے عمل کو ظاہر کر دیا تھا جبکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں صومُ الدَّھر (پے درپے روزے رکھنے) کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہے۔ بہر حال صورتِ حال جو بھی تھی رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فرمان سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بوقتِ عبادت اس شخص کا دل ریاکاری سے خالی نہ تھا

1... الزھد لابن مبارک، باب ماجاء فی الخشوع والخوف، ص ۵۰، حدیث: ۱۵۳

www.dawateislami.net

اور اس کا ارادہ ریاکاری کا تھا اسی لئے اس نے گفتگو کے ذریعے اپنا عمل ظاہر کر دیا۔ لیکن عمل پورا ہو جانے کے بعد طاری ہونے والی ریاکاری عمل کا ثواب ضائع کر دے یہ بہت بعید ہے بلکہ قیاس کے مطابق یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ اس نے جو عمل کر لیا اس پر اسے ثواب ملے گا اور عمل سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کو ریاکاری کا ذریعہ بنانے کی وجہ سے اس کی پکڑ ہو گی بخلاف اس شخص کے جس کا ارادہ دورانِ نماز ہی ریاکاری کی طرف چلا گیا کیونکہ اس طرح بسا اوقات نماز باطل ہو جاتی ہے اور عمل برباد ہو جاتا ہے۔

دورانِ عمل ریاکاری کا حملہ:

جب فراغتِ نماز سے قبل ہی ریاکاری کا حملہ ہو۔ مثلاً: کسی نے اخلاص کی بنیاد پر عمل شروع کیا اور دورانِ عمل ریاکاری نے آ گھیرا تو اُس وقت محض خوشی کا غلبہ ہو گا جس سے عمل پر کوئی اثر نہیں ہو گا یا پھر وہ ایسی ریاکاری ہو گی جو عمل پر ابھارے گی۔ اگر وہ ریاکاری عمل پر اُبھارے اور اسی پر عبادت کا اختتام ہو تو اسے ثواب حاصل نہ ہو گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص نفل نماز ادا کر رہا تھا اچانک کوئی حَسِیْن مَنْظَر اس کے سامنے آ گیا یا کوئی بادشاہ آ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ اس کی طرف دیکھے یا اسے اپنا بھولا ہوا مال یاد آ گیا اور وہ چاہتا ہے کہ جا کر اسے پالوں اور اگر لوگ نہ ہوتے تو وہ نماز توڑ کر چلا بھی جاتا لیکن لوگوں کی مذمت سے بچنے کے لئے اس نے اپنی نماز پوری کی تو اس کا عمل ضائع ہو گیا، اگر نماز فرض تھی تو لوٹانا واجب ہے۔(1)

سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَلْعَمَلُ کَالْوِعَآءِ اِذَا طَابَ اٰخِرُہٗ طَابَ اَوَّلُہٗ یعنی عمل برتن کی طرح ہے اگر اس کا آخر اچھا ہو تو اوّل ضرور اچھا ہو گا۔''(2) یعنی عمل کے اختتام تک اخلاص قائم رکھو۔

ایک روایت میں ہے: ''جس نے لمحہ بھر اپنے عمل میں ریاکاری کی اس کا سارا عمل برباد ہو گیا۔''(3)

اس روایت کا تعلق نماز سے ہے نہ کہ صَدَقہ اور تِلاوتِ قرآن سے کیونکہ ان میں سے ہر ایک منفرد

1... ریاکاری کے ساتھ پڑھی گئی نماز کی صحت کا حکم تو دیا جائے مگر چونکہ اخلاص نہیں ہے ثواب نہیں ملے گا۔
(ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۳، ۱/۶۳۶، ۶۳۷)

2... سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب التوقی علی العمل، ۴/ ۴۶۸، حدیث: ۴۱۹۹ بتغیر

3... المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الزھد، کلام الحسن البصری، ۸/ ۲۶۲، حدیث: ۱۱۱

www.dawateislami.net

حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا ان میں اگر ریاکاری پائی گئی تو بعد والے عمل کو برباد کرے گی پہلے والے کو نہیں۔ اور روزے اور حج کا معاملہ نماز کا سا ہے۔

وہ ریاکاری جو عمل کی تکمیل میں رکاوٹ نہیں بنتی:

بہر حال جب ریاکاری کا حملہ اس طرح کا ہو کہ وہ عمل کو بنیت ثواب پورا کرنے میں رکاوٹ نہ بنے۔ مثلاً: دورانِ نماز چند افراد آجائیں تو نمازی ان کے آنے پر خوش ہو جائے اور ریاکاری پیدا ہو جائے اور ان کو دکھانے کی خاطر نماز میں حُسن پیدا کرے لیکن لوگ نہ آتے پھر بھی نماز ضرور مکمل کرتا تو یہ ریاکاری بھی عمل میں مؤثر اور تبدیلی کا باعث ہے۔ اگر یہ غالب آجائے حتی کہ ارادۂ عبادت اور ثواب کا احساس جاتا رہے اور عبادت کا قصد بالکل چھپ کر رہ جائے تو اس صورت میں بھی عبادت فاسد ہو جانی چاہئے جبکہ اسی حالت میں کوئی ایک رکن ادا کر لیا ہو کیونکہ ہم اس سابقہ نیت کا اعتبار کر رہے ہیں جو بوقتِ تحریمہ کی تھی جو ہر اس برائی سے پاک تھی جو اس پر غالب آجائے اور اسے چُھپادے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عمل کی بنیادی حالت اور ثواب کی نیت کی طرف نظر کرتے ہوئے عبادت کے فاسِد ہونے کا حکم نہ کیا جائے اگرچہ دوسرے ارادے (یعنی ریاکاری) کے غَلَبَہ کی وجہ سے پہلی نِیَّت کمزور پڑ گئی ہے۔ حضرت سیِّدُنا حارِث محاسِبی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ اس سے بھی ادنی بات کی وجہ سے عمل فاسد ہونے کا قول کرتے ہیں۔ چنانچہ

سیِّدُنا حارِث محاسبی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ کی رائے:

آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ فرماتے ہیں: ”لوگوں کے مطلع ہونے پر خوش ہونا ہی عمل کو برباد کر دیتا ہے۔“ یعنی خوش ہونا گویا جاہ ومرتبے کو پسند کرنا ہے۔ مزید فرماتے ہیں: ”لیکن اس بارے میں علما کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس کا عمل برباد ہو گیا کیونکہ اس نے پہلے ارادے (یعنی ارادۂ ثواب) کو توڑ دیا، مخلوق کی تعریف کی طرف متوجہ ہو گیا اور عمل کو اخلاص کے ساتھ مکمل نہ کیا جبکہ عمل اختتام پر ہی مکمل ہوتا ہے۔“ اس کے بعد سیِّدُنا حارِث محاسِبی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں: ”میں قطعی طور پر عمل کی بربادی کا حکم نہیں لگاتا کیونکہ عمل میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی لیکن بربادی سے محفوظ بھی نہیں سمجھتا۔ لوگوں

www.dawateislami.net

کے اختلاف کی وجہ سے میں اس بارے میں تردُّد کا شکار رہا لیکن میرا غالب گمان یہ ہے کہ اس کا عمل باطل ہو جائے گا کیونکہ اس نے ریاکاری پر اپنا عمل ختم کیا۔"

ایک استدلال اور اس کا جواب:

پھر فرماتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ حضرت حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا فرمان ہے کہ اخلاص و ریاکاری کی دو حالتیں ہیں اگر پہلی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہو تو دوسری اسے کوئی نقصان نہیں دے گی۔ نیز مروی ہے کہ ایک شخص نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: "میں اپنے عمل کو چھپاتا ہوں اور یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس پر مُطَّلَع ہو لیکن جب وہ ظاہر ہو جاتا ہے تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔" اس پر سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "لَکَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِیَۃِ یعنی تیرے لئے دو ثواب ہیں ایک چھپانے کا اور دوسرا اظاہر کرنے کا۔"[1]

قول سے اِستِدلال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: جہاں تک حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے قول کا تعلق کہ "دوسری حالت نقصان نہیں دے گی" اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی حالت میں انسان عمل کو نہ چھوڑے کیونکہ جب وہ رِضائے الٰہی کا ارادہ کر چکا تو اب اسے اس قسم کا خیال نقصان نہیں دے گا، حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ نہیں فرمایا کہ اخلاص کے بعد ریاکاری کا آجانا عمل کے لئے باعثِ نقصان نہیں۔

روایت کے متعلق حضرت سیِّدُنا حارث محاسبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے طویل کلام فرمایا ہے جو تین توجیہات پر مشتمل ہے:

❁...**پہلی وجہ:** ممکن ہے کہ اس شخص نے عمل مکمل ہونے کے بعد اس کا ظاہر ہونا مراد لیا ہو کہ حدیث پاک میں بھی فراغت سے قبل کی صراحت نہیں۔

❁...**دوسری وجہ:** ہو سکتا ہے وہ خوشی کا اظہار اس لئے کرتا ہو تاکہ اس نیک عمل کی پیروی کی جائے یا اس اظہار کا سبب قابلِ تعریف خوشی کے ان اسباب میں سے کوئی ہو جو ہم نے پیچھے ذکر کئے ہیں اور تعریف

1...شعب الایمان، باب فی السرور بالحسنۃ والاغتمام، ۵/ ۳۷۶، حدیث: ۷۰۰۹

www.dawateislami.net

ومرتبہ کی محبت اس خوشی کا سبب نہ ہو کیونکہ اسے ثواب کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اخلاص کے ساتھ عمل کرنے والے کے لئے ایک اجر ہو اور ریاکار کے لئے دو؟

❁...**تیسری وجہ:** اکثر راویانِ حدیث نے اسے حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے غیر مُتَّصِل روایت کیا ہے بلکہ اکثر نے تو ابو صالح پر آکر توقُّف کر لیا اور بعض نے مرفوعاً روایت کیا ہے لہٰذا ریاکاری کا حکم بیان کرنے کے لئے اس بارے میں وارد ہونے والی عمومی احادیث کا اعتبار کرنا ہی زیادہ مناسب ہے۔

یہ کلام حضرت سیِّدُنا حارث محاسبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا تھا، انہوں نے قطعی حکم تو بیان نہیں کیا البتہ عمل کے بُطلان کی طرف میلان ظاہر فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک قیاس یہی کہتا ہے کہ اتنی مقدار جو عمل میں کوئی اثر نہ کرے بلکہ عمل اسی دینی باعث (اصل نیت واخلاص) پر باقی رہے اور لوگوں پر ظاہر ہونے کی وجہ سے دل میں خوشی داخل ہو جائے تو اس سے عمل فاسد نہیں ہو گا کیونکہ اصل نیت باقی ہے اور اسی پر عمل مکمل ہوا۔

ریاکاری کے متعلق وارد رِوایات کا محمل:

بہر حال جو رِوایات رِیاکاری کی مذمت میں آئی ہیں وہ اُس عمل پر محمول ہیں جو صرف مخلوق کے لئے کیا گیا ہو اور جن میں روایات میں شرکت کا تذکرہ ہے وہ اُس عمل پر محمول ہیں جس میں ریاکاری اور ثواب دونوں کا ارادہ برابر ہو یا ریاکاری غالب ہو۔ جہاں تک یہ کہنے کا تعلق ہے کہ ریاکاری کا ارادہ ثواب کے مقابلے میں کمزور ہو تو صَدَقے اور دیگر اعمال کے ثواب میں ذرا بھی کمی نہیں آئے گی، لہٰذا نماز بھی فاسد نہیں ہونی چاہئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان پر نماز خالصتاً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے پڑھنا فرض ہے اور خالص وہ ہوتا ہے جس میں کسی بھی چیز کی ملاوٹ نہ ہو تو اس ملاوٹ کی وجہ سے وہ اپنا فرض ادا کرنے والا نہیں۔ اس بارے میں حقیقی علم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کو ہے۔

ہم نے ”اخلاص کے بیان“ میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ تفصیل کے لئے اس مقام کی طرف رجوع کریں۔ یہ حکم اس ریاکاری کا ہے جو عبادت کی نیت کے بعد دورانِ عبادت یا بعد اَز فراغت حملہ آور ہو۔

عمل کی ابتدا ہی ریاکاری پر ہو تو...!

جب عمل کی ابتدا ہی ریاکاری سے کی جائے۔ مثلاً: ایک شخص نے نماز ریاکاری کی نیت سے شروع کی اور

www.dawateislami.net

اسی حالت میں سلام پھیر دیا تو بالاتفاق یہ نماز شمار نہ ہوگی اور اس کی قضا لازم ہے۔[1] اور اگر دورانِ نماز اپنے ارادے پر نادم ہو کر معافی کا طلب گار ہوا اور نماز مکمل کرنے سے قبل تَوبہ واِسْتِغْفار کر لے تو اس کی نماز کے بارے میں تین قول ہیں:

۞...**پہلا قول:** ایک گروہ کہتا ہے کہ ریاکاری کی وجہ سے اس کی نماز نہ ہوئی اسے چاہئے کہ دوبارہ پڑھے۔

۞...**دوسرا قول:** ایک گروہ کے نزدیک اس پر افعال یعنی رکوع و سجود وغیرہ لوٹانا واجب ہے۔ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اس کے تمام افعال فاسد ہو گئے کیونکہ تحریمہ ایک عقد ہے اور ریاکاری دل میں پیدا ہوتی ہے جو اسے ختم نہیں کر سکتی۔

۞...**تیسرا قول:** ایک گروہ کہتا ہے اس پر کچھ لوٹانا واجب نہیں۔ بس دل سے استغفار کرے اور اخلاص کے ساتھ اپنی عبادت مکمل کرے کہ اعتبار عمل مکمل ہونے کا کیا جاتا ہے۔ مثلاً: کوئی اخلاص پر عمل کی بنیاد رکھے اور ریاکاری پر اس کا خاتمہ ہو تو یقیناً اس کا عمل برباد ہے۔

یہ گروہ اس عبادت کو نجاست میں لتھڑے اس سفید کپڑے سے تَشْبِیْہ دیتے ہیں کہ جب نجاست اس سے دور کر دی جائے تو وہ اپنی اصل کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اس گروہ کا کہنا ہے کہ نماز اور رکوع و سجود اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے لئے تھے اگر وہ غیرُاللہ کے لئے سجدہ کرتا یقیناً کافر ہو جاتا لیکن اسے عارِضی طور پر ریاکاری نے آگھیرا تھا جب ندامت و توبہ کے ذریعے اسے دور کر دیا اور اس حال پر لوٹ آیا کہ اب اسے لوگوں کی تعریف و مذمت کی کچھ پروا نہ رہی تو اس کی نماز درست ہو گئی۔

آخری دونوں گروہ کے اقوال فِقْہی قیاس سے بہت دور ہیں خصوصاً جنہوں نے تکبیر تحریمہ کے بغیر صرف رکوع و سجود لوٹانا ضروری کہا ہے کیونکہ اگر رکوع و سجود درست نہ مانے جائیں تو یہ افعال نماز میں زیادتی کا سبب بنیں گے اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح جنہوں نے اختتام کا اعتبار کرتے ہوئے کہا کہ "اگر عبادت کا اختتام اخلاص پر ہو تو وہ درست ہے" یہ قول بھی ضعیف ہے کیونکہ ریاکاری نیت میں خرابی پیدا کرتی ہے اور نیت میں ابتدائی حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

1...اس کے متعلق حاشیہ صفحہ نمبر 909 پر ملاحظہ فرمائیں۔

www.dawateislami.net

فِقْہی قیاس کے مطابق یہ کہنا زیادہ دُرُست ہے کہ اگر اسے صرف ریاکاری نے عمل پر اُبھارا، ثواب کی نیت نہ تھی تو نہ عبادت کی ابتدا درست ہوئی نہ بعد والا کوئی فعل۔ اس طرح کا معاملہ اس کے ساتھ پیش آتا ہے جو تنہائی میں تو نماز نہیں پڑھتا لیکن لوگوں کی موجودگی میں نماز شروع کر دے حتی کہ اس کے کپڑے ناپاک ہوں پھر بھی لوگوں کی وجہ سے نماز کے لئے کھڑا ہو جائے۔ یہ نماز بغیر نیت کے ہے کیونکہ نیت نام ہے دینی سبب سے حکم بجالانے کا اور یہاں نہ سبب دینی ہے نہ عمل دینی حکم کی وجہ سے ہے۔

عمل ایک نیتیں دو:

اگر کوئی شخص تنہائی میں بھی نماز پڑھنے کا عادی ہے لیکن لوگوں کی موجودگی میں اس لئے بھی پڑھتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں تو اس صورت میں عمل پر ابھارنے والے دو سبب جمع ہو گئے۔ اب یہ صورت صَدَقہ، تلاوتِ قرآن اور اس عمل میں پائی جائے گی جس میں حلال وحرام نہیں یا پھر نماز وحج میں۔

اگر صَدَقہ میں یہ صورت پائی جائے تو ریاکاری کے سبب نافرمان شمار ہو گا اور ثواب کے ارادے کے سبب عمل بجالانے پر فرمانبردار شمار ہو گا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗؕ(۷) وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ۠(۸)

ترجمۂ کنز الایمان: تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

(پ۳۰، الزلزال: ۷، ۸)

پس درست ارادے کی مقدار اس کے لئے ثواب ہے اور فاسد ارادے کی مقدار عذاب۔ ان میں سے کوئی دوسرے ارادے کو بیکار نہیں کرتا۔

فرض ونفل میں ریاکاری کی نیت کا فرق:

اگر نماز کی حالت میں کسی کی نیت میں فُتُور آجائے تو دیکھا جائے گا کہ وہ نماز فرض ہے یا نفل، اگر نفل ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو صَدَقے کا ہے یعنی نافرمان بھی شمار ہو گا اور فرمانبردار بھی، کیونکہ اس کے دل میں دو سبب جمع ہو گئے۔ لیکن یہ ہر گز نہیں کہا جائے گا کہ اس کی نماز فاسد اور اس کی اِقتِدا باطل ہے حتّٰی کہ اگر کوئی شخص نمازِ تراویح پڑھا رہا ہے اور حالات بتاتے ہیں کہ یہ اچھی قراءت کے ذریعے ریاکاری کر رہا ہے اور اگر اس

www.dawateislami.net

کے پیچھے لوگ نہ ہوتے اور یہ گھر میں اکیلا ہوتا تو نماز ہی نہ پڑھتا (پھر بھی یہ نہیں کہا جائے گا کہ) اس کی اقتدا درست نہیں بلکہ اس طرح کی سوچ سے بھی بچنا چاہئے اور مسلمان کے بارے میں یہی گمان کرنا چاہئے کہ وہ اپنے نفل سے بھی ثواب کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کی نماز اور اس کی اقتدا درست ہے اگرچہ اس کا کوئی اور بھی ایسا ارادہ ہو جس کے سبب وہ نافرمان و گناہگار شمار ہو۔

اگر فرض نماز میں دو سبب جمع ہو جائیں جن میں سے کوئی بھی مستقل نہ ہو بلکہ دونوں کا مجموعہ عمل کا باعث ہو تو وجوب ساقط نہیں ہو گا کیونکہ عمل کا باعث اس شخص کے حق میں کوئی ایک مستقل نہیں پایا گیا۔ اور اگر ہر باعث مستقل ہو مثلاً ریاکاری کا غلبہ نہ ہوتا پھر بھی فرض ادا کرتا یا فرضیت کا سبب نہ پایا جاتا پھر بھی ریاکاری کی وجہ سے نفل نماز شروع کر دیتا تو یہ صورت غور طلب ہے اور اس میں کئی احتمالات ہیں۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس پر خالصتاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے نماز پڑھنا واجب تھا لیکن اس نے ایسا نہ کیا۔ یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ اس پر ایک مستقل باعث کے ذریعے حکم کی تعمیل کرنا واجب تھا اور اس نے ایسا کیا پس اس کے ساتھ کسی دوسرے باعث کا مل جانا فرضیت کے سُقُوط سے مانع نہیں جیسا کہ اگر کوئی شخص مغصوبہ زمین پر نماز ادا کرتا ہے تو وہ اصل نماز کے اعتبار سے فرمانبردار شمار ہو گا اور فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اگرچہ اس اعتبار سے گناہگار ضرور ہو گا کہ اس نے غصب شدہ زمین میں نماز ادا کی۔ یہ مُتَعارِض اِحتِمالات اسبابِ نماز کے مختلف ہونے کی بنا پر ہیں۔

بہر حال جب ریاکاری اصل نماز کے بجائے اس کی طرف سبقت کرنے میں پائی جائے۔ مثلاً: کوئی شخص جماعت میں حاضر ہونے کے لئے تو اوّل وقت میں جائے لیکن جب تنہا نماز پڑھے تو درمِیانی وقت تک مُؤَخَّر کرے اور اگر فرض کے علاوہ کوئی نماز ہو تو رِیاکاری کی وجہ سے شروع ہی نہ کرے۔

یہ اُمور نماز کی صحت اور فَرضِیت کے سُقُوط سے مانع نہیں کیونکہ نماز کا اصل باعث نیت ہے اور وقت کی تعیین کا نیت سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا تعیین وقت کے ذریعے اصل نماز کی نیت میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔

خلاصۂ کلام:

مذکورہ بیان اس ریاکاری کے بارے میں تھا جو عمل کا سبب بنتی اور عمل پر ابھارتی ہے۔ بہر حال عمل لوگوں پر ظاہر ہونے کے سبب صرف خوشی حاصل ہونا نماز کو فاسد نہیں کرے گا جبکہ عمل میں کسی قسم کا اثر

www.dawateislami.net

ظاہر نہ ہو۔ یہی وہ تفصیل ہے جسے ہم نے فقہی قیاس کے زیادہ مُوافِق سمجھا۔ یہ مسئلہ بہت پیچیدہ ہے اسی لئے فُقہائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے اس کے متعلق گفتگو نہیں فرمائی اور جن حضرات نے اس کے بارے میں غور وفکر کیا بھی تو انہوں نے نماز کی صِحت وعدمِ صِحت میں فقہی قیاس اور فتاویٰ کے تقاضوں کا لحاظ نہیں کیا بلکہ دلوں کی پاکیزگی اور اخلاص پیدا کرنے پر زور دیتے ہوئے ادنی سے شائبہ کے سبب عبادات کو فساد پر محمول کر دیا جبکہ اس بارے میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہماری نظر میں وہی زیادہ بہتر ہے اور اس بارے میں حقیقی علم اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہے، وہی ہر چُھپے اور ظاہر کو جاننے والا ہے اور وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا۔

چھٹی فصل: ریاکاری کی دوا اور اس بارے میں دل کا علاج

اب تک کی گفتگو سے آپ نے جان لیا ہو گا کہ ریاکاری اعمال کو برباد کر دیتی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کا سبب ہے اور بڑے مُہلکات میں سے ایک ہے اور جس کی یہ صفت ہو اسے دور کرنا ضروری ہے اگرچہ مجاہدے اور مشقتیں برداشت کر کے ہی کیوں نہ ہو کہ شفا تو بدمزہ اور کڑوی دوا پینے ہی میں ہے۔ ان مجاہدوں کی ہر ایک کو حاجت ہے کیونکہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو عقل و تمیز میں کمزور ہوتا ہے، لوگوں کو دیکھ کر ان جیسا عمل کرنا چاہتا ہے، وہ دیکھتا ہے کہ لوگ تَصَنُّع اور بناوٹ کا شکار ہیں پس اس پر بھی بناوٹ کی محبت غالب آجاتی ہے اور یہ عادت پختہ ہو جاتی ہے۔ عقل پختہ ہونے کے بعد جب اسے علم ہوتا ہے کہ یہ ہلاکت میں مبتلا کر دیتی ہے اس وقت تک ریاکاری اس کے دل میں جڑیں گاڑ کر مضبوط ہو چکی ہوتی ہے، اب اس سے چھٹکارا پانا سخت مجاہدے اور خواہشات کی مخالفت کے ذریعے ہی ممکن ہوتا ہے۔ الغرض سب کو مجاہدے کی حاجت ہے، اگرچہ ابتداءً کچھ مشقت ہوتی ہے لیکن بعد میں آسانی ہو جاتی ہے۔

ریاکاری کا علاج:

ریاکاری کا علاج دو طریقوں سے ممکن ہے: (۱)... جہاں سے ریاکاری نَشْوونُما پاتی ہے ان جڑوں کو ہی اکھاڑ دیا جائے اور (۲)... اس کے سبب پیدا ہونے والے خیال کو دور کیا جائے۔

✿... **پہلا طریقہ:** ریاکاری کے علاج کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کی اصل اور اس کے اسباب کو ختم کیا جائے۔ ریاکاری کی اصل جاہ و منزلت کی محبت ہے اور اس کے طالب میں تین باتیں پائی جاتی ہیں:

www.dawateislami.net

طالب جاہ و منزلت کے تین اوصاف:

(۱)... تعریف کو پسند کرتا ہے (۲)... مذمت کو ناپسند کرتا ہے اور (۳)... لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس کی لالچ کرتا ہے۔

ریاکاری انہی اسباب سے جنم لیتی ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی روایت اس پر شاہد ہے۔

غَیْرُاللہ کے لئے جہاد کرنے کی مذمت پر مشتمل چار روایات:

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ایک دیہاتی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ایک شخص حَمِیت کی خاطر جہاد کرتا ہے، ایک لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام و مرتبہ بنانے کی خاطر لڑتا ہے اور ایک شخص اس لئے قتال کرتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں (کون اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہے؟)۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ یعنی جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلمہ بلند کرنے کی خاطر جہاد کرے وہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہے۔“[1]

حمیّت کا مطلب ہے کہ مغلوبیت یا مغلوب ہونے کی وجہ سے مذمّت کئے جانے کو ناپسند کرنا۔

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جب (جنگ کے دوران) دو صفیں لڑنے کے لئے ملتی ہیں تو فرشتے اترتے ہیں اور لوگوں کے مراتب لکھتے ہیں کہ فلاں ناموری کے لئے لڑ رہا ہے فلاں بادشاہت کے لئے لڑ رہا ہے۔

بادشاہت کے لئے لڑنے سے مراد دنیاوی لالچ کی خاطر لڑنا ہے۔

﴿3﴾... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: لوگ کہتے ہیں فلاں شہید ہے جبکہ ممکن ہے اس نے اپنی سواری کے دونوں تھیلے چاندی سے بھر رکھے ہوں۔

﴿4﴾... رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے: ”جو شخص اونٹ کی رسی کے لئے جہاد کرے تو اس کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔“[2]

اس حدیث پاک میں لالچ کی طرف اشارہ ہے۔

1... مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ... الخ، ص ۱۰۵۵، حدیث: ۱۹۰۴

2... سنن النسائی، کتاب الجہاد، باب من غزا فی سبیل اللہ... الخ، ص ۵۱۰، حدیث: ۳۱۳۵

www.dawateislami.net

بخل، بزدلی اور جہالت چھپانے کی خاطر ریاکاری:

بسا اوقات انسان کو تعریف کی چاہت نہیں ہوتی بلکہ مذمت کے رنج سے بچنے کے لئے عمل کرتا ہے۔ مثلاً: کوئی بخیل سخاوت کرنے والوں کے درمیان موجود ہو اور وہ کثیر مال صَدَقہ کریں تو یہ بھی تھوڑا صدقہ کر دیتا ہے تاکہ اسے بخیل نہ کہا جائے۔ اس وقت اسے تعریف کی لالچ نہیں ہوتی کیونکہ دوسروں نے اس سے زیادہ مال صدقہ کیا۔ یونہی کوئی بزدل بہادروں کی جماعت میں ہو تو اس لئے نہیں بھاگتا کہ اسے بزدل نہ کہا جائے، اس وقت وہ تعریف کا خواہاں نہیں ہوتا کیونکہ دشمن پر بڑھ چڑھ کر حملہ کرنے والے اس کے علاوہ کئی موجود ہیں لیکن جب وہ تعریف سے مایوس ہو جاتا ہے تو مذمّت سے بھی نفرت کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص رات بھر عبادت کرنے والوں کے ساتھ ہو تو چند رَکعات اس خوف سے پڑھ لیتا ہے کہ اسے سُست نہ کہا جائے، اسے بھی اپنی تعریف کی لالچ نہیں ہوتی۔

انسان اپنی تعریف نہ ہونے پر تو صبر کر لیتا ہے لیکن اپنی مذمّت کی تکلیف پر صبر نہیں کر سکتا۔ اسی لئے بعض اوقات انسان جاہل کہلانے کے خوف سے علم کی وہ بات بھی نہیں پوچھتا جس کی اسے حاجت ہوتی ہے اور بغیر علم فتوٰی دے کر عالم بالحدیث ہونے کا دعوٰی کرتا ہے حالانکہ وہ اس سے جاہل ہوتا ہے۔

یہ تمام مثالیں مذمت سے بچنے کی خاطر ریاکاری کرنے کی ہیں، یہ تینوں امور انسان کو ریاکاری پر اُبھارتے ہیں۔ شروع میں ہم عمومی طور پر ان کا علاج ذکر کر چکے ہیں، اب ہم ریاکاری کا مخصوص علاج ذکر کریں گے۔

ریاکاری کا مخصوص علاج:

یہ بات واضح ہے کہ انسان کسی چیز کا ارادہ اور اس میں رغبت اسی لئے کرتا ہے کہ اسے فی الحال یا مستقبل میں اپنے لئے بہتر، نفع مند اور لذیذ سمجھتا ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ فلاں چیز فی الحال لذیذ ہے لیکن مستقبل میں نقصان دے گی تو آسانی کے ساتھ اس میں رغبت کم ہو جاتی ہے۔ مثلاً: ایک شخص جانتا ہے کہ شہد لذیذ ہے لیکن جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں زہر ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتا ہے، اسی طرح ریاکاری میں رغبت ختم کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کے نقصان کو جانا جائے۔

www.dawateislami.net

ریاکاری کے دنیاوی واُخروی نقصانات:

انسان کو چاہیے کہ ریاکاری کے نقصانات اور اس کے سبب ملنے والی محرومیوں کو پہچانے۔ مثلاً: دل کا سِیاہ ہو جانا، فی الحال اعمالِ صالحہ سے اور آخرت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قُرب سے محروم ہو جانا، بڑے عذاب اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا حقدار ہونا اور مخلوق کے سامنے رُسوا ہونا کہ جب تمام مخلوق کے سامنے اسے کہا جائے گا: ”اے گناہ گار! اے دھوکا باز! اے دکھاوا کرنے والے! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے بدلے دنیا خریدتے ہوئے تجھے حیا نہ آئی...؟“ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کا مذاق بنا کر تو لوگوں کے دلوں کا مالک بنا، تو نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کر کے بندوں کی محبت حاصل کی، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں عیب دار ہو کر بندوں کے لئے زینت اختیار کی، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دور ہو کر بندوں کے قریب ہوا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مذمت کا حقدار ہو کر لوگوں سے تعریف حاصل کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کی پروا نہ کرتے ہوئے تو نے بندوں کی رضا وخوشنودی کی طلب کی، کیا تیری نظر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رتبہ سب سے کمتر تھا۔۔۔! (مَعَاذَ اللہ)

چاہیے کہ بندہ اس رسوائی کے بارے میں غور وفکر کرے اور بندوں کی طرف سے حاصل ہونے والے دنیاوی فائدے اور ان کے لئے اختیار کی جانے والی زینت کا مقابلہ اُخری اجر وثواب کے ختم ہونے اور اعمال کی بربادی سے کرے۔ اگر اخلاص کے ساتھ کئے جانے والے ایک عمل کے سبب نیکیوں کا پلڑا بلند کیا جا سکتا ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ ریاکاری کے سبب فاسد ہونے والا ایک عمل برائیوں کے پلڑے میں رکھا جائے اور وہی عمل جہنّم میں داخلے کا سبب بن جائے اگرچہ اس ایک عمل کے سوا تمام اعمال درست ہوں۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اگر وہ نیک عمل میں ریاکاری نہ کرتا تو اس کے سبب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اتنا بلند رتبہ پالیتا کہ اسے (کل قیامت میں) انبیا وصِدِّیقِین کا قُرب نصیب ہو جاتا لیکن ریاکاری کے سبب وہ مقامِ اولیا سے نکل کر جوتیوں کی جگہ پہنچ گیا ہے۔

مزید یہ کہ لوگوں کے دلوں کی رعایت کرنے کے سبب دنیا میں بھی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ لوگوں کی خوشنودی کی کوئی انتہا نہیں بعض لوگ ایک بات سے خوش ہوتے ہیں تو بعض اسی بات سے ناراض ہو جاتے ہیں اور بعض کی خوشی ہی دوسروں کی ناراضی میں ہوتی ہے اور جس نے بندوں کی خوشی کی خاطر اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے ناراض ہے اور لوگ بھی ہمیشہ اس سے خوش نہیں۔ لوگوں کی تعریف سے فائدہ ہی کیا

www.dawateislami.net

ہے؟ آخر کیوں بندہ لوگوں کی تعریف پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خوشنودی قربان کر دیتا ہے؟ حالانکہ ان کی تعریف رزق میں اضافہ کرتی ہے نہ عمر میں اور نہ قیامت کے دن کوئی نفع دے گی جو حقیقتاً فقر وفاقے کا دن ہو گا۔

لوگوں کے مال پر نظر کیوں رکھتا ہے...؟

جہاں تک بات ہے لوگوں کے پاس موجود مال کی خواہش کی تو جان لینا چاہئے کہ دینے اور نہ دینے کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی دلوں کو مُسَخَّر فرمانے والا ہے مخلوق کے اختیار میں نہیں اور رزق دینے والی حقیقی ذات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہے۔ جو شخص مخلوق سے کسی چیز کی خواہش رکھے وہ ذلت ورسوائی اٹھاتا ہے اور اگر مراد پا بھی لے تو اِحسان کے بوجھ تلے دبا رہتا ہے پھر کیوں بندہ اسے چھوڑ دیتا ہے جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے وہ بھی اس فاسد خیال اور جھوٹی امید کے بدلے کہ جو کبھی پوری ہوتی ہے اور کبھی نہیں، اگر پوری ہو بھی جائے پھر بھی رسوائی کی تکلیف اور احسان کا بوجھ اس کی ساری لذت ختم کر دیتا ہے۔

رہی بات لوگوں کی مذمت کی تو اس سے نہ ڈرو کیونکہ ان کی مذمت سے کوئی نقصان نہیں ہونے والا، ہو گا وہی جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لکھ دیا، نہ ان کی مذمت موت کو جلدی لا سکتی ہے نہ رزق کو مُؤَخَّر کر سکتی ہے، اگر تم جنتی ہو تو وہ تمہیں دوزخی نہیں بنا سکتی اور اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب ہو تو وہ مَبْغُوض نہیں ٹھہرا سکتی، تمام ہی بندے عاجز ہیں اپنے لئے بھی کسی نفع ونقصان، موت وحیات اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کے مالک نہیں۔

جب بندے کے دل میں ان اسباب کی آفت اور نقصان واضح ہو جائے گا تو اس کی رغبت بکھر جائے گی اور اس کا دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف جھکنے لگے گا کیونکہ عقلمند شخص ایسی چیز کی طرف رغبت نہیں کرتا جس میں نفع کم اور نقصان زیادہ ہو اور اس کا نقصان جاننے کے لئے اتنا کافی ہے کہ اگر وہ لوگوں پر اخلاص ظاہر کرے تو ریاکاری کا علم ہونے پر لوگ اس سے نفرت کریں گے یا جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا پردہ فاش کر دے گا تو لوگ اس سے نفرت کرنے لگیں گے اور جان لیں گے کہ یہ شخص ریاکار اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غَضَب کا شکار ہے۔

لوگوں کی تعریف ومذمت کچھ اثر نہیں کرتی:

اگر بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے مُخْلِص ہو جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے اخلاص کو لوگوں پر ظاہر فرما کر ان کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دے گا، لوگوں کو اس کا فرمانبردار بنا دے گا اور ان کی زبانوں پر اس کی تعریف

www.dawateislami.net

وتوصیف جاری فرمادے گا اگرچہ ان کی تعریف سے نہ کمال حاصل ہوتا ہے نہ ان کی مذمت نقصان دیتی ہے۔ روایت میں ہے کہ بَنُوتَمِیْم کے ایک شاعر نے کہا: میرا تعریف کرنا (لوگوں کے حق میں) زینت ہے اور میرا برائی بیان کرنا عیب ہے۔ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تو نے جھوٹ کہا، یہ شان تو خدا تعالیٰ کی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''(1)

جب زینت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تعریف کرنے اور عیب اس کے مذمت کرنے میں ہے تو لوگوں کی تعریف کے سبب تیرے لئے بھلائی کیسے ممکن ہے جبکہ تو رب تعالیٰ کے ہاں قابلِ مذمّت اور دوزخی ہے اور اگر تو رب تعالیٰ کے ہاں مقبول بندوں میں سے ہے تو پھر لوگوں کی مذمت تجھے کیسے برائی پہنچا سکتی ہے؟

جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے ملنے والے اعلیٰ مراتب، آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی اور اس کی لازوال نعمتوں کا یقین دل میں بٹھالے تو دنیاوی زندگی میں وہ مخلوق کی ہر شے کو حقیر اور غموں سے بھرپور گمان کرتا ہے، اپنی تمام ہمت جمع کر کے اپنے دل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف پھیر کر لوگوں کی سخت دلی اور ریاکاری کی ذلت سے خود کو بچا لیتا ہے، پھر اس کے اخلاص کے باعث کچھ نورانی تَجَلِّیات اس کے دل کی طرف متوجہ ہوتی ہیں جن سے اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور اس پر ایسے اَسرار و رُموز کھلتے ہیں جن کے سبب اس کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور مخلوق سے وَحْشَت مزید بڑھ جاتی ہے، اس کی نظر میں آخرت عظیم تر اور دنیا حقیر ہو جاتی ہے، اس کے دل سے مخلوق کا جاہ و منصب مٹ جاتا ہے، ریاکاری کے اسباب منہ پھیر لیتے ہیں اور اخلاص کی راہ اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بیان اور کچھ جو ہم نے پہلے حصے میں بیان کیا سب ریاکاری کی جڑوں کو اکھاڑنے والی علمی دوائیں ہیں۔

ریاکاری کی عملی دوا:

ریاکاری کی عملی دوا یہ ہے کہ بندہ اپنے نَفْس کو عبادات چھپانے کا عادی بنائے اور اس کی خاطر دروازہ ایسے بند رکھے جیسے گناہ چھپانے کی خاطر رکھتا ہے حتّٰی کہ اس کے دل میں یہ بات قرار پکڑ جائے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ عبادات سے باخبر ہے اور نفس غیرُ اللہ کے سامنے عبادات ظاہر کرنے کی چاہت نہ کرے۔

(1)...سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الحجرات، ۵/ ۱۷۸، حدیث: ۳۲۷۸، دون قول: کذبت

www.dawateislami.net

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو حَفْص عُمَر بن مسلم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مجلس میں بیٹھنے والے کسی شخص نے دنیا اور اہلِ دنیا کی مذمت کی تو آپ نے فرمایا: جس بات کو چھپانا چاہئے تھا تم نے اسے ظاہر کر دیا، آج کے بعد ہمارے پاس مت بیٹھنا۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس پر اس لئے پکڑ فرمائی کیونکہ دنیا کی مذمت میں زُہد و تقویٰ کا دعویٰ پوشیدہ ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ عمل پوشیدہ رکھنا ہی ریاکاری کی اصل دوا ہے۔ مجاہدے کی ابتدا میں یہ کافی گراں محسوس ہوتا ہے لیکن کچھ عرصہ بتکلُّف صبر کر لیا جائے تو یہ مشقت ختم ہو جاتی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مسلسل لُطف وکَرَم اور اس کی توفیق سے اس میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں، لہٰذا بندے کو چاہئے کہ مجاہدہ کرتا رہے ہدایت دینا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کام ہے اور دروازہ کھٹکھٹاتا رہے اس کا کھلنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نیکوں کی نیکی ضائع نہیں کرتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾ (پ۵، النسآء: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دونی کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔

شیطانی وسوسوں اور نفسانی خواہشات سے چھٹکارا:

❀...**دوسرا طریقہ:** ریاکاری کے علاج کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ دورانِ عبادت پیدا ہونے والے خیالات کو دور کیا جائے۔ اس کے لئے ان کا علم ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ جو شخص اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے اور دل سے ریاکاری کی جڑوں کو نکال پھینکے، لالچ ختم کر دے، خود کو لوگوں کی نظروں میں گرا دے اور ان کی تعریف و مذمت کو دل میں جگہ نہ دے تو شیطان دورانِ عبادت اسے تنگ کرتا ہے اور اسے ریاکاری میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ درحقیقت شیطانی وسوسوں اور نفسانی خواہشات سے مکمل چھٹکارا حاصل نہیں ہوتا، لہٰذا ضروری ہے کہ ریاکاری کے ان خطرات کو دور کرنے کا طریقہ بھی جانا جائے۔

ریاکاری کے خطرات:

دل میں پیدا ہونے والے ریاکاری کے تین خطرات ہیں۔ کبھی تینوں بیک وقت حملہ آور ہوتے ہیں اور کبھی بالترتیب یکے بعد دیگرے۔ خطرات یہ ہیں: (۱)...فی الحال لوگوں پر عبادت ظاہر ہونے کا علم ہونا اور

www.dawateislami.net

فراغت کے بعد یہ امید رکھنا کہ لوگ اس پر مُطَّلَع ہوں (۲)... نفس کا یہ امید کرنا کہ لوگ اس کی تعریف کریں اور لوگوں میں اس کا مقام و مرتبہ ہو اور (۳)... نفس کا اس خواہش و رغبت کو قبول کرنا اور دل پر اس خیال کا جم جانا۔ پہلے خطرے کو معرفت، دوسرے کو خواہش و رغبت اور تیسرے خطرے کو عزم و ارادہ کہتے ہیں۔

پہلے خطرے کو دور کرنے کے لئے زیادہ قوت درکار ہوتی ہے اس سے قبل کے دیگر خطرات حملہ آور ہوں، جب اسے محسوس ہو کہ لوگ مطلع ہو رہے ہیں یا لوگوں کے مطلع ہونے کی خواہش پیدا ہو تو اس خطرے کو دور کرنے کے لئے اپنے آپ سے کہے: ''لوگوں کے جاننے یا نہ جاننے کی تُو کیوں پروا کرتا ہے جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تیرا حال جانتا ہے، غیر کا جاننا تجھے کیا فائدہ دے گا؟''

جب لوگوں کی تعریف حاصل کرنے کی خواہش و رغبت پیدا ہو تو ریاکاری کی آفات کو یاد کرے اور یہ تصور کرے کہ اس کے سبب میں کل قیامت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب کا شکار ٹھہروں گا اور جس وقت اعمال کی شدید حاجت ہو گی نامُرادی اس وقت میرا مقدر ہو گی۔ جس طرح عبادت پر لوگوں کا مطلع ہو جانا ریاکاری میں رغبت و خواہش کو بڑھا دیتا ہے اسی طرح اس کی آفات جاننے کے سبب اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے جو خواہش کا مقابلہ کرتی ہے جبکہ بندے کو یہ فکر ہو کہ خواہش اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب اور دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گی۔ مختصر یہ کہ خواہشِ نَفْس رِیاکاری کو قبول کرنے کی دعوت دیتی ہے جبکہ نفرت اسے دھتکارنے کی دعوت دیتی ہے اور نفس اسی کی دعوت قبول کرتا ہے جو مضبوط و غالب ہو۔

ریاکاری کو دور کرنے والے تین امور:

ریاکاری کو دور کرنے کے لئے تین اُمُور درکار ہیں: (۱)... اس کی آفات کی مَعْرِفَت وپہچان (۲)... اس سے نفرت و کراہت اور (۳)... انکار۔ بعض اوقات بندہ اخلاص کے ساتھ عبادت شروع کرتا ہے لیکن دورانِ عبادت ریاکاری کا خطرہ حملہ آور ہو کر اس طرح غالب آ جاتا ہے کہ اسے معرفت اور نفرت کا خیال ہی نہیں رہتا جو کہ پہلے سے اس کے دل میں موجود تھیں، اس حملے کے سبب عابد کا دل لوگوں کی مذمت کے خوف اور ان کی تعریف کی چاہت سے بھر جاتا ہے اور حرص اس پر اتنی غالب آ جاتی ہے کہ کسی دوسری چیز کی گنجائش باقی ہی نہیں رہتی بلکہ اس کے دل میں پہلے سے موجود ریاکاری کی آفت اور بُرے خاتمہ کا انجام بھی

www.dawateislami.net

یکسر غائب ہو جاتا ہے کیونکہ تعریف کی چاہت اور مذمت کے خوف نے پورے دل پر قبضہ جما لیا ہوتا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے اندر غصے سے نفرت اور بُردباری پیدا کرتا ہے اور یہ عزم کرتا ہے کہ غصے کے وقت بُردباری سے کام لوں گا، پھر غصے کے کچھ ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جن کے سبب اس کا غصہ شدت اختیار کر جاتا ہے اور اس کا دل غصے سے بھر جاتا ہے، سابقہ عَزْم سے غافل ہو جاتا اور غصے کی آفت کو بھول جاتا ہے۔ اسی طرح خواہش کی لذت دل میں بھر جائے تو نورِ معرفت دل سے نکل جاتا ہے جیسے غصے کی کڑواہٹ سے بُردباری نکل جاتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے منقول روایت بھی اس طرف اشارہ کرتی ہے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ”ہم نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بَیعتِ رِضوان کے موقعہ پر یہ بیعت کی کہ ہم جہاد سے نہیں بھاگیں گے اور ہماری بیعت موت پر نہیں تھی۔“[1] پھر غزوۂ حُنین کے موقع پر ہم اس بیعت کو بھول گئے مگر جب غزوۂ حُنین میں پکارا گیا: ”اے بیعت رضوان والو!“ تو یہ سننا تھا کہ لوٹ آئے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ان کے دل میں خوف بھر گیا تھا جس کی وجہ سے وہ سابقہ عَہْد کو (لمحہ بھر کے لئے) بھول گئے تھے حتی کہ انہیں دوبارہ یاد دلایا گیا۔

خواہشات جب اچانک حملہ آور ہوتی ہیں تو اکثر یہی حال ہوتا ہے کیونکہ اس وقت ایمان کو نقصان دینے والی شے کی معرفت و پہچان ذہن سے نکل جاتی ہے اور جب معرفت حاصل نہ رہے تو کراہت و نفرت کا اظہار نہیں ہوتا کیونکہ کراہت معرفت کا نتیجہ ہے۔

معرفت و کراہت کب نفع بخش ہے؟

بعض اوقات انسان کو معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ جانتا ہے کہ مجھے ریاکاری کا خطرہ لاحق ہو رہا ہے جو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا سبب بنے گا لیکن شدّتِ خواہش کی وجہ سے وہ خطرہ برقرار رہتا ہے، نتیجتاً خواہش عَقْل پر غالب آجاتی ہے اور وہ شخص حاصل ہونے والی لذت کو دور کرنے کی قدرت کھو دیتا ہے پھر بعد میں توبہ کے حیلے بہانے تلاش کرتا ہے یا شدّتِ خواہش کے سبب اس بارے میں غور و فکر کرنے سے ہی غافل ہو جاتا

[1] ...سنن الترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی بیعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۳/ ۲۱۷، حدیث: ۱۵۹۷

www.dawateislami.net

ہے۔ کتنے ہی عالم کہلانے والوں کی گفتگو صرف ریاکاری کے لئے ہوتی ہے اور وہ جانتے بوجھتے اسے اپنی عادت بنالیتے ہیں۔(کل قیامت میں) یہی عادت ان کے خلاف زبردست دلیل ہوگی کیونکہ وہ ریاکاری کی آفت اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کے مذموم ہونے کا علم و معرفت رکھنے کے باوجود اسے قبول کرتے ہیں۔ یہ معرفت انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی کیونکہ یہ کراہت و نفرت سے خالی ہے۔ کبھی کبھی معرفت اور کراہت دونوں موجود ہونے کے باوجود انسان ریاکاری کرتا ہے کیونکہ اس وقت خواہش کے مقابلے میں کراہت بہت کمزور ہوتی ہے۔ یہ کراہت بھی بے فائدہ ہے کیونکہ کراہت کی غرض تو عمل کو چھوڑ دینا ہے۔

فائدہ تینوں امور یعنی معرفت، کراہت اور انکار کے جمع ہونے ہی میں ہے، انکار کراہت کا نتیجہ اور کراہت معرفت کا نتیجہ ہے۔ علم کا نور اور ایمان کی قوت جس قدر پختہ اور زیادہ ہو اسی قدر معرفت بھی پختہ ہوتی ہے اور غفلت، دنیا کی محبت، آخرت کو بھلا دینا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس جو کچھ ہے(یعنی جنت اور اس کی نعمتیں)ان کی کم فکر کرنا، دنیا کی آفات اور آخرت کی نعمتوں میں غور نہ کرنا معرفت کو کمزور کر دیتا ہے، ان میں سے بعض، بعض کا نتیجہ ہیں البتہ ان تمام کی اصل دنیا کی محبت اور خواہشات کا غلبہ ہے۔ یہی ہر برائی کی جڑ اور ہر گناہ کا مَنْبع ہے کیونکہ دنیاوی نعمتوں اور حُبِّ جاہ کی مٹھاس دل پر قبضہ جمالیتی ہے اور آخرت کے انجام سے بے خبر اور قرآن و سنت سے دور کر دیتی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر کہا جائے کہ ایک شخص اپنے اندر ریاکاری سے کراہت و نفرت پیدا کرتا ہے اور یہ کراہت اسے ریاکاری کے انکار(یعنی نہ کرنے) پر اُبھارتی ہے، اگرچہ اس کی طبیعت ریاکاری کی طرف مائل ہوتی اور اسے پسند کرتی ہے مگر وہ شخص اس چاہت اور مَیلان کو ناپسند کرتا ہے اور طبیعت کی پیروی نہیں کرتا۔ کیا ایسا شخص بھی ریاکاروں کی صف میں شامل ہے؟

جواب: جان لیجئے! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ کا مکلَّف نہیں بنایا۔ شیطان کو وسوسے پیدا کرنے سے روکنا بندے کی طاقت میں نہیں اور نہ ہی طبیعت کو خواہشات کی طرف مائل ہونے سے روکنا اس کے بس میں ہے۔ البتہ اس بات کا ضرور مکلَّف ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور یومِ آخرت پر ایمان، دینی

www.dawateislami.net

علم اور معاملات کے انجام کی معرفت کے سبب ریاکاری سے پیدا ہونے والی کَراہت و نفرت کے ذریعے خواہشات کا مقابلہ کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس نے وہ کام کر لیا جس کا وہ مکلَّف تھا۔

عَیْنِ ایمان:

ایک روایت میں ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ”ہمارے دلوں میں کچھ خیالات ایسے آتے ہیں کہ ہمارے نزدیک انہیں زبان پر لانے سے بہتر ہے کہ ہم آسمان سے گر جائیں اور پرندے ہمیں اُچک لیں یا ہوا ہمیں اڑا کر دور کسی مقام پر پھینک دے۔“ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”کیا تم نے یہ بات پائی ہے؟“ عرض کی: ”ہاں۔“ ارشاد فرمایا: ”یہ عَیْنِ ایمان ہے۔“[1]

یقیناً صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کے دلوں میں وسوسوں سے کراہت ہی پیدا ہوئی ہوگی۔ یہ ممکن نہیں کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان وسوسوں کو عَیْنِ ایمان فرمایا ہو بلکہ اس سے مراد وہ کراہت ہوگی جو ریاکاری اور وسوسے کے درمیان حائل ہوتی ہے۔

ریاکاری کا نقصان اگرچہ بہت بڑا ہے لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حق میں وسوسے کا نقصان اس سے بھی بڑھ کر ہے اور جب کراہت کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بڑے نقصان (یعنی وسوسے) سے محفوظ رکھا تو چھوٹے نقصان (یعنی ریاکاری) سے بدرجہ اَولیٰ محفوظ رکھے گا۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ رَدَّ کَیۡدَ الشَّیۡطَانِ اِلَی الۡوَسۡوَسَۃِ یعنی تمام تعریفیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس نے شیطان کے مکر و فریب کو وسوسہ کی طرف پھیر دیا۔“[2]

سیِّدُنا ابو حازِم رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ کا فرمان:

حضرت سیِّدُنا ابو حازِم رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ فرماتے ہیں: تیرے دشمن (شیطان) کی طرف سے لاحق خطرے کو تیرا نَفس بُرا جانے تو وہ خطرہ تجھے نقصان نہ دے گا اور اگر تیرا نفس اس پر راضی ہو تو نفس کو ملامت کر۔

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی ردّ الوسوسۃ، ۴/ ۴۲۵، حدیث: ۵۱۱۱ بتغیر

2 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی رد الوسوسۃ، ۴/ ۴۲۵، حدیث: ۵۱۱۲

www.dawateislami.net

معلوم ہوا کہ شیطانی وسوسہ اور نفسانی خیالات تجھے اس وقت تک نقصان نہیں دے سکتے جب تک تو ان سے کراہت (نفرت) اور انکار کرتا رہے۔ دلوں میں پیدا ہونے والے خطرات وخیالات جو ریاکاری کے اسباب کو ہوا دیتے ہیں وہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، ان خطرات کے بعد رغبت ومیلان کا پیدا ہونا نفس کی طرف سے ہوتا ہے اور کراہت ایمان اور عقل کی علامتوں میں سے ہے۔

شیطان جب دیکھتا ہے کہ بندہ ریاکاری کو قبول نہیں کر رہا تو وہ ایک اور مکر اپناتا ہے اور بندے کے دل میں خیال ڈالتا ہے کہ تیرے دل کی اِصلاح شیطان سے جنگ کرنے اور مسلسل اس کا رد کرنے میں ہے حتّٰی کہ بندہ اخلاص کے ثواب اور حضورِ قلبی سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ شیطان کے ساتھ جنگ اور اس کا رد کرنے میں مشغول رہنا بندے کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ مُناجات کے راز سے پھیر دیتا ہے جو کہ یقینی طور پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قرب پانے والے درجوں میں کمی کا باعث بنتا ہے۔

ریاکاری سے بچنے کے چار مراتب:

ریاکاری کے خطروں کو دور کرنے اور ریاکاری سے بچنے کے چار مراتب ہیں:

۞...**پہلا مرتبہ:** خطرے کو شیطان پر لوٹا کر اس کا رد کیا جائے اور اسی پر اِکتفا نہ کیا جائے بلکہ شیطان کے ساتھ جنگ شروع کر دی جائے اور یہ گمان کرتے ہوئے جنگ طویل کی جائے کہ دل کے لئے ستھرا پن اور سلامتی اسی میں ہے۔ ایسا شخص بلاشُبہ نقصان میں ہے کیونکہ وہ اپنے نیک مقصد (یعنی حُصُولِ قُربِ الٰہی) اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ہم کلامی سے غافل ہو کر رہزنوں کے درپے ہو گیا اور رہزنوں کے پیچھے پڑ جانا منزل تک پہنچنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

۞...**دوسرا مرتبہ:** شیطان کے ساتھ جنگ وجِدال میں مشغول ہونے کو باعث نقصان جان کر اسے دُھتکارنے اور دور کرنے پر ہی اکتفا کیا جائے۔

۞...**تیسرا مرتبہ:** شیطان کے مکروفریب کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کی جائے کیونکہ یہ مقصد میں رکاوٹ بنتا ہے بلکہ شیطان کے وَساوِس اور ریاکاری سے کراہت اپنے دل میں دبائے ہوئے بغیر جھٹلائے اور بغیر جنگ وجِدال کئے رِیاضَت میں مشغول رہا جائے۔

۞...**چوتھا مرتبہ:** یہ یاد رکھے کہ شیطان اسی وقت شکار کرتا ہے جب ریاکاری کے اسباب پیدا ہوتے ہیں

www.dawateislami.net

لہٰذا پختہ ارادہ کرلیا جائے کہ جب شیطان دھوکے میں مبتلا کرے گا میں مزید اخلاص کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہوکر اور عبادات وصَدَقات کو پوشیدہ رکھ کر شیطان کو غصہ دلاؤں گا تاکہ وہ اپنے غصے کی آگ میں جلتا رہے اور مجھ سے ناامید ومایوس ہوکر ایسا بھاگے کہ دوبارہ پلٹ نہ آسکے۔

شیطان دور بھاگ جاتا ہے:

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن غزوان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے کہا گیا: ”فلاں شخص آپ کی برائی کرتا ہے۔“ فرمایا: ”خداعزوجل کی قسم! جس نے اسے اس بات پر ابھارا میں ضرور اسے غصہ دلاؤں گا۔“ پوچھا گیا: ”اس کو ابھارنے والا کون ہے؟“ فرمایا: ”شیطان۔“ پھر یوں دعا کی: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس شخص کو بخش دے۔“ اور فرمایا: ”میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرکے شیطان کو غصہ دلایا اور جب شیطان بندے کی یہ عادت دیکھتا ہے تو اس سے دور بھاگ جاتا ہے کہ کہیں اس کی نیکیاں اور زیادہ نہ ہوجائیں۔“

حضرت سیِّدُنا ابراہیم تَیْمِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ”شیطان بندے کو گناہ کی طرف بلاتا ہے لیکن جب بندہ اس کی اطاعت کرنے کے بجائے اس وقت کوئی نیکی کرلیتا ہے تو شیطان یہ دیکھ کر اسے چھوڑ دیتا ہے۔“ مزید فرماتے ہیں: ”جب شیطان تجھے شک میں مبتلا دیکھتا ہے تو تیری تاک میں بیٹھ جاتا ہے اور جب تجھے نیکیوں پر قائم پاتا ہے تو تجھ سے نفرت کرتا ہوا بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔“

ریاکاری سے بچنے کے چار مراتب کی مثال:

حضرت سیِّدُنا حارِث مُحاسِبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے مذکورہ چار مراتب کے لئے ایک بہت ہی پیاری مثال دیتے ہوئے فرمایا: ان کی مثال ان چار آدمیوں کی سی ہے جنہوں نے عِلْمِ حدیث کی مجلس میں حاضری کا ارادہ کیا تاکہ وہ اس سے فائدہ، فضیلت اور ہدایت ورہنمائی حاصل کریں، ایک گمراہ بے دین کو ان سے حَسَد ہونے لگا کہ یہ حق بات پہچان لیں گے۔ چنانچہ وہ ایک کے پاس گیا، اسے مجلس علم میں شرکت سے روکا اور گمراہی کی دعوت دی جسے اس شخص نے ٹھکرادیا، جب اس گمراہ نے اس کا انکار دیکھا تو اس سے جھگڑا کرنے لگا، وہ شخص بھی اصلاح کی نیت سے اسے گمراہی سے روکنے میں مصروف ہوگیا اور اس بے دین کا یہی مقصد تھا کہ جس قدر ممکن ہو اس نیک شخص کو مجلس علم میں شرکت کرنے سے تاخیر کروائی جائے۔ پھر جب دوسرے شخص کا گزر

www.dawateislami.net

ہوتا ہے تو گمراہ شخص اسے بھی منع کرتا ہے اور روکتا ہے، وہ بھی رک جاتا ہے لیکن جھگڑے میں وقت ضائع کئے بغیر اسے گمراہی سے منع کر کے آگے بڑھ جاتا ہے، گمراہ شخص اس بات پر بھی خوش ہو جاتا ہے کہ برائی سے منع کرنے کی مقدار تو اسے تاخیر ہو ہی گئی۔ تیسرا شخص جب اس گمراہ کے پاس سے گزرتا ہے تو نہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے نہ ہی اسے دھتکارنے اور جھگڑا کرنے میں مصروف ہوتا ہے بلکہ اپنی راہ چلتا رہتا ہے، یہ دیکھ کر گمراہ شخص اس سے بالکل ناامید ہو جاتا ہے۔ جب چوتھا شخص اس گمراہ کے پاس سے گزرنے لگتا ہے تو اس گمراہ کو غصہ دلانے کے لئے تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مجلس علم کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ پھر اگر اِتّفاق سے چاروں کا ایک ساتھ اس گمراہ کے پاس سے گزر ہو تو وہ پہلے تین سے تو چھیڑ چھاڑ کرے گا لیکن چوتھے کے قریب بھی نہ بھٹکے گا کیونکہ وہ ڈرتا ہے کہ اگر ایسا کیا تو یہ آدمی مزید تیزی سے نیکی کی طرف بڑھنے لگے گا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ جب انسان شیطانی وسوسوں سے محفوظ نہیں تو کیا ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی ان سے بچنے کے لئے گھات لگا کر ان کا انتظار کرنا چاہئے یا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توَکُّل کر لینا چاہئے کہ وہ دور فرمادے گا یا پھر شیطان سے بے پرواہ ہو کر عبادت میں مشغول رہنا چاہئے؟

جواب: ہم کہتے ہیں اس بارے میں تین گروہ ہیں:

(1)... اہلِ بصرہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ یادِ الٰہی میں گم رہنے والے شیطان کے مکر و فریب سے آزاد ہیں کیونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں گرفتار ہو کر ہمَہ وقت اسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں لہٰذا شیطان انہیں چھوڑ دیتا ہے اور مایوس ہو کر ان سے دور ہٹ جاتا ہے جیسا کہ وہ بوڑھوں کو شراب و زِنا کی طرف بلانے سے مایوس ہے۔ نیز یہ لوگ دنیا کی حلال و مُباح لذّتوں سے بھی خِنزِیر و شراب کی طرح بالکل منہ پھیر لیتے ہیں جس کے بعد شیطان کے لئے ان تک پہنچنے کا کوئی راستہ ہی نہیں رہتا لہٰذا انہیں اس سے بچنے کی بھی حاجت نہیں۔

(2)... اہلِ شام کے ایک گروہ کے نزدیک شیطان سے بچاؤ کی ترکیب کا محتاج وہی ہے جس کا یقین اور توَکُّل ناقص ہے اور جسے کامل یقین ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تدبیر میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ وہ جانتا ہے کہ شیطان ایک گھٹیا مخلوق ہے جسے کوئی اختیار نہیں، ہوگا وہی جو اللہ عَزَّوَجَلَّ

www.dawateislami.net

چاہے، وہی نفع و نقصان کا مالک ہے۔ عارِف حقیقی اس بات سے شرم محسوس کرتا ہے کہ وہ رب عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے ڈرے، وَحدانیَّت کا یقین اسے ڈرنے و بچنے سے بے پروا کر دیتا ہے۔

شیطان کے مکر سے کوئی محفوظ نہیں:

(3)... اہلِ عِلم حضرات کا ایک گروہ کہتا ہے کہ شیطان سے بچاؤ کی ترکیب کرنا ضروری ہے۔ بصریوں نے جو بات کی ہے کہ یادِالٰہی میں گم رہنے والے شیطان کے مکر و فریب سے آزاد ہیں، ان کے دل دنیا کی محبت سے بالکل خالی ہیں تو یہی خوش فہمی شیطان کا ہتھیار ہے اور ممکن ہے بندہ اسی سے دھوکا کھا جائے کیونکہ جب انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام شیطانی وَساوِس سے محفوظ نہیں تو کوئی دوسرا کیسے محفوظ ہو سکتا ہے۔۔؟ اور شیطانی وساوس صرف خواہشات اور دنیاوی محبت کے بارے میں ہی نہیں ہوتے بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اسما و صفات کے بارے میں بھی ہوتے ہیں اور کبھی شیطان بدعت و گمراہی کو اچھا بنا کر پیش کرتا ہے اور ان خطرات سے کوئی محفوظ نہیں۔ اسی لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖۚ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖؕ

(پ۱۷، الحج: ۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب اُنھوں نے پڑھا تو شیطان نے اُن کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے **اللہ** اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر **اللہ** اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے۔

نیز رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِی** یعنی میرے دل پر پردہ آجاتا ہے۔[1] [2] حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہمزاد شیطان ایمان لے آیا تھا اور وہ آپ کو

1... مسلم، کتاب الذکر والدعاء... الخ، باب استحباب الاستغفار... الخ، ص ۱۴۴۹، حدیث: ۲۷۰۲

2... مُفَسِّر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن اس حدیث کی شرح میں **مراٰۃ المناجیح، جلد 3، صفحہ 353** پر ارشاد فرماتے ہیں: **یُغَانُ** غین سے بنا بمعنی پردہ، اسی لیے سفید بادل کو غین کہا جاتا ہے اس پردے کے متعلق شارحین نے بہت خامہ فرسائی کی ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد حضور کی دنیا میں مشغولیت ہے بعض نے فرمایا کہ اس سے سونا مراد ہے بعض کے خیال میں اس سے مراد اجتہادی خطائیں ہیں مگر حق یہ ہے کہ یہاں غین سے مراد اپنی امت کے گناہوں کو...

www.dawateislami.net

بھلائی ہی کی دعوت دیتا تھا۔[1] تو جو گمان کر بیٹھے کہ وہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور تمام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے بڑھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں مشغول ہے وہ یقیناً دھوکے میں ہے۔

امن و سلامتی والا گھر اور شیطان:

شیطانی وسوسے سے تو انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام بھی محفوظ نہ رہے۔ حضرت سیِّدُنا آدم اور حضرت سیِّدَتُنا حوا عَلَیْہِمَا السَّلَام جنت جیسے امن و سلامتی والے گھر میں بھی اس سے محفوظ نہ رہے حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں ارشاد فرمادیا تھا:

اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ لَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

(پ۱۶، طٰہٰ: ۱۱۷تا۱۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک یہ تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے پھر تو مشقت میں پڑے بیشک تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہو نہ ننگا ہو اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے نہ دھوپ۔

اور صرف ایک درخت سے روکا گیا تھا اس کے علاوہ ہر چیز کی اجازت تھی۔

جب ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام امن و سعادت والے گھر جنت میں شیطان کے وسوسے سے محفوظ نہ رہے تو ایک عام انسان کی کیا مجال کہ وہ فتنوں و مصیبتوں کی آماجگاہ اور لذتوں اور مَمنُوعہ خواہشات کی کان دنیا میں شیطان سے محفوظ رہ سکے۔۔۔! حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پاک کلام میں نقل کرتے ارشاد فرمایا: هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ[2] اور

۔۔۔ دیکھ کر غم فرمانا ہے اور اِستغفار سے مراد ان گنہگاروں کے لیے استغفار کرنا ہے، حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تا قیامت اپنی امت کے سارے حالات پر مُطّلع ہیں، ان گناہوں کو دیکھتے ہیں، دل کو صدمہ ہوتا ہے اس صدمے کے جوش میں انہیں دعائیں دیتے ہیں۔ (لمعات مرقات، اشعہ وغیرہ)

[1]... مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب تحریش الشیطان، ص ۱۵۱۲، حدیث: ۲۸۱۴

[2]... ترجمۂ کنزالایمان: یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا۔ (پ۲۰، القصص: ۱۵) یہ قول اس وقت کا ہے جب حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے مظلوم کی مدد کرتے ہوئے ایک قبطی شخص کو گھونسا مارا تھا۔ تفصیل کے لئے تفسیر "نور العرفان اور خزائن العرفان" سے اس مقام کا مطالعہ کیجئے۔

www.dawateislami.net

اسی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام مخلوق کو شیطان سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ لَا یَفۡتِنَنَّکُمُ الشَّیۡطٰنُ کَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَیۡکُمۡ مِّنَ الۡجَنَّۃِ (پ۸، الاعراف:۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اے آدم کی اولاد خبردار تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسا کہ تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا۔

مزید ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّہٗ یَرٰىکُمۡ ہُوَ وَ قَبِیۡلُہٗ مِنۡ حَیۡثُ لَا تَرَوۡنَہُمۡ ؕ (پ۸، الاعراف:۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انھیں نہیں دیکھتے۔

الغرض قرآن پاک میں شروع سے لے کر آخر تک شیطان سے بچنے کا حکم ہے، اس صورت میں شیطان سے محفوظ رہنے کا دعوٰی کیسے کیا جاسکتا ہے۔۔۔!

محبت الٰہی کا تقاضا:

شیطان سے بچاؤ کی ترکیب کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں گم رہنے کے منافی نہیں کیونکہ اس سے محبت کا تقاضا ہے کہ اس کے حکم پر عمل کیا جائے اور اسی نے تو دشمن سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔ جیسا کہ کفار کے متعلق مسلمانوں کو فرماتا ہے:

وَلۡیَاۡخُذُوۡا حِذۡرَہُمۡ وَ اَسۡلِحَتَہُمۡ ۚ (پ۵، النسآء:۱۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہیے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لیے رہیں۔

مزید ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَعِدُّوۡا لَہُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّۃٍ وَّ مِنۡ رِّبَاطِ الۡخَیۡلِ (پ۱۰، الانفال:۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے مطابق جس طرح تجھ پر کافر دشمن سے بچنا لازم ہے جسے تو دیکھ بھی سکتا ہے اس سے بڑھ کر تجھ پر اس دشمن سے بچنا ضروری ہے جو تجھے دیکھ رہا ہے لیکن تو اسے نہیں دیکھ سکتا۔

www.dawateislami.net

خُفیہ دُشمن:

حضرت سیِّدُنا ابنِ مُحَیرِیزعَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْعَزِیْزکا قول ہے کہ ایک شکار ایسا ہے جسے تم دیکھ رہے ہو اور وہ تمہیں نہیں دیکھ رہا عنقریب تم اس پر کامیاب ہو جاؤ گے مگر تمہارا ایک دشمن ایسا ہے جسے تم نہیں دیکھ رہے لیکن وہ تمہیں دیکھ رہا ہے تو ممکن ہے بہت جلد وہ تمہیں شکار کر لے۔

اس سے مراد شیطان ہے۔ شیطان سے بچنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی کافر دشمن سے غفلت برتنے کی وجہ سے قتل ہو بھی جائے تو شہید ہے مگر شیطان سے بچنے میں سستی کرتے ہوئے ہلاک ہو جانا خود کو جہنَّم اور دردناک عذاب پر پیش کرنا ہے، لہٰذا رب تعالیٰ کی محبت میں مشغول ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس سے اس نے بچنے کا حکم دیا ہے اس کی پروانہ کی جائے۔

ہماری اس تقریر سے دوسرے گروہ (یعنی شامی گروہ) کے قول کا بُطلان بھی واضح ہو گیا جو گمان کرتے ہیں کہ بچاؤ کی ترکیب کرنا تَوَکُّل عَلَی اللہ کے منافی ہے۔ جب ہتھیار اٹھانے، لشکر جمع کرنے اور خَنْدَق کھودنے سے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے توکُّل میں کوئی کمی نہیں آئی تو جس چیز سے ڈرنے اور بچنے کا حکم اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دیا ہے اس سے ڈرنا اور بچنا کیسے تَوَکُّل کے مُنافی ہو سکتا ہے؟

شیطان سے بچنے کی ترکیب کرنا توکل کے خلاف نہیں:

ہم توکل کے بیان میں وہ باتیں ذکر کریں گے جن سے واضح ہو جائے گا کہ تمام اسباب چھوڑ دینے کو توکل گمان کرنا غلط ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان: ”وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ[1]“ پر عمل کرنا توکل کے خلاف نہیں جبکہ انسان یہ اعتقاد رکھے کہ نفع و نقصان اور زندگی و موت دینے والی ذات اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی ہے۔ اسی طرح شیطان سے بچنے کی ترکیب کرنا بھی توکل کے خلاف نہیں جبکہ اعتقاد یہ ہو کہ ہدایت و گمراہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضہ و اختیار میں ہے اور اسباب محض ذریعہ ہیں جن پر ہمیں اختیار حاصل ہے۔

حضرت سیِّدُنا حارِث محاسِبی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے اور نورِ علم گواہی دیتا ہے کہ یہی

---

1 ...ترجمۂ کنز الایمان: اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو۔ (پ۱۰، الانفال: ۶۰)

صحیح ہے۔ نیز بصریوں اور شامیوں کے اقوال سے لگتا ہے کہ وہ عبادت گزار ہیں جبکہ انہیں علم میں زیادہ پختگی حاصل نہیں اس لئے وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ اِسْتِغْرَاقْ بِاللّٰہ کے وقت جو اَحوال کبھی کبھی ان پر طاری ہوتے ہیں وہ ہمیشہ رہیں گے حالانکہ حالتیں بدلتی رہتی ہیں۔

پھر شیطان سے بچنے کے متعلق اس تیسرے گروہ کے مزید تین گروہ بن گئے۔

۞...**پہلا گروہ:** ان کا کہنا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں دشمن سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، لہٰذا اس دشمن کو یاد کرنے اور اس سے بچاؤ کی ترکیب کرنے سے زیادہ ہمارے دل پر کسی چیز کا غلبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ممکن ہے لمحہ بھر کی غفلت کے سبب وہ ہمیں ہلاک کر دے۔

۞...**دوسرا گروہ:** ان کا کہنا ہے کہ پہلے گروہ کا مَوْقِف تو دل کو یکسر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل اور ہمہ وقت شیطان کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور یہی شیطان کا مقصد ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر و عبادت میں مشغول رہیں اور شیطان، اس کی دشمنی اور اس سے بچنے کی حاجت کو بھی نہ بھولیں بلکہ دونوں کو جمع کر لیں کیونکہ اگر ہم کسی وقت شیطان سے غافل ہو گئے اور اسی لمحہ اس نے حملہ کر دیا تو ہم اس کا مقابلہ نہ کر پائیں گے اور اگر محض اسی کو یاد کرتے رہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل ہو جائیں گے، لہٰذا دونوں کو جمع کر لینا بہتر ہے۔

۞...**تیسرا گروہ:** یہ محققین علما کا گروہ ہے ان کا کہنا ہے کہ دونوں گروہ غَلَطی پر ہیں۔ پہلا تو اس لئے کہ اس نے صرف شیطان کو یاد رکھا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کو بھلا دیا۔ ایسے گروہ کا غَلَطی پر ہونا واضح ہے کیونکہ شیطان سے بچنے کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے غافل نہ کر دے تو ہم شیطان کی یاد کو اپنے دلوں پر تمام اشیاء سے زیادہ غلبہ کیوں دیں جبکہ اس کے ضَرَر کی انتہا بھی یہی ہے۔ پھر یہ کہ اس طرح تو دل ذکرِ الٰہی کے نور سے خالی ہو جائے گا اور جب شیطان ذکرِ الٰہی کے نور سے خالی اور اس کی یاد سے غافل دل کے درپے ہو جائے تو عنقریب غالب آ جائے گا اور دل اسے روک بھی نہ پائے گا۔ مختصر یہ کہ ہمیں شیطان کا انتظار کرنے اور ہمیشہ اسے یاد رکھنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ جہاں تک دوسرے گروہ کا تعلُّق ہے تو وہ بھی پہلے گروہ کا شریک ہے کیونکہ اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر اور شیطان کی یاد دونوں کو دل میں اکٹھا کر لیا ہے اب جتنی مقدار دل شیطان کی یاد میں مشغول رہے گا اتنی مقدار اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل رہے گا نیز

www.dawateislami.net

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو اپنی یاد کے سوا خواہ وہ شیطان ہو یا اس کے علاوہ کوئی بھی ایسی چیز ہو جو اس کی یاد سے دور کر دے اسے بھول جانے کا حکم دیا ہے۔

ذکرِ الٰہی کا حق:

حق تو یہ ہے کہ انسان دل کو شیطان سے بچانے اور اس کی دشمنی دل میں راسخ کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلے، جب انسان اس کے مطابق سچے دل سے عمل کرے گا اور شیطان سے دشمنی دل میں راسخ ہو جائے گی تو اب پوری توجہ کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مشغول ہو جائے اور دل میں شیطانی حملے کا خوف نہ رکھے کیونکہ وہ شیطان کی عداوت و دشمنی کو اچھی طرح جاننے کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مشغول ہوا ہے اب اگر شیطان اس پر حملہ کرتا ہے تو وہ خبر دار ہو جائے گا اور شیطانی وار کو بے کار کر دے گا۔

ذکرِ الٰہی میں مشغول ہونا شیطانی حملے کے وقت خبر دار ہونے سے ہرگز مانع نہیں بلکہ جس طرح کسی شخص کو صبح سویرے کوئی کام ہو اور وہ کام کے وقت اٹھنے کا پختہ ارادہ کر کے سو جائے تو کام کا وقت نکل جانے کے خوف سے بعض اوقات رات ہی میں کئی مرتبہ اس کی آنکھ کھل جاتی ہے باوجود یہ کہ نیند اسے غافل کر دیتی ہے اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مشغول ہونا خبر دار ہونے سے کیونکر مانع ہو گا جبکہ اسی طرح کا دل دشمن کو بھگانے کی طاقت رکھتا ہے۔ ذکرِ الٰہی میں مشغولیت کے سبب ہی خواہشات مرتی ہیں، علم و عقل کا نورِ زندگی پاتا ہے اور خواہشات کے اندھیرے چھٹتے ہیں۔

اہل بصیرت اپنے دلوں کو شیطان کی دشمنی اور اس کی گزر گاہوں کا شعور دلا کر شیطانی حملوں سے بچاؤ کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں پھر شیطان کے بجائے ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے ہیں، اسی ذکر کی بدولت شیطان کے شر کو دور کرتے ہیں اور اس کے نور سے روشنی پا کر تمام شیطانی خطرات سے آگاہ ہو کر ان سے بھی نجات پا لیتے ہیں۔

دِل کی مِثال:

دل کی مثال گندے پانی والے اس کنوئیں کی سی ہے جسے پاک کرنے کا ارادہ کیا جائے تا کہ صاف پانی اس میں جاری ہو۔ شیطان میں مشغول رہنے والا اس میں گندہ پانی چھوڑ دیتا ہے اور شیطان کی یاد اور اللہ عَزَّوَجَلَّ

www.dawateislami.net

کے ذکر دونوں کو جمع کرنے والا شخص ایک طرف سے تو گندا پانی نکالتا ہے لیکن دوسری طرف سے وہ پانی بدستور جاری رہتا ہے بالآخر وہ تھک جاتا ہے اور گندا پانی کنویں میں باقی رہتا ہے جبکہ صاحب بصیرت گندے پانی کا راستہ ہی بند کر دیتا ہے اور کنویں کو پاک وصاف پانی سے بھر دیتا ہے پھر جب گندا پانی آنے لگتا ہے تو کسی محنت ومشقت اور تھکاوٹ کے بغیر رکاوٹ کھڑی کرکے اسے بھی روک دیتا ہے۔

ساتویں فصل: عبادات ظاہر کرنے کی رخصتوں کا بیان

جان لیجئے! ریاکاری سے نجات اور اخلاص کا فائدہ اعمال کو پوشیدہ رکھنے ہی میں ہے جبکہ ظاہر کرنے میں اگرچہ یہ فائدہ ہے کہ اس کی پیروی کی جائے گی اور لوگوں کو نیکی کی ترغیب ملے گی لیکن اس میں ریاکاری کا خوف بھی ہے۔ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مسلمان جانتے ہیں پوشیدہ عمل شیطان سے حفاظت کا زیادہ بہتر ذریعہ ہے لیکن عمل ظاہر کرنا بھی فائدے سے خالی نہیں۔“

یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ظاہر وپوشیدہ دونوں عمل کی تعریف فرمائی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لیے سب سے بہتر ہے۔

عمل ظاہر کرنے کی دو صورتیں:

عمل ظاہر کرنے کی دو صورتیں ہیں: (۱)... نَفْسِ عمل ظاہر کرنا (۲)... فراغت کے بعد لوگوں میں بیان کرنا۔

(1)... نفس عمل ظاہر کرنا:

مثلاً لوگوں کو ترغیب دینے کی خاطر ان کے سامنے صَدَقہ کرنا جیسا کہ ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے (دِرْہموں کی) ایک تھیلی بارگاہِ رسالت میں پیش کی تو ان کو دیکھ کر دیگر لوگوں نے بھی عطیات دیئے، اس موقع پر مالکِ کوثر، قاسم نعمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَعُمِلَ بِھَا کَانَ لَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنِ اتَّبَعَہٗ یعنی جو شخص اچھا طریقہ جاری کرے اور لوگ اس پر عمل کریں تو

www.dawateislami.net

اس شخص کے لئے اس کا اجر بھی ہے اور اس کی پیروی کرنے والوں کا بھی۔[1]

نماز، روزہ، حج و جہاد وغیرہ تمام اعمال کا یہی حکم ہے، البتہ صَدَقے کی طرف لوگ زیادہ جلدی مائل ہوتے ہیں جیسا کہ حدیثِ پاک سے واضح ہے۔

علانیہ عمل میں افضلیت...!

مجاہد جب جِہاد میں جانے کا ارادہ کرے اور لوگوں کو جذبہ دلانے کی خاطر ان سے پہلے اپنی سواری تیار کرنے لگے تو اس کے لئے یہی افضل ہے کیونکہ جہاد در حقیقت علانیہ اعمال میں سے ہے اس کا چھپانا ممکن نہیں اور اس کے لئے جلدی کرنا اعلان نہیں بلکہ محض جذبہ دلانا ہے۔ اسی طرح جو شخص رات کو نماز پڑھتے ہوئے اپنی آواز اس لئے بلند کرے تاکہ اس کے اپنے گھر والوں اور پڑوسیوں کو خبر ہو جائے اور وہ بھی عبادت کریں تو اس کے لئے بھی یہی افضل ہے بلکہ ہر وہ عمل جن کا چھپانا ممکن نہیں مثلاً حج، جہاد اور جمعہ وغیرہ دوسرے کو جذبہ دلانے کی خاطر ان میں جلدی کرنا افضل ہے جبکہ ریاکاری شامل نہ ہو۔

پوشیدہ عمل میں افضلیت...!

جن اعمال کا چھپانا ممکن ہے مثلاً نماز وصَدَقہ ان کا حکم یہ ہے کہ اگر صدقہ ظاہر کرنے میں لوگوں کو رغبت ملنے کے ساتھ ساتھ اسے تکلیف ہو جسے صدقہ دیا جارہا ہے تو اس صدقہ کو پوشیدہ رکھنا افضل ہے کیونکہ تکلیف دینا حرام ہے، اگر صدقہ لینے والے پر شاق نہ گزرے تو اب افضلیت کے بارے میں دو گروہ ہیں۔ **ایک گروہ** کا کہنا ہے کہ اگرچہ عمل ظاہر کرنے میں لوگوں کی رغبت پائی جائے پھر بھی پوشیدہ رکھنا ہی افضل ہے۔ **دوسرے گروہ** کا کہنا ہے کہ ایسا علانیہ عمل جس کی پیروی نہ کی جائے اس کے مقابلے میں پوشیدہ عمل افضل ہے اور اگر علانیہ عمل کی پیروی کی جائے تو یہ افضل ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو اعمال ظاہر کرنے کا حکم فرمایا اور انہیں منصبِ نُبوت کے ساتھ خاص فرمایا تاکہ ان کی پیروی کی جائے اور ان کے بارے میں افضل عمل سے محرومی کا گمان کرنا ہرگز جائز نہیں۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ حدیثِ

[1] ...مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ...الخ، ص ۵۰۸، حدیث: ۱۰۱۷ بتغیر قلیل

www.dawateislami.net

پاک بھی اسی پر دلالت کرتی کہ "لَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا یعنی جو نیک عمل جاری کرے اس کے لئے اس کا ثواب بھی ہے اور جو اس پر عمل کرے اس کا بھی۔"[1] ایک حدیثِ پاک میں یوں بھی آیا ہے: "پوشیدہ عمل علانیہ سے ستر گنا افضل ہے اور جس علانیہ عمل کی پیروی کی جائے وہ پوشیدہ عمل سے ستر گنا افضل ہے۔"[2]

خلاصۂ کلام:

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب دل ریاکاری سے خالی اور اخلاص سے بھرپور ہو تو ظاہر اور پوشیدہ دونوں حالتوں میں سے جس کی پیروی کی جائے وہی عمل افضل ہے۔ اسی طرح جب علانیہ عمل میں ریاکاری کا خوف ہو پھر اگر اس میں ریاکاری شامل ہو جائے تو غیر کی پیروی بھی اسے کوئی فائدہ نہ دے گی اور وہ ہلاک ہو جائے گا یوں اس اعتبار سے پوشیدہ عمل علانیہ سے افضل ہو گا، اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں۔

عمل ظاہر کرنے والے کے لئے احتیاطیں:

بہرحال عمل ظاہر کرنے والے کو چاہئے کہ دو باتیں پیش نظر رکھے۔

﴿1﴾... ان لوگوں پر عمل ظاہر کرے جن کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو یا غالب گمان ہو کہ وہ اس کی پیروی کریں گے کیونکہ بہت سوں کی پیروی ان کے گھر والے تو کرتے ہیں لیکن پڑوسی نہیں کرتے، بعض کی پیروی پڑوسی کرتے ہیں مگر اہل محلہ نہیں کرتے جبکہ بعض لوگوں کی پیروی اہل محلہ بھی کرتے ہیں۔ مشہور و معروف علمائے دین ہی ایسے ہوتے ہیں جن کی پیروی کثیر مخلوق کرتی ہے۔ غیرِ عالِم اگر اپنی عبادات ظاہر کرے گا تو کبھی اسے ریاکار کہا جائے گا اور کبھی نفاق کی تہمت بھی لگائی جائے گی، لوگ پیروی کے بجائے اس کی مذمت کریں گے، لہٰذا غیر عالم کو بغیر کسی فائدے کے اپنی عبادات ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ ترغیب کی نیت سے وہی شخص اپنا عمل ظاہر کرے جو اس کا اہل ہو اور ان لوگوں پر ظاہر کرے جو اس کی پیروی کرتے ہوں۔

﴿2﴾... عمل ظاہر کرنے والے کو چاہئے کہ اپنے دل پر خوب غور کرلے کیونکہ بعض اوقات دل میں چھپی

---

1 ... مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ... الخ، ص ۵۰۸، حدیث: ۱۰۱۷

2 ... شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل للہ، ۵/ ۳۴۴، حدیث: ۶۸۶۴ مختصرًا

شعب الایمان، باب فی السرور بالحسنۃ والاغتمام، ۵/ ۳۷۶، حدیث: ۷۰۱۲ مفھومًا

www.dawateislami.net

دکھاوے کی محبت عمل ظاہر کرواتی ہے اور ذریعہ یہ بن جاتا ہے کہ لوگ پیروی کریں گے حالانکہ درحقیقت ایسا شخص اپنی خواہش کی وجہ سے عمل کو مُزَیَّن کرتا ہے تاکہ لوگ اس کی پیروی کریں۔ اپنے اعمال ظاہر کرنے والے ہر شخص کا حال یہی ہے سوائے چند مضبوط اخلاص والوں کے۔ کمزور اخلاص والے کو چاہئے کہ اس طرح سے اپنے آپ کو دھوکا نہ دے ورنہ ہلاک ہو جائے گا اور خبر بھی نہ ہو گی۔

کمزور اخلاص والے کی مثال:

کمزور اخلاص والے کی مثال ڈوبنے والے اس اناڑی تیراک کی طرح ہے جو کئی لوگوں کو ڈوبتا دیکھ کر ان پر تَرس کھاتے ہوئے بچانے کی غرض سے ان کی طرف بڑھتا ہے حتّٰی کہ ان کے ساتھ خود بھی ہلاک ہو جاتا ہے۔ دنیا کے پانی میں ڈوبنے کی تکلیف چند لمحوں کی ہوتی ہے، کاش! ریاکاری سے ہلاک ہونے والے کا حال بھی ایسا ہی ہوتا مگر اس کا عذاب تو طویل مدت تک رہنے والا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں عالِم کہلانے والے اور عبادت گزاروں کے قدم پھسل جاتے ہیں کیونکہ وہ عمل ظاہر کرنے میں مضبوط اخلاص والوں کی نقل کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل اخلاص کی طاقت سے محروم ہوتے ہیں نتیجتاً ریاکاری کے سبب ان کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔

دلی کیفیت جاننے کا ایک طریقہ:

دل میں چھپی دکھاوے کی محبت کا اندازہ کرنا بے حد دشوار ہے، اسے جانچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہے: ”اگر تو اپنے عمل کو پوشیدہ رکھے حتّٰی کہ لوگ تیرے ہم عصر کسی اور عبادت گزار کی پیروی کریں تو تجھے عمل ظاہر کرنے کے برابر ہی ثواب ملے گا۔“ اس کے بعد بھی اگر دل عمل ظاہر کرنے کی خواہش کرے تو سمجھ لے کہ اس اظہار کا سبب لوگوں کو نیکی کا جذبہ دلانا، نیک کام کی پیروی کروانا اور ثواب حاصل کرنا نہیں بلکہ ریاکاری ہے کیونکہ لوگ کسی اور کو دیکھ کر بھی نیکی میں رغبت حاصل کر سکتے ہیں اور تیرا مرتبہ عمل پوشیدہ رکھنے کے باوجود بلند کیا جا رہا ہے، اگر لوگوں کو دکھانا مقصود نہیں ہے تو پھر اب کیوں تیرا دل عمل ظاہر کرنے کے لئے بے چین ہے؟

www.dawateislami.net

انسان کو چاہئے کہ نفس کے بہکاوے سے بچے کیونکہ نفس دھوکا باز ہے، شیطان گھات لگائے بیٹھا ہے اور حال یہ ہے کہ جاہ و منصب کی محبت دل پر غالب ہے۔ نیز لوگوں پر ظاہر ہونے والے اعمال آفات سے کم ہی محفوظ رہتے ہیں، کسی چیز کو محفوظ شمار نہیں کرنا چاہئے، حقیقی سلامتی پوشیدگی ہی میں ہے جبکہ ظاہر کرنے میں بے شمار خطرات ہیں۔ ہم جیسے کمزوروں کے لئے عمل ظاہر کرنے سے بچنا ہی بہتر ہے۔

(2)... فراغت کے بعد اپنا عمل لوگوں میں بیان کرنا:

عمل ظاہر کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ فراغت کے بعد اسے لوگوں میں بیان کیا جائے۔ اس کا بھی وہی حکم ہے جو پہلی صورت یعنی نفسِ عمل ظاہر کرنے کا ہے بلکہ اس میں خطرہ زیادہ ہے کیونکہ زبان سے مبالغہ آرائی کرنا بہت آسان ہے اور بڑے بڑے دعووں سے نفس بھی خوش ہوتا ہے۔ مگر اس کے حکم میں پہلی صورت کے مقابلے میں اس اعتبار سے کچھ نرمی ہے کہ اس میں زبانی اظہار میں ریاکاری شامل ہو بھی جائے پھر بھی عمل فاسد نہیں ہوتا کیونکہ وہ مکمل ہو چکا۔ اس طرح سے عمل ظاہر کرنا اس شخص کے لئے جائز ہے جس کا دل نورِ الٰہی سے روشن اور اخلاص سے بھرپور ہو، اس کی نظر میں مخلوق کی تعریف و مذمت کی کچھ اہمیت نہ ہو اور اپنا عمل اس کے سامنے بیان کرے جس سے بھلائی میں رغبت اور پیروی کی امید ہو بلکہ اگر نیت صاف اور آفات سے محفوظ ہو تو یہ اظہار مُسْتَحَب ہے کیونکہ اس سے نیکی کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور نیکی پر ابھارنا بھی نیکی ہے۔ اَسلاف کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے بارے میں اس طرح کی کئی روایات موجود ہیں۔

اَعمالِ صالِحہ ظاہر کرنے کے مُتَعَلِّق اَسلاف کِرام کے اقوال

...حضرت سیِّدُنا سعید بن مُعاذ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے نماز میں مجھے غیر کا خیال تک نہیں آیا، جس بھی جنازے میں شریک ہوا اس سے کئے جانے والے سوال و جواب کے بارے میں ہی سوچتا اور حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے جو کچھ سنا اسے سچ و حق جانا۔

...امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے فرمایا: مجھے کچھ پروا نہیں کہ میں میری صبح تنگی کی حالت میں ہوتی ہے یا خوشحالی میں کیونکہ میں نہیں جانتا کہ میرے لئے ان میں سے کیا بہتر ہے۔

www.dawateislami.net

۞...حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان ہے: میں نے جس حال میں بھی صبح کی کبھی بہتر حالت کی آرزو نہ کی۔

۞...امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے کبھی گانا گایا نہ کبھی جھوٹ بولا اور جب سے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بیعت کی ہے کبھی اپنے سیدھے ہاتھ سے شرم گاہ کو نہیں چھوا۔[1]

۞...حضرت سیِّدُنا شدَّاد بن اَوس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: جب سے اسلام لایا ہوں ہر بات خوب سوچ سمجھ کر کی ہے سوائے ایک بات کے کہ ایک مرتبہ اپنے غلام سے کہا: جاؤ دستر خواں لے آؤ تاکہ اسے بیچ کر کھانا منگوالیں۔

۞...حضرت سیِّدُنا ابوسفیان بن حارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بوقتِ وفات اپنے گھر والوں سے فرمایا: مجھ پر رونا مت! کیونکہ میں جب سے اسلام لایا ہوں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کی۔

۞...حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے لئے جو کچھ مقدر فرمایا کبھی میں نے اس کے علاوہ کی خواہش نہ کی اور مجھے ہمیشہ اسی کی خواہش ہوتی جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرا مقدر فرمادیا۔

ان تمام اقوال میں اچھی حالتوں کا اظہار ہے۔ اگر ریاکار شخص ایسی باتوں کا اظہار کرے تو یہ انتہائی درجہ کی ریاکاری ہوگی لیکن اگر ان باتوں کا ظہور ایسے نیک شخص سے ہو جس کی پیروی کی جاتی ہے تو یہ اعلیٰ درجہ کی ترغیب ہوگی۔ ذکر کردہ احتیاطوں کے ساتھ پختہ اخلاص والوں کے لئے اعمال ظاہر کرنا جائز ہے جبکہ نیت یہ ہو کہ لوگ اس کی پیروی کریں۔

کبھی ریاکار کی ریاکاری بھی فائدہ دیتی ہے:

انسانی فطرت چونکہ غیر کی مُشابہت و پیروی کو پسند کرتی ہے تو اس پر پابندی لگانے کی حاجت نہیں بلکہ اگر کوئی شخص بطورِ ریاکاری اپنا عمل ظاہر کرے اور لوگ اس کے ریاکار ہونے کو نہ جانتے ہوں تو اس میں بھی لوگوں کے لئے بہت سی بھلائی ہے اگرچہ ریاکار کے لئے برائی ہے۔ کتنے ہی مُخْلِص بندے ہیں جنہیں ان لوگوں کی پیروی کرنے سے اخلاص حاصل ہوا جن کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے کہ وہ ریاکار ہیں۔

---

[1]...سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ وسننھا، باب کراھۃ مس الذکر...الخ، ۱/ ۱۹۸، حدیث: ۳۱۱

www.dawateislami.net

حکایت: کاش وہ کتاب نہ لکھی جاتی

منقول ہے کہ کسی دور میں صبح کے وقت بصرہ کی گلیوں سے گزرنے والے کو گھروں سے قرآن پاک پڑھنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ کسی نے ریاکاری کی باریکیوں پر ایک کتاب لکھی تو لوگوں نے اونچی آواز سے تلاوت کرنا بند کردی، جس کی وجہ سے تلاوت قرآن میں لوگوں کی رغبت کم ہوگئی۔ کہنے والوں نے کہا: ''کاش! وہ کتاب نہ لکھی جاتی۔ معلوم ہوا کہ ریاکار کی ریاکاری بھی لوگوں کو بہت فائدہ دیتی ہے بشرطیکہ لوگ اس کی ریاکاری سے بے خبر ہوں۔''

مروی ہے: ''اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ وَبِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَھُمْ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس دین کی مدد فاسق وفاجر شخص اور ان لوگوں سے بھی فرماتا ہے جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔''(1)

آٹھویں فصل: گناہ چھپانے کے جواز اور لوگوں پر اس کے ظاہر ہونے کو ناپسند کرنے کا بیان

درحقیقت اخلاص یہ ہے کہ ہر عمل ایک طرح سے کیا جائے چاہے پوشیدہ ہو یا علانیہ۔ جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص سے فرمایا: ''تجھے چاہئے کہ علانیہ عمل کر۔'' اس نے عرض کی: ''علانیہ عمل سے کیا مراد ہے؟'' فرمایا: ''جب کوئی تیرے عمل پر مطلع ہو تو اس سے شرم محسوس نہ کر۔''

حضرت سیِّدُنا ابو مسلم خولانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: حَقِّ زَوْجِیت ادا کرنے اور قضائے حاجات کے سوا میں کسی عمل پر لوگوں کے مُطَّلَع ہونے کی پروا نہیں کرتا۔

یہ درجہ بہت بلند ہے ہر ایک اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ انسان کا دل اور دیگر اعضاء گناہ کرتے رہتے ہیں لیکن وہ لوگوں سے چھپاتا ہے اور ان گناہوں پر لوگوں کے مطلع ہونے کو ناپسند کرتا ہے، خصوصاً ان شکوک وشبہات پر جو دل میں پیدا ہوتے ہیں باوجود یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام چیزوں سے باخبر ہے۔

---

(1)... بخاری، کتاب القدر، باب العمل بالخواتیم، ۴/ ۲۷۴، حدیث: ۶۶۰۶

سنن النسائی الکبری، کتاب السیر، باب الاستعانۃ بالفجار فی الحرب، ۵/ ۲۷۹، حدیث: ۸۸۸۵

www.dawateislami.net

گناہ چھپانے کی آٹھ وجوہات

عام طور پر گمان کیا جاتا ہے کہ لوگوں سے اپنے گناہ چھپانا منع ہے ایسا نہیں ہے بلکہ اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ خوف خدا نہ ہونے کے باوجود اس نیت سے گناہ چھپانا کہ لوگ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا، پرہیز گار خیال کریں۔ یہ پوشیدہ ریاکاری ہے۔ بہر حال ریاکاری نہ کرنے والے سچے شخص کو چاہئے کہ گناہوں کو چھپائے۔ اس کا ایسا کرنا اور گناہوں پر لوگوں کے مُطَّلَع ہو جانے سے غمگین ہونا آٹھ وجوہات کی بنا پر درست ہے:

پہلی وجہ: انسان اس بات پر خوش ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے گناہوں پر پردہ ڈالا ہوا ہے۔ اگر ظاہر ہو جائیں تو غمگین ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پردہ فاش فرما دیا ہے اور خوف زدہ ہو کہ کل بروز قیامت اگر ایسا ہو گیا تو میرا کیا بنے گا کیونکہ حدیثِ پاک میں ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا میں جس کے گناہوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے آخرت میں بھی اس کے گناہ ظاہر نہیں فرمائے گا۔''[1]

یہ غم قوت ایمانی کے سبب پیدا ہوتا ہے۔

دوسری وجہ: انسان جان لے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ گناہ چھپانے کو پسند اور ظاہر کرنے کو ناپسند فرماتا ہے۔ جیسا کہ سَیِّدُ الْمُرْسَلِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مَنِ ارْتَکَبَ شَیْئًا مِّنْ هٰذِهِ الْقَاذُوْرَاتِ فَلْیَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللہ یعنی جو شخص ان ناپاکیوں میں سے کسی کا مرتکب ہو جائے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پردے سے اسے ڈھانپ لے[2]۔''[3]

اس شخص نے گناہ کر کے اگرچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی ہے لیکن اس کا دل اس چیز کی محبت سے خالی نہیں جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے۔ یہ صِفَت بھی قوّتِ اِیمانی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ گناہ ظاہر کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند نہیں۔ اس قوت ایمانی کی نشانی یہ ہے کہ انسان جس طرح اپنے گناہ ظاہر ہونے کو ناپسند کرتا ہے اسی طرح غیر کے گناہ ظاہر ہونے کو بھی ناپسند کرے اور ظاہر ہو جائیں تو غمگین ہو۔

تیسری وجہ: گناہ چھپانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ظاہر ہونے پر لوگ اس کی مذمت کریں گے جو کہ

---

1 ...مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب بشارة من ستر اللہ... الخ، ص ۱۳۹۷، حدیث: ۲۵۹۰

2 ...قَاذُوْرَاتٌ، قَاذُوْرَةٌ کی جمع ہے جس کا اطلاق ہر قبیح اور فحش قول و فعل پر ہوتا ہے مگر یہاں مراد زنا ہے۔
(فیض القدیر، تحت الحدیث: ۱۷۵، ۱/ ۲۰۱)

3 ...المؤطا للامام مالک، کتاب الحدود، باب ماجاء فیمن اعترف... الخ، ۲/ ۳۳۶، حدیث: ۱۵۸۸

www.dawateislami.net

اسے ناگوار گزرے گا اور وہ غمزدہ ہو جائے گا، نیز اس کا دل و دماغ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے غافل جائے گا کیونکہ مذمت طبعیت پر ناگوار گزرتی، عقل کو مُتَاثِّر کرتی اور عبادت سے غافل کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے انسان کو چاہئے کہ ایسی تعریف کو بھی ناپسند کرے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل کر دے اور دل پر قبضہ کرکے اسے ذکرِ الٰہی سے پھیر دے۔

یہ بھی قوّتِ اِیمانی کی نشانی ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لئے دل کو فارغ کر دینے کی سچی رغبت بھی قوت ایمان کے سبب ہی ممکن ہے۔

۞...**چوتھی وجہ:** گناہ چھپانے میں رغبت کرنے کی ایک جائز وجہ گناہ ظاہر ہونے پر لوگوں کی مذمت کو ناپسند کرنا بھی ہے کیونکہ اس سے تکلیف ہوتی ہے اور یقیناً مذمت کرنے سے دل کو ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے مار پڑنے پر جسم کو ہوتی ہے نیز اس تکلیف کا خوف کرنا حرام بھی نہیں، نہ ہی انسان اس کی وجہ سے گنہگار ہوتا ہے۔ البتہ اس وقت ضرور گنہگار ہوتا ہے جب مذمت کے خوف سے کسی ناجائز کام کا اِرتکاب کر بیٹھے۔

خلاصۂ گفتگو:

مختصر یہ کہ انسان پر لوگوں کی مذمت کی وجہ سے غمزدہ ہونا واجب نہیں لیکن یہ ضرور واجب ہے کہ مخلوق کی خاطر ریاکاری نہ کرنے پر سچائی سے ڈٹا رہے حتّٰی کہ اس کی نظر میں تعریف اور مذمت کرنے والا دونوں برابر ہو جائیں کیونکہ انسان جانتا ہے کہ نفع و نقصان کا مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے اور بندے سب عاجز ہیں۔ ایسی سوچ رکھنے والے بہت کم ہیں، اکثر لوگ مذمت سے تکلیف محسوس کرتے ہیں کیونکہ اس میں انہیں اپنی کوتاہی نظر آ رہی ہوتی ہے۔ بعض اوقات مذمت سے رنجیدہ ہونا اچھا بھی ہوتا ہے جبکہ مذمت کرنے والے صاحب بصیرت و دیندار ہوں کیونکہ وہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گواہ ہیں، ان کی مذمت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مذمت اور دینی نقصان پر دلالت کرتی ہے تو ان کی مذمت پر انسان کیسے غمگین نہ ہو۔۔؟ البتہ! تقوٰی و پرہیز گاری پر تعریف نہ ہونے کا غم کرنا بُری بات ہے۔ مثلاً: کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ پرہیز گاری پر اپنی تعریف کی خواہش کرے کیونکہ اس طرح وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے ذریعے اپنی تعریف کا خواہاں اور عبادت الٰہی کا ثواب غیرُاللہ سے طلب کرنے والا شمار ہو گا۔ بندہ جب اپنے اندر ایسی کیفیت محسوس کرے تو واجب ہے کہ

www.dawateislami.net

ردو ناپسندیدگی کا اظہار کر کے اس کا مقابلہ کرے۔

جہاں تک گناہ پر لوگوں کی مذمت کو بُرا سمجھنے کا تعلُّق ہے تو یہ طَبْعی مُعاملہ ہے جو کہ مذموم نہیں اسی لئے اس مذمت سے بچنے کے لئے گناہ کو چھپانا جائز ہے۔ ممکن ہے کوئی بندہ تعریف کی چاہت نہ رکھتا ہو لیکن مذمت کو ناپسند کرتا ہو اور یہ چاہتا ہو کہ لوگ اس کی تعریف کریں نہ مذمت۔ کتنے ہی لوگ تعریف نہ کرنے پر تو صبر کر لیتے ہیں لیکن مذمت کی تکلیف ان سے برداشت نہیں ہوتی کیونکہ تعریف سے لذت حاصل ہوتی ہے اور لذت کا حاصل نہ ہونا تکلیف نہیں دیتا جبکہ مذمت ضرور تکلیف دیتی ہے۔ نیکی پر تعریف کی خواہش کرنا گویا دنیا میں نیکی کا ثواب طلب کرنے جیسا ہے جبکہ گناہ پر لوگوں کی مذمت کو بُرا جاننے میں ایسی کوئی بات نہیں سوائے اس خوف کے کہ گناہ لوگوں پر ظاہر ہو جانے کا غم بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل نہ کر دے اور یہ بہت بڑا دینی نقصان ہے، ہونا تو یہ چاہئے کہ انسان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُطَّلَع ہونے اور اس کی پکڑ فرمانے کا زیادہ غم ہو۔

۞...**پانچویں وجہ:** گناہ چھپانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ گناہ پر کی جانے والی مذمت کو اس وجہ سے ناپسند کیا جائے کہ مذمت کرنے والا اس سبب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کا مُرتَکِب ہوتا ہے۔ یہ بھی ایمان کا حصہ ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اپنی مذمت کی طرح غیر کی مذمت کو بھی برا جانے، اپنے اور غیر کے درمیان فرق نہ کرے، البتہ طبعی رنج میں حرج نہیں۔

۞...**چھٹی وجہ:** لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے بھی گناہ پوشیدہ رکھنا جائز ہے۔ یہ صورت مذمت والی صورت سے مختلف ہے کیونکہ مذمت کرنے والے کی مذمت کا اثر صرف دل پر ہوتا ہے جسم اس کے شر سے محفوظ رہتا ہے لیکن بعض اوقات گناہ پر مطلع ہونے والے سے ظاہری نقصان کا خوف ہوتا ہے۔ اس خوف کی وجہ سے بھی گناہ چھپانا جائز ہے۔

۞...**ساتویں وجہ:** حیا کے سبب بھی گناہ کی پردہ پوشی کرنا جائز ہے۔ لوگوں کی مذمت اور ظاہری نقصان کے علاوہ یہ تکلیف کی ایک اور صورت ہے۔ یہ ایک اچھی صِفَت ہے جو کہ نوجوانی میں پیدا ہوتی ہے۔ جب نوجوان میں عقل کا نور روشن ہوتا ہے تو وہ اس بات سے حیا کرنے لگتا ہے کہ اس کی برائیاں لوگوں پر ظاہر ہوں۔ یہ صفت تعریف کے لائق ہے کیونکہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔

www.dawateislami.net

حیا کے متعلق چار فرامینِ مصطفےٰ:

﴿1﴾... اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہ یعنی حیا مکمل بھلائی ہے۔[1]

﴿2﴾... اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَان یعنی حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔[2]

﴿3﴾... اَلْحَیَاءُ لَا یَأْتِیْ اِلَّا بِخَیْر یعنی حیا بھلائی ہی لاتی ہے۔[3]

﴿4﴾... اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْحَیِیَّ الْحَلِیْم یعنی بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ باحیا بُردبار کو پسند فرماتا ہے۔[4]

لہٰذا جو شخص اس طرح فِسق و فُجور میں مبتلا ہو کہ لوگوں پر اپنا فِسق ظاہر ہونے کی پروانہ کرتا ہو تو وہ بے شرمی اور پردہ دری کو جمع کرنے والا ہے اور ایسا شخص گناہ چھپانے والے حیادار سے زیادہ بُرا ہے۔ لیکن حیا میں بعض اوقات ریاکاری شامل ہو جاتی ہے جسے بہت کم لوگ ہی سمجھ پاتے ہیں۔

حیا، رِیاکاری اور اِخلاص:

ہر ریاکار دعویٰ کرتا ہے کہ وہ باحیا ہے اور عبادات کی اچھی ادائیگی لوگوں سے حیا کرتے ہوئے کر رہا ہے حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔ در حقیقت حیا ایک صِفَت ہے جو شریفُ الطَّبع انسان میں پیدا ہوتی ہے، اس کے بعد ہی اخلاص اور ریاکاری کے اسباب جوش مارتے ہیں اب یا تو انسان حیا کی وجہ سے اپنے اندر اخلاص پیدا کرلیتا ہے یا پھر ریاکاری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسے یوں سمجھئے مثلاً: کوئی شخص اپنے ایسے دوست سے قرض مانگے جو اسے قرض دینا بھی نہ چاہتا ہو اور خالی ہاتھ لوٹانے میں بھی حیا کرے لیکن اگر یہ شخص کسی اور کے ذریعے اس دوست سے قرض مانگتا تو وہ حصول ثواب یا ریاکاری کی نیت سے نہ اسے قرض دیتا اور نہ ہی اس سے حیا کرتا، ایسی صورت میں اس دوست کی مختلف حالتیں ہوں گی۔ صاف صاف منع کر دے اور اس بات کی بھی پروانہ کرے کہ اسے بے مُرَوَّت کہا جائے گا، ایسا وہی شخص کر سکتا ہے جس میں بالکل حیانہ ہو جبکہ باحیا شخص کوئی عُذر پیش

1... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان... الخ، ص ۴۰، حدیث: ۳۷

2... بخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، ۱/ ۱۵، حدیث: ۹

3... بخاری، کتاب الادب، باب الحیاء، ۴/ ۱۳۱، حدیث: ۶۱۱۷

4... المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الادب، باب ماذکر فی الحیاء وماجاء فیہ، ۶/ ۹۱، حدیث: ۶

www.dawateislami.net

کرتا ہے یا پھر قرض دے دیتا ہے۔ اگر وہ قرض دے تو تین حالتوں میں سے کوئی ایک پائی جائے گی۔

❁...**پہلی حالت:** حیامیں ریاکاری کی ملاوٹ۔ مثلاً اوّلاً تو وہ حیا کی وجہ سے منع کرنا مناسب نہ سمجھے لیکن پھر ریاکاری جوش مارنے لگے اور وہ اپنے آپ سے کہے: ''قرض دے دینا چاہئے تاکہ تیری تعریف وتوصیف کی جائے اور تو سخی مشہور ہو جائے۔'' یا کہے ''قرض دینا ہی مناسب ہے تاکہ تیری مذمت نہ کی جائے اور نہ ہی تجھے کنجوس کہا جائے۔'' اب اگر وہ قرض دیتا ہے تو اس کا سبب ریاکاری کہلائے گی اور ریاکاری کا سبب حیا۔

❁...**دوسری حالت:** یہ ہے کہ حیا کی وجہ سے وہ انکار بھی نہ کر سکے اور کنجوس دینے سے منع بھی کرے پھر اچانک اخلاص کے سبب اس کا ضمیر پکار اٹھے: ''صَدَقہ میں ایک نیکی ہے اور قرض دینے میں اٹھارہ نیکیاں ہیں، قرض دینے میں اجر بھی زیادہ ہے، دوست کا دل بھی خوش ہوتا ہے اور یہ بات اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بھی پسند ہے۔'' اب اگر نفس قرض دینے پر آمادہ ہو جائے تو وہ شخص مخلص ہے اور اس میں اخلاص پیدا ہونے کا سبب حیا ہے۔

❁...**تیسری حالت:** قرض دینے کا سبب محض حیا ہو، نہ اسے ثواب میں رغبت ہو نہ لوگوں کی مذمت کا خوف اور نہ ہی تعریف کی چاہت۔ یہی وجہ ہے کہ اگر اس کا دوست کسی اور کے ذریعہ قرض مانگتا تو یہ انکار کر دیتا لیکن دوست کو محض حیا کی وجہ سے دے رہا ہے کیونکہ یہ اپنے دل میں حیا محسوس کر رہا ہے، اگر دوست سے حیا نہ ہوتی تو اسے بھی انکار کر دیتا جیسا کہ کسی اجنبی یا حقیر شخص کو انکار کرتے ہوئے حیا محسوس نہیں ہوتی اگرچہ دینے میں بہت زیادہ تعریف اور ثواب کا مستحق ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا اس حالت میں قرض دینے کی وجہ صرف حیا ہے۔

یہ صورت صرف برائیوں میں پیش آتی ہے مثلاً بخل اور گناہوں وغیرہ میں جبکہ ریاکار مباح کاموں میں بھی حیا کرتا ہے حتّٰی کہ تیز چل رہا ہو تو لوگوں کے دیکھنے پر آہستہ چلنے لگتا ہے، ہنس رہا ہو تو خاموش ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے میں حیا کر رہا ہوں حالانکہ یہ پکی ریاکاری ہے۔

بعض کاموں کو کر لینا حیا کرنے سے بہتر ہے:

کہا جاتا ہے بعض کاموں میں شرم وحیا کرنا مناسب نہیں۔ یہ بات بالکل درست ہے اور اس سے مراد اچھے کاموں میں حیا کرنا ہے۔ مثلاً: وعظ ونصیحت کرنے یا امامت کرنے سے حیا کرنا۔ بچوں اور عورتوں میں ان کاموں سے حیا ہو تو اچھی بات ہے لیکن عقلمند لوگوں میں ایسی حیا قابل تعریف نہیں۔ بعض اوقات کسی

www.dawateislami.net

بوڑھے کو گناہ کرتا دیکھ کر اس کے بڑھاپے سے حیا کرتے ہوئے اسے روکا نہیں جاتا کیونکہ بوڑھے مسلمان کی عزت کرنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عظمت کے سبب ہے۔ یہ حیا اچھی ہے مگر اس سے زیادہ اچھا یہ ہے کہ بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرے اور نیکی کا حکم دینے کو ترک نہ کرے۔ مضبوط ایمان والا وہ ہے جو بندوں کے مقابلے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرنے کو ترجیح دے اور کمزور ایمان والا بہت کم ہی ایسا کرپاتا ہے۔

❀... **آٹھویں وجہ:** اپنے گناہ چھپانے کی ایک جائز وجہ یہ بھی ہے کہ دوسرا اس کی پیروی کرکے اس گناہ پر جرأت نہ کرے۔ یہ وجہ عبادت ظاہر کرنے کی بھی ہوتی ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس بات کو عِلّت بنانا اَئِمَّۂ دِین اور انہی لوگوں کے لئے جائز ہے جن کی پیروی کی جاتی ہے اور اسی علت کی بنا پر گناہگار کو چاہئے کہ اپنے گناہ اپنی اولاد اور دیگر اَہْلِ خانہ سے چھپائے کیونکہ وہ اسی کو دیکھ کر سیکھتے ہیں۔

گناہ چھپانے کی یہ آٹھ وجوہات ہیں جبکہ نیکی ظاہر کرنے کی صرف یہی آخری ایک وجہ ہے۔ جب بندہ اس لئے گناہ چھپائے کہ لوگ اسے مُتَّقی کہیں تو وہ شخص ریاکار ہے جیسا کہ اس نیت سے نیکی ظاہر کرنا ریاکاری ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کیا بندے کے لئے جائز ہے کہ نیکی کرنے پر لوگوں کی تعریف کرے اور اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس سے محبت کریں؟ جبکہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی: ”مجھے ایسی چیز ارشاد فرمائیے جس کے سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور لوگ مجھ سے محبت کریں۔“ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللهُ وَانْبُذْ اِلَيْهِمْ هٰذَا الْحُطَامَ يُحِبُّوْكَ یعنی دنیا میں زہد اختیار کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھ سے محبت فرمائے گا اور یہ دنیاوی مال لوگوں کی طرف پھینک دے وہ تجھ سے محبت کریں گے۔“[1]

جواب: ہم کہتے ہیں کہ لوگوں کی محبت کو پسند کرنا کبھی اَمرِ مُباح ہوتا ہے، کبھی قابلِ تعریف اور کبھی قابلِ مَذمّت۔

قابلِ تعریف: لوگوں کی محبت کو اس لئے پسند کرے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا تجھ سے محبت فرمانا اس کے

[1]...حلیۃ الاولیاء، ابراھیم بن ادھم، ۸/ ۴۲، ۴۳، حدیث: ۱۱۳۲۲، ۱۱۳۲۳ بتغیر قلیل

www.dawateislami.net

ذریعے تجھ پر ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

قابلِ مذمت: تیرے حج، جہاد اور تیری نماز وغیرہ کی وجہ سے کی جانے والی لوگوں کی تعریف اور ان کی محبت کو پسند کرنا قابل مذمت ہے کیونکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے بدلے ثواب کے علاوہ فی الفور عوض چاہنا ہے۔

مُباح: تیرا اس بات کو پسند کرنا مُباح وجائز ہے کہ لوگ عبادت مَخْصُوصَہ مُعَیَّنَہ کے علاوہ کسی خوبی کی وجہ سے تجھ سے محبت کریں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے مال کی چاہت کرنا کیونکہ جس طرح مال کا مالک ہونا مَقاصِد کے حصول کا ذریعہ ہے اسی طرح کچھ مقاصد کے حصول کے لئے لوگوں کے دلوں کا مالک ہونا بھی وسیلہ ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

نویں فصل: ریاکاری اور آفات کے خوف سے عبادات چھوڑ دینے کا بیان

بعض لوگ عمل اس ڈر سے چھوڑ دیتے ہیں کہ اگر عمل کریں گے تو ریاکاری میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہ نظریہ غَلَط بلکہ شیطان کی مُوافَقَت ہے، آفات کے خوف سے کس عمل کو چھوڑا جائے اور کس کو نہیں اس بارے میں درست بات ہم ذکر کرتے ہیں۔

عبادت کی دو قسمیں:

ایک قسم ان عبادات کی ہے جن میں بذات خود لذت نہ ہو جیسے نماز، روزہ، حج اور جہاد۔ یہ بنفسہٖ مَشَقَّت اور مجاہدات ہیں، ان میں لذت محض اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگوں کی تعریف کا سبب بنتی ہیں۔ دوسری قسم ان عبادات کی ہے جن میں بعینہٖ لذّت پائی جاتی ہے، زیادہ تر ان کا تعلق بدن کے بجائے مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے جیسے خِلافت، قضاء، ولایات، حساب، نماز کی امامت، وعظ و نصیحت، درس وتدریس اور صدقہ وخیرات وغیرہ وہ عبادات جن میں آفت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ ان کا تعلق مخلوق سے ہوتا ہے اور ان میں لذت بھی پائی جاتی ہے۔

www.dawateislami.net

پہلی قسم:

وہ عبادات جن کا تعلق بدن کے سوا کسی چیز سے نہیں ہوتا اور بعینہٖ ان میں لذّت بھی نہیں پائی جاتی مثلاً: نماز، روزہ اور حج وغیرہ۔ ان عبادات میں ریاکاری کے تین خطرات ہیں:

۞...**پہلا خطرہ:** یہ خطرہ عمل سے قبل پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل شروع کر دیتا ہے اور اس میں کوئی دینی وجہ نہیں ہوتی تو اس عمل کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے[1] کیونکہ یہ خالص گناہ ہے جس میں کوئی نیکی نہیں اور یقیناً وہ ایسی صورت میں عبادت کا لبادہ اوڑھ کر مقام و مرتبہ کے حصول کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اگر انسان ریاکاری پر ابھارنے والے سبب کو دور کرنے پر قادر ہو اور اپنے نفس سے کہے: کیا تجھے اپنے آقا سے حیا نہیں آتی کہ تو اس کے بجائے اس کے بندوں کے لئے عمل کر رہا ہے؟ حتّٰی کہ ریاکاری پر ابھارنے والا سبب دور ہو جائے اور نفس صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے عمل کرنے پر آمادہ ہو جائے تب انسان عمل میں مشغول ہو، یہ ریاکاری کے خطرات پر نفس کی سزا اور انسان کے لئے کفارہ ہو گا۔

۞...**دوسرا خطرہ:** عبادت کرنے میں نیت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کی تھی لیکن عمل کے آغاز میں یا کچھ ہی پہلے ریاکاری نے حملہ کر دیا تو اس صورت میں عمل کو چھوڑنا نہیں چاہئے کیونکہ یہاں ایک دینی وجہ پائی جا رہی ہے لہٰذا وہ عمل شروع کر دے اور ریاکاری کو دور کرنے اور اخلاص کو حاصل کرنے کی کوشش میں ان تدبیروں کا سہارا لے جنہیں ہم نے بیان کیا ہے یعنی نفس پر ریاکاری کی نفرت کو لازم کرنا اور ریاکاری کو قبول نہ کرنا۔

۞...**تیسرا خطرہ:** بندہ اخلاص کی بنیاد پر عمل شروع کرے لیکن ریاکاری اور اس کے مُحرِّکات حملہ آور ہو جائیں تو اسے چاہئے کہ عمل نہ چھوڑے اور ان کو دور کرنے کی کوشش کرے تاکہ وہ اخلاص کی طرف لوٹ آئے بلکہ زبردستی نفس کو اخلاص کی طرف پھیرے حتّٰی کہ عمل پورا ہو جائے کیونکہ شیطان اولاً تمہیں ترک عمل کی طرف بلائے گا اگر تم نے اسے قبول نہ کیا بلکہ بدستور عمل کرتے رہے تو وہ تمہیں ریاکاری کی طرف بلائے گا اگر تم نے قبول نہ کیا اور اسے دفع کر دیا تو وہ تم سے کہے گا: یہ عمل خالص نہیں ہے تم ریاکار ہو

---

[1]...ریاکاری کی صورت فرض عبادت کو بہر صورت بجالائے ترک نہ کرے جبکہ نفل عبادت میں ریاکاری سے بچنے کی کوشش کرتا رہے۔(از علمیہ)

www.dawateislami.net

اور تمہاری محنت ضائع ہے، لہٰذا ایسے عمل کا کیا فائدہ جس میں اخلاص ہی نہ ہو۔۔؟ حتّٰی کہ وہ تمہیں عمل چھوڑنے پر ابھارنے لگے گا اگر تم نے عمل چھوڑ دیا تو شیطان کی مراد پوری ہو جائے گی۔

شیطان کی چالیں:

ریاکاری کے خوف سے عمل کو چھوڑ دینے والے شخص کی مثال اس غلام کی طرح ہے جسے آقا نے ایسی گندم دی جس میں دیگر دانے بھی ملے ہوئے تھے اور کہا: اسے اچھی طرح صاف کر دو۔ غلام نے اس خوف سے کہ میں اسے اچھی طرح صاف نہ کر سکوں گا لہٰذا آقا کی بات پر سرے سے عمل ہی چھوڑ دیتا ہے، تو ریاکاری کے خوف سے سِرے سے عمل ترک کرنا اخلاص کو ترک کرنا ہے اور ریاکاری کے ایسے خوف کا کوئی اِعْتِبار نہیں۔ وہ شخص بھی اسی میں داخل ہے جو یہ سوچ کر عمل چھوڑ دیتا ہے کہ لوگ مجھے ریاکار کہیں گے جس کے باعث وہ گناہگار ہوں گے۔ یہ سب شیطان کی چالیں ہیں کیونکہ بندہ پہلے مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی میں مبتلا ہوا حالانکہ ان کے متعلق ایسا گمان رکھنے کا حق اسے بالکل نہیں۔ اگر وہ اسے ریاکار کہتے بھی تو اسے کیا نقصان تھا اس نے تو اپنی عبادت کا ثواب ہی ضائع کر دیا اور اس خوف سے عمل ترک کر دینا کہ لوگ ریاکار کہیں گے یہ پکی ریاکاری ہے کیونکہ اگر اسے ان کی تعریف کی چاہت اور مذمت کا خوف نہ ہوتا تو اسے کیا پرواہ تھی کہ لوگ اسے ریاکار کہیں یا مُخْلِص؟ نیز خود کو ریاکار کہے جانے کے خوف سے عمل کو ترک کر دینے اور عبادت میں سست کہے جانے کے خوف سے اچھی طرح عبادت کرنے کے مابین فرق ہی کیا رہ گیا۔۔؟ بلکہ عمل کو چھوڑ دینا تو اس سے زیادہ بُرا ہے۔ یہ تمام ہی شیطان کی چالیں ہیں جو وہ جاہل لوگوں کے خلاف چلتا ہے۔

عمل ترک کرنے کے بعد بھی شیطان انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتا:

عمل چھوڑ دینے کے بعد بھی بندہ یہ کیسے خیال کر لیتا ہے کہ شیطان اس کا پیچھا چھوڑ دے گا، شیطان اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا بلکہ کہتا ہے: لوگ کہتے ہیں تم نے اخلاص کی وجہ سے عمل چھوڑا ہے، تم شہرت کے طالب نہیں، اس چال کے ذریعہ وہ تمہیں بھاگنے پر مجبور کر دے گا، اگر تم بھاگ کر زمین کے نیچے کسی بل میں داخل ہو جاؤ تو وہاں بھی تمہارے دل میں لوگوں کی معرفت کی مٹھاس ڈال دے گا کہ لوگوں کو تمہاری گوشہ نشینی اور زُہد و

www.dawateislami.net

تقویٰ کا علم ہونا چاہئے تاکہ ان کے دلوں میں تمہاری تعظیم بیٹھ جائے۔ اب بتاؤ تم شیطان سے کیسے بچ سکتے ہو؟ اس سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ تم ریاکاری کی آفت کو پہچان لو یعنی ریاکاری میں آخرت کا نقصان ہے اور اس میں دنیا کا بھی کوئی نفع نہیں تاکہ تمہارے دل میں ریاکاری سے نفرت اور اس کا انکار بیٹھ جائے، اس کے ساتھ ساتھ تم عمل کرتے رہو اور کسی بات کی پرواہ نہ کرو اگرچہ دشمن وسوسے ڈالتا رہے کیونکہ یہ وسوسے ختم ہونے والے نہیں اور ان کی وجہ سے عمل کو ترک کرنا اپنے آپ کو بیکار کرنا اور نیکیوں کو چھوڑ دینا ہے۔

انسان کب عمل ترک کرے اور کب بجالائے؟

جب تک عمل پر ابھارنے والا کوئی دینی سبب موجود ہے اس وقت تک تم عمل کو نہ چھوڑو اور ریاکاری کا مقابلہ کرو۔ اور جب تمہارا نفس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تعریف کے بدلے لوگوں کی تعریف کی طرف تمہیں بلائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حیا کو لازم پکڑلو کیونکہ اسے تمہارے دل کی خبر ہے اور اگر لوگوں کو تمہارے دل کی حالت کا پتا چل جائے کہ تم صرف ان کی تعریف چاہتے ہو تو وہ تمہیں دُھتکار دیں، لہٰذا اپنے نَفْس کو سزا دینے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حیا کے لئے اگر تم عمل کو بڑھا سکتے ہو تو ایسا ضرور کرو اور اگر شیطان تمہیں کہے کہ تم ریاکار ہو تو اس کے جھوٹ اور دھوکے کو فوراً اپنے دل میں موجود ریاکاری کی نفرت، اس سے انکار وخوف اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حیا کے ذریعے جان لو اور اگر تم دل میں ریاکاری کی نفرت وخوف نہ پاؤ اور نہ ہی کوئی دینی سبب محسوس کرو بلکہ محض ریاکاری ہی کا سبب پاؤ تو عمل کو ترک کر دو، حالانکہ ایسا ہونا بہت مشکل ہے کیونکہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے عمل شروع کرتا ہے تو اس کے ساتھ اصل ثواب کی نیت ضرور ہوتی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

کئی بزرگوں سے ثابت ہے کہ انہوں نے شہرت کے خوف سے عمل چھوڑ دیا، چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابرٰہیم نَخَعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی کے مُتَعَلِّق منقول ہے کہ آپ تلاوت میں مشغول تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا تو آپ نے قرآن پاک بند کر کے تلاوت ترک کر دی اور فرمایا: "یہ شخص کہیں یہ نہ سمجھ لے کہ میں ہر وقت تلاوت کرتا ہوں۔" حضرت سیِّدُنا ابراہیم تَیْمِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: "جب تمہیں اپنا بولنا اچھا معلوم ہو تو خاموش رہو اور جب خاموش رہنا اچھا معلوم ہو تو گفتگو کرو۔" حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ

www.dawateislami.net

رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بعض بُزرگ راستے میں تکلیف دہ چیز دیکھتے لیکن شہرت کے خوف سے اسے نہ ہٹاتے اور کچھ ایسے بھی تھے کہ جب انہیں رونا آتا تو بجائے رونے کے شہرت کے ڈر سے اسے ہنسی میں بدل دیتے۔“ مختصر یہ کہ اس بارے میں کثیر واقِعات مَروِی ہیں۔

جواب: ہم کہتے ہیں ان واقعات کے مقابلے میں نیکیوں کو ظاہر کرنے کے واقعات اتنے زیادہ پائے جاتے ہیں جن کا شمار نہیں اور حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے جو فرمایا وہ وَعظ و نصیحت کرتے ہوئے تھا اور وعظ میں جو شہرت ہے وہ رونے اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کی شہرت سے زیادہ ہے لیکن پھر بھی آپ نے وعظ کرنا نہیں چھوڑا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ (شہرت کے خوف سے) نوافِل چھوڑ دینا جائز ہے لیکن یہاں کلام اَفضلِیَّت میں ہے اور افضل کی طاقت مضبوط لوگ ہی رکھتے ہیں کمزور نہیں لہٰذا افضل یہ ہے کہ عمل کو چھوڑنے کے بجائے اخلاص کی کوشش کرتے ہوئے عمل پورا کرے۔ عبادت گزار بعض اوقات شدتِ خوف کی وجہ سے اَفْضَل کے بجائے مَفْضُوْل سے اپنا علاج کرتے ہیں، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ مضبوط لوگوں کی پیروی کی جائے۔ جہاں تک حضرت سیِّدُنا ابراہیم نَخَعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے قرآن پاک بند کر دینے کی بات ہے تو ممکن ہے ان کا یہ خیال ہو کہ اب اس شخص سے بات کرنے کے لئے تلاوت ترک کرنا پڑے گی اور اس کے جانے کے بعد دوبارہ تلاوت شروع کر دوں گا، لہٰذا آپ کا یہ خیال کرنا کہ وہ شخص آپ کو قراءت میں مشغول نہ دیکھے یہ ریاکاری کرنے سے بہت بعید ہے کیونکہ آپ نے تلاوت ترک کرنے کا اِرادہ اس لئے کیا کہ اس سے گفتگو ہو جائے اور وہ دوبارہ بھی آپ کے پاس آتا رہے اور جہاں تک بات ہے راستے سے تکلیف دہ چیز نہ ہٹانے کی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے شہرت ہو گی اور لوگ اس شخص کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور ان کا متوجہ ہونا اس شخص کو ان عبادات سے دور کر دے گا جو راستے میں پڑی چیز کو ہٹانے سے کہیں بڑی ہیں، لہٰذا راستے میں پڑی تکلیف دہ چیز کو نہ ہٹانا اس سے بڑی عبادات کی حفاظت کی خاطر ہے، محض ریاکاری کے خوف کی وجہ سے نہیں اور جہاں تک تعلُّق ہے حضرت سیِّدُنا ابراہیم تَیْمِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اس فرمان کا کہ ”جب تمہیں اپنا بولنا اچھا معلوم ہو تو خاموش رہو“ تو ممکن ہے آپ نے اس سے مباح کلام مراد لیا ہو مثلاً حکایات و واقعات وغیرہ میں فصاحت سے بچنا کیونکہ اس سے خود پسندی پیدا ہوتی

www.dawateislami.net

ہے۔اوراسی طرح ایسی جائز خاموشی بھی ممنوع ہے جس سے خود پسندی پیدا ہوتی ہو، لہٰذا آپ نے خود پسندی سے بچنے کے لئے ایک جائز کام کو چھوڑ کر دوسرے جائز کام کی طرف جانے کا قول کیا، بہر حال مستحب کلام سے بچنے کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں نیز کلام میں واقع ہونے والی آفات کثیر ہیں جن کا تعلق دوسری قسم سے ہے جبکہ ہمارا کلام ان عبادات کے بارے میں ہے جو بدن کے ساتھ خاص ہیں لوگوں سے ان کو کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ان میں زیادہ آفات ہیں۔ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا کلام کہ ''اَسلاف شہرت کے خوف سے رونے کو ترک کر دیتے اور تکلیف دہ چیز کو نہ ہٹاتے'' تو ہو سکتا ہے آپ کا یہ کلام ان کمزور لوگوں کے بارے میں ہو جو افضل کو نہیں جانتے اور باریک نکتوں سے ناواقف ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ کلام لوگوں کو شہرت کی آفت سے ڈرانے اور اس کی طلب سے بچانے کے لئے فرمایا تھا۔

دوسری قسم:

اس قسم کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے اور اس میں خطرات وآفات بھی زیادہ ہے سب سے بڑھ کر خطرہ حکمرانی میں، پھر قاضی بننے میں، پھر وَعظ و نصیحت کرنے، پھر فتوٰی دینے، پھر درس و تدریس کرنے اور پھر مال خرچ کرنے میں ہے۔

حکمرانی کی بات کریں تو یہ افضل عبادت ہے بشرطیکہ عدل وانصاف اور اخلاص کے ساتھ کی جائے۔

عادل حکمراں کی فضیلت کے متعلق چار فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... انصاف کرنے والے حکمراں کا ایک دن اکیلے آدمی کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔[1]

لہٰذا اس سے بڑھ کر کیا عبادت ہو گی جس کا ایک دن ساٹھ سال پر بھاری ہے۔

﴿2﴾... سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے لوگ تین قسم کے ہیں ان میں سے ایک انصاف کرنے والا حکمراں بھی ہے۔[2]

---

1 ...المعجم الکبیر، ۱۱/ ۲۶۷، حدیث: ۱۱۹۳۲

2 ...مسلم، کتاب الجنۃ... الخ، باب الصفات التی یعرف بہا... الخ، حدیث: ۲۸۶۵، ص ۱۵۳۲ بتغیر

www.dawateislami.net

﴿3﴾... تین قسم کے لوگوں کی دعا رد نہیں ہوتی ان میں سے ایک عادل حکمران بھی ہے۔[1]

﴿4﴾... عادِل ومُنْصِف حُکمَران قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب ہو گا۔[2]

معلوم ہوا حکمرانی بڑی عبادات میں سے ہے لیکن مُتَّقِی لوگ اس میں پائے جانے والے بڑے بڑے خطرات کے سبب اسے قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے بچتے اور اس کا پٹہ گلے میں ڈالنے سے بھاگتے تھے کیونکہ بادشاہت کے سبب باطنی صِفات مُتَزَلْزِل ہو جاتی ہیں اور دل پر جاہ ومنزلت کی محبت اور بلندی وحکمرانی کی لذت غالب آجاتی ہے اور یہ دنیا کی بڑی لذتوں میں سے ایک ہے۔ جب حکمرانی محبوب ہو جائے گی تو حکمران نفسانی مقاصد کو پورا کرنے کی کوشش میں لگ جائے گا ممکن ہے وہ خواہشات کی پیروی میں ہر اس کام سے باز رہے جو اس کی شہرت وحکمرانی میں قَدْغَن کا سبب بنے اگرچہ وہ حق وسچ ہی کیوں نہ ہو، اور ہر اس کام کی طرف پیش قدمی کرے جو اس کے مرتبے کو بڑھادے اگرچہ وہ ناحق وباطل ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے مقام پر پہنچ کر وہ ہلاک ہو جائے گا اور ایسا ظالم بادشاہ بن جائے گا جس کا ایک دن ساٹھ سال کے فِسْق وفُجُور پر بھاری ہے جیسا کہ یہ بات اس حدیث سے سمجھ میں آرہی ہے جسے ہم پیچھے ذکر کر چکے۔

حکمرانی خطرات سے پُر ہے:

اسی بڑی آفت کے پیشِ نظر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (حکمرانی کے متعلق) فرمایا کرتے: ”تمام خطرات کے ہوتے ہوئے اسے لینے والا کون ہے؟“ اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمادیا ہے کہ ”جو شخص دس آدمیوں پر حاکم ہوا کل بروز قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے، اس کا عدل وانصاف اسے آزاد کروائے گا یا اس کا ظلم اسے ہلاک کر دے گا۔“[3]

یہ حدیث حضرت سیِّدُنا مَعْقِل بن یَسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے روایت فرمائی ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو

1... سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب فی الصائم لاترد دعوتہ، ۲/ ۳۴۹، حدیث: ۱۷۵۲

2... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ۴/ ۴۶، حدیث: ۱۱۱۷۴

3... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ۳/ ۴۲۵، حدیث: ۹۵۷۹

www.dawateislami.net

حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حاکم مُقرَّر کرنا چاہا تو آپ نے بارگاہِ فاروقی میں عرض کی: مجھے مشورہ دیجئے! امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا: تم حاکم بننے سے رُک جاؤ اور میرا مشورہ کسی کو بتانا مت۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ روایت کرتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو والی بنایا تو اس نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ ہی فرمایئے میرے لئے بہتر کیا ہے؟ فرمایا: بیٹھے رہو (یعنی والی نہ بننا ہی بہتر ہے)۔ [1]

اسی طرح حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن سَمُرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی حدیث میں ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: اے عبد الرحمٰن! حکومت کا سوال نہ کرنا کیونکہ اگر وہ تمہیں بن مانگے مل گئی تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی اور اگر تمہارے مانگنے پر تمہیں دی گئی تو تم اس کے حوالے کر دیئے جاؤ گے۔ [2]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا رافع بن عُمَر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فرمایا: کبھی دو شخصوں پر بھی امیر نہ بننا، پھر حضرت سیِّدُنا صِدِّیق اَکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خلیفہ مُقرَّر ہوگئے تو حضرت سیِّدُنا رافع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے آپ سے کہا: آپ نے تو مجھے کہا تھا کبھی دو شخصوں پر بھی امیر نہ بننا اور آپ خود پوری امت محمدی پر امیر بن گئے؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ہاں میں نے تمہیں ایسا ہی کہا تھا اور اب بھی میں تمہیں وہی بات کہتا ہوں کیونکہ جو شخص امارت و حکمرانی میں انصاف نہ کرے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے دور ہے یعنی اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہے۔

کس کے لئے حکمرانی جائز اور کس کے لئے ممنوع؟

شاید کم فہم لوگ امارت و خلافت کی فضیلت اور ممانعت میں وارد ہونے والی احادیث کو ایک دوسرے کے خلاف تصور کرلیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ مخلص اور مضبوط دین دار لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس سے انکار نہ کریں اور کمزور ایمان والوں کو چاہئے کہ اس کے پیچھے نہ دوڑیں ورنہ ہلاک ہو جائیں گے۔ مضبوط

1... المصنف لبعد الرزاق، کتاب الجامع، باب الامراء، ۱۰/ ۲۸۲، حدیث: ۲۰۸۱۹

2... بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب قول اللہ تعالٰی... الخ، ۴/ ۲۸۱، حدیث: ۶۶۲۲ بتقدم وتاخر

www.dawateislami.net

دین دار سے میری مراد وہ شخص ہے جسے دنیا اپنی جانب مائل نہیں کرتی، لالچ اس پر غالب نہیں آتی اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتا۔

پس وہ لوگ جن کی نظر میں مخلوق کی کوئی حیثیت نہیں، وہ دنیا سے بے رغبت ہوگئے اب دنیا سے ان کا نہ ہی کوئی تعلق ہے نہ مخلوق سے میل جول۔ وہ اپنے نفس پر غلبہ پاکر اس کے مالک بن گئے اور شیطان کا قَلْع قَمْع کر دیا حتّٰی کہ شیطان ان سے مایوس ہو گیا تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے حرکت و سُکون کا مَحْوَر حق ہے اگرچہ حق کی خاطر ان کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے، لہٰذا ایسے ہی لوگ خلافت و امارت کی فضیلت کو پانے کے اہل ہیں اور جو شخص اپنے اندر ان صفات کو مفقود پائے تو اس کے لئے حکمرانی و خلافت کے سمندر میں چھلانگ لگانا حرام ہے۔ اور جس شخص کو اپنے متعلق اس بات کا تجربہ ہو کہ وہ امارت و حکومت نہ ہونے پر حق بات پر صبر اور خواہشات سے پرہیز کرے گا مگر حکمرانی ملنے کے متعلق اسے اس بات کا خوف ہو کہ جاہ و مَنْصَب کی شیرینی اور حکمرانی کی لذت اسے بدل دے گی اور وہ حکمرانی کو لذیذ اور معزول ہونے کو ناپسند کرے گا اور معزول ہونے سے بچنے کی خاطر مُنافقت سے کام لے گا تو ایسے شخص کے بارے میں عُلَما کا اختلاف ہے کہ آیا اس پر حکمرانی سے دور بھاگنا واجب ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں واجب نہیں کیونکہ یہ مستقبل کے معاملے کا خوف ہے جبکہ وہ شخص فی الحال خود کو حق بات اور نفسانی خواہشات کو چھوڑنے پر مضبوط سمجھتا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اسے بچنا ہی بہتر ہے کیونکہ نفس دھوکے باز ہے، حق کا دعوٰی کرتا ہے اور بھلائی کا وعدہ کرتا ہے اور اگر وہ بھلائی کا پکا ارادہ کر بھی لے پھر بھی اس پر خوف رہتا ہے کہ کہیں حکومت ملتے ہی بدل نہ جائے، لہٰذا جب اس کے وعدے ہی میں شک ہے تو اس پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اور حکومت کو قبول کرنے سے رک جانا حکومت مل جانے کے بعد معزول ہونے سے آسان ہے کیونکہ معزولی (جدائی) تکلیف دیتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے: ”معزولی مردوں کی طلاق ہے۔“ لہٰذا جب اس کی حکومت قائم ہو جائے گی تو نفس چھوڑنے پر راضی نہ ہوگا نتیجتاً وہ شخص مُنافقت کرے گا اور حق چھوڑ دے گا جس کے سبب جہنم کے ایسے گڑھے میں جا گرے گا جس سے مرتے دم تک نہ نکل سکے گا مگر یہ کہ زبردستی اسے معزول کر دیا جائے لیکن ایسی صورت میں اگر وہ حکمرانی سے محبت کرنے والا ہے تو اسے دنیاوی غم ضرور جھیلنا پڑے گا۔

www.dawateislami.net

جب نفس حکمرانی کی طرف مائل ہو اور طلب و سوال پر ابھارے تو یہ شر کی علامت ہے۔ اسی وجہ سے رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہم سے حکمرانی کا سوال کرے ہم اسے حکمران نہیں بناتے۔ [1]

مضبوط اور کمزور کے متعلق جدا جدا حُکم کو سمجھ لینے کے بعد تمہیں جان لینا چاہئے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا حضرت سیِّدُنا رافع عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ النَّافِع کو حکمرانی سے منع کرنا اور پھر خود اس عہدے پر فائز ہو جانا متعارِض نہیں۔

قاضی بننا:

جہاں تک قاضی بننے کی بات ہے تو یہ اگرچہ حکمرانی سے کم درجہ ہے لیکن حکم اس کا بھی وہی ہے کیونکہ ہر والی امیر ہوتا ہے یعنی اس کا حکم مانا جاتا ہے اور حکمرانی طبعاً محبوب ہوتی ہے، فیصلہ کرنے میں حق کی پیروی کی جائے تو بہت ثواب ہے اور اگر حق سے منہ پھیر لیا جائے تو عذاب بھی بہت ہے۔

قاضی تین طرح کے ہیں:

رسولِ پاک، صاحِبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قاضی تین طرح کے ہیں دو دوزخ میں ہیں اور ایک جنّت میں۔“ [2]

ایک روایت میں ہے: ”جس نے خود عہدۂ قضا طَلَب کیا گویا وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔“ [3]

کسے قاضی بننا چاہئے اور کسے نہیں؟

لہٰذا قاضی بننے کا بھی وہی حکم ہے جو حکمرانی کا ہے، کمزور لوگوں اور اس شخص کے لئے اسے چھوڑ دینا ہی بہتر ہے جس کی نظر میں دنیا اور اس کی لذات کی کوئی وقعت ہو۔ اور مضبوط ایمان والے جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ

---

1 ...مسلم، کتاب الامارۃ، باب النھی عن طلب الامارۃ... الخ، ص ۱۰۱۴، حدیث: ۱۸۲۴

2 ...سنن الترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القاضی، ۳/ ۶۰، حدیث: ۱۳۲۷

3 ...الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم: ۶۳۴، داود بن الزبرقان، ۳/ ۵۶۹

www.dawateislami.net

کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں ہوتی انہیں چاہئے کہ وہ قاضی کا عہدہ قبول کریں۔

بعض اوقات بادشاہ ظالم ہوتے ہیں اس صورت میں قاضی ان کی اور ان کے مُتَعَلِّقِین کی رِعایت کرنے کی وجہ سے منافقت سے کام لیتا ہے اور حق بات کہنے پر طاقت نہیں رکھتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر حق بات کہوں گا تو بادشاہ مجھے معزول کر دے گا یا پھر میری بات قبول نہیں کرے گا۔ ایسی صورت میں وہ عہدۂ قضا قبول نہ کرے اور اگر قبول کر لیا تو اب اس پر لازم ہے کہ ان سے حقوق طَلَب کرے، معزول ہونے کا خوف ناحق فیصلہ کرنے کے لئے عذر نہیں بن سکتا بلکہ جب اسے معزول کر کے عہدہ چھین لیا جائے تو اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر فیصلے کرتا تھا تو اسے چاہئے کہ اس معزولی پر خوش ہو اور اگر یہ معزولی اس کے نفس پر گراں گزرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خواہشات اور شیطان کی پیروی میں فیصلے کرتا تھا، لہٰذا اس پر اسے کیسے ثواب دیا جائے؟ ایسا قاضی ظالموں کے ساتھ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہے۔

وعظ و نصیحت، فتوٰی دینا اور حدیث بیان کرنا:

جہاں تک تعلق ہے وعظ و نصیحت کرنے، فتوٰی دینے، درس و تدریس، رِوایات حدیث، اَسانیدِ عالیہ کو جمع کرنے کا اور ہر اس شے کا جس کے سبَب قَدْر و مَنْزِلَت اور شہرت زیادہ ہو تو حکمرانی کی طرح ان سب میں بھی بڑی آفت پائی جاتی ہے۔ بزرگانِ دِین فتوٰی دینے سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرتے تھے یہاں تک کہ وہ فرمایا کرتے ”حَدَّثَنَا“ دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جس نے ”حَدَّثَنَا“ کہا گویا اس نے کہا: میرے لئے کُشادگی کر دو، (یعنی میری عزت کرو)۔

حضرت سیِّدُنا بِشْر حافی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْكَافِي نے حدیث کے کئی تھیلے دفن کر دیئے اور فرمایا: ”مجھے حدیث بیان کرنے کی خواہش نے بیان کرنے سے روک دیا ہے، اگر مجھے بیان نہ کرنے کی خواہش ہوتی تو میں ضرور بیان کرتا۔

کون وَعظ و نصیحت کرے اور کون نہیں؟

وَعظ کرنے والا شخص جب اپنے وعظ سے لوگوں کے دلوں کا متاثر ہونا، ان کا رونا، چیخنا اور اپنی طرف مُتوجّہ ہونا دیکھتا ہے تو اسے ایسی لذت ملتی ہے جس کا مقابلہ کوئی لذت نہیں کر سکتی، جب یہ بات اس کے دل

www.dawateislami.net

پر غالب آجاتی ہے تو اس کی طبیعت ایسے مُسَجَّع کلام کی طرف مائل ہوتی ہے جو لوگوں میں مشہور ہو جائے اگرچہ باطل ہی کیوں نہ ہو اور وہ ہر ایسے کلام سے بھاگتا ہے جو لوگوں پر گِراں ہو اگرچہ سچ ہی کیوں نہ ہو۔ اَلْغَرَض اس کی تمام جستجو اس چیز کی طرف ہو جاتی ہے جس کے سبب لوگوں کے دلوں کو گرما دے اور اس کی قدر و منزلت ان کے دلوں میں اور بڑھ جائے۔ وہ جو بھی حدیث و حکمت کی بات سنتا ہے اس سے صرف اس لئے خوش ہوتا ہے کہ اسے منبر پر بیان کرے گا حالانکہ اسے اس لئے خوش ہونا چاہئے کہ اس نے کامیابی اور دین کے راستہ پر چلنے کا ایک طریقہ سیکھ لیا تاکہ پہلے خود اس پر عمل کرے پھر کہے: جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے یہ نعمت بخشی ہے اور مجھے اس حکمت سے نَفْع دیا ہے تو میں بھی اسے بیان کروں گا تاکہ اس نفع میں میرے مسلمان بھائی بھی شریک ہو جائیں۔

وعظ و نصیحت کرنے میں بڑا خوف اور فتنہ ہے، اس کا بھی وہی حکم ہے جو حکمرانی کا ہے، لہٰذا وعظ و نصیحت سے جس شخص کی نیت قدر و منزلت کی چاہت، دین کے بدلے مال، فَخْر کرنا اور شہرت چاہنا ہو اسے چاہئے کہ وہ خواہش کی مخالفت کرے حتّٰی کہ اس کا نفس پاک و صاف ہو جائے، دین کے معاملے میں پختہ ہو جائے اور اسے اپنے نفس پر فتنے کا خوف نہ رہے تو اب وعظ و نصیحت کرنے کی طرف لوٹ جائے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر ہم عُلَما کو وعظ و نصیحت سے مَنْع کریں گے تو عُلُوم سمٹ کر خَتْم ہو جائیں گے اور مخلوق میں جہالت پھیل جائے گی؟

جواب: ہم کہتے ہیں سرکارِ دوعالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حکمرانی طَلَب کرنے سے مَنْع فرمایا۔[1] اور اس سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بے شک تم حکومت کی لالچ کرتے ہو حالانکہ وہ بروزِ قیامت نِری حسرت و ندامت ہے سوائے اس شخص کے جس نے اس کا حق ادا کیا۔[2] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مزید فرمایا: "نِعْمَتِ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ یعنی دودھ پلانی والی اچھی

---

1 ...بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب قول اللہ تعالی... الخ، ۴/ ۲۸۱، حدیث: ۶۶۲۲

2 ...بخاری، کتاب الاحکام، باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ، ۴/ ۴۵۶، حدیث: ۷۱۴۸

مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، ص ۱۰۱۵، حدیث: ۱۸۲۵ بتغیر قلیل

www.dawateislami.net

اور دودھ چھڑانے والی بری ہے[1]۔ "[2]

اور یہ بات یقینی ہے کہ سلطنت و حکومت نہ ہو تو دین و دنیا دونوں تباہ ہو جائیں، مخلوق میں قتلِ عام پھیل جائے، امن غارت ہو جائے، شہر برباد ہو جائیں، اور معیشت تباہ ہو جائے، اس کے باوجود سرکارِ مکہ، سردار مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس منصب کو اختیار کرنے سے منع فرمایا اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ملاحظہ کیا کہ لوگ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان پر اپنا کوڑا بلند کر دیا حالانکہ آپ خود فرمایا کرتے "اُبَیٌّ سَیِّدُ الْمُسْلِمِیْن یعنی ابی بن کعب مسلمانوں کے سردار ہیں۔" اور انہیں قرآن پاک سنایا کرتے مگر جب آپ نے لوگوں کو ان کے پیچھے چلتے دیکھا تو منع کر دیا اور یہ کہتے ہوئے روکا کہ یہ متبوع (آگے چلنے والے) کے لئے فتنہ اور تابع (پیچھے چلنے والے) کے لئے ذلت ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خطبہ دیا کرتے تھے اور وعظ و نصیحت بھی کیا کرتے۔ ایک دن ایک شخص نے آپ سے بعد نمازِ فجر وعظ و نصیحت کرنے کی اجازت چاہی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منع فرمایا تو وہ کہنے لگا: آپ مجھے لوگوں کو نصیحت کرنے سے منع فرما رہے ہیں؟ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پھول کر اَوجِ ثُرَیّا تک نہ پہنچ جاؤ۔" ایسا آپ نے اس لئے فرمایا کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جان لیا تھا کہ اس میں وعظ و نصیحت کے سبب حُبِّ جاہ اور لوگوں کے نزدیک مقبول ہونے کے خیالات جوش مار رہے ہیں۔

وعظ و نصیحت، درس و تدریس، اور فتوی کے طرح دینی معاملات میں لوگوں کو حکمرانی اور قضا کی بھی حاجت ہوتی ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں، دونوں میں لذت اور فتنہ پایا جاتا ہے۔ معترض کا یہ کہنا کہ

---

[1]... مُفَسِّرِ شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن اس حدیث کی شرح میں **مراٰۃ المناجیح، جلد 5، صفحہ 349** پر ارشاد فرماتے ہیں: سُبْحٰنَ اللہ! کیسی نفیس عبارت ہے، سلطنت کو رعایا کی ماں قرار دیا گیا، ظالم سلطنت کو دودھ سے محروم کرنے والی ماں فرمایا گیا اور عادِل سلطنت کو دودھ دینے والی سگی ماں قرار دیا گیا یعنی رعایا کو حقوق دینے والی سلطنت اچھی ہے اور محروم کرنے والی سلطنت بُری۔

[2]... بخاری، کتاب الاحکام، باب مایکرہ من الحرص علی الامارۃ، ۴/ ۴۵۶، حدیث: ۷۱۴۸

www.dawateislami.net

وعظ ونصیحت سے منع کرنے سے علم کا دروازہ بند ہو جائے گا تو یہ غلط ہے کیونکہ رسولِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قاضی بننے سے منع فرمایا،[1] لیکن اس سے قضا کا معاملہ ختم نہیں ہوا بلکہ ریاست اور اس کی محبت لوگوں کو اس کی طلب پر مجبور کر رہی ہے۔ اسی طرح ریاست کی محبت علوم کو پھیلنے سے نہیں روکتی بلکہ (اس کا عالم تو یہ ہے کہ) اگر لوگوں کو پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر سلاخوں کے پیچھے بند کر کے اُن علوم سے روکا جائے جن میں مقبولیت اور ریاست کا حصول ہو تو یقیناً لوگ بیڑیاں اور سلاخیں توڑ کر ان علوم کی طلب میں نکل کھڑے ہوں گے۔ بلاشُبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس دین کی مدد ایسے لوگوں سے بھی کروائے گا جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ تم لوگوں کی پروا نہ کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں ضائع نہیں فرمائے گا، تم اپنی فکر کرو۔ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اگر ایک شہر میں کئی واعِظِین ہوں، انہیں وعظ کرنے سے روکا جائے تو چند ہی ایسے ہوں گے جو رک جائیں گے ورنہ یہ تو حقیقت ہے کہ تمام کے تمام رکنے والے نہیں اور نہ ہی ریاست کی لذت کو چھوڑنے والے ہیں اور اگر شہر میں ایک ہی واعظ ہے اور اس کا وعظ لوگوں کے لئے نفع مند بھی ہے کہ اس کا کلام اچھا ہے، ظاہری حالت بھی سَنْوری ہوئی ہے اور عوام یہ سمجھتی ہے کہ وعظ سے اس کا مقصود اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہے، اور یہ تارِکُ الدنیا ہے تو ہم ایسے شخص کو وعظ کرنے سے منع نہیں کرتے بلکہ اس سے کہتے ہیں لگے رہو اور اپنے نفس سے جہاد کرو اگر وہ کہے کہ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا تو ہم کہیں گے: تم اپنے کام میں مشغول رہو اور کوشش کرتے رہو کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر اس نے وعظ کرنا چھوڑ دیا تو سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے کیونکہ وہاں اس کے علاوہ وعظ کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ عزت وجاہ کی غرض سے مسلسل وعظ کرتا بھی رہا تو وہ تنہا ہی ہلاک ہو گا اور ایک کے دین کے مقابلے میں ہمیں تمام لوگوں کے دین کی سلامتی زیادہ پسند ہے، لہٰذا ہم اسے قوم کا فدیہ بنالیں گے اور کہیں گے شاید یہ وہی ہے جس کے بارے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ "بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ اس دین کی مدد ایسے لوگوں سے بھی لے لیتا ہے جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔"[2]

---

[1] ... مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، ص ١٠١٥، حدیث: ١٨٢٦ بتغیر

[2] ... سنن النسائی الکبری، کتاب السیر، باب الاستعانۃ بالفجار فی الحرب، ٥/ ٢٧٩، حدیث: ٨٨٨٥

www.dawateislami.net

واعظ کی تعریف:

واعظ تو اسے کہتے ہیں جو اپنے کلام اور ظاہری صورت کے ذریعے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت دلائے۔

ناپسندیدہ واعظین:

موجودہ دور میں واعِظِین عمدہ الفاظ کا سہارا لیتے ہیں، مُقَفّٰی و مُسَجَّع الفاظ کے ساتھ ایسے اشعار بھی ملا دیتے ہیں جن سے نہ کسی دینی معاملہ کی تعظیم ہوتی ہے اور نہ ہی لوگوں کے لئے خوف ہوتا ہے بلکہ ایسے نکات بیان کرتے ہیں جن سے گناہوں پر جُرأت اور ان کی آرزو پیدا ہوتی ہے۔ ایسے واعظین سے شہروں کو خالی کرنا واجب ہے، یہ لوگ دجال کے نائب اور شیطان کے خُلَفا ہیں۔ ہماری گفتگو تو اس واعظ کے بارے میں ہے جس کا وعظ اچھا ہو، ظاہر عمدہ ہو اور دل میں محض مقبولیت کی چاہت پوشیدہ ہو، اس کے علاوہ اس کا کوئی مقصد نہ ہو۔ ہم نے ''علم کے بیان'' میں عُلَمائے سوء کے بارے میں وہ وعید بیان کی ہے جو علم کے فتنوں اور دھوکوں سے لازمی طور پر بچنے کو واضح کرتی ہے۔

سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت:

حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: اے علمائے سُو! تم روزہ رکھتے ہو، نماز پڑھتے ہو اور صَدَقہ وخیرات کرتے ہو لیکن جس بات کا تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ نہیں کرتے، دوسروں کو جس چیز کا دَرْس دیتے ہو خود اس کے بارے میں نہیں جانتے ہو، کیا ہی برا ہے وہ جو تم حکم لگاتے ہو۔ زبان سے تم توبہ کرتے ہو لیکن عمل نفس کی خواہش کے مطابق کرتے ہو اور تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کہ تمہارے ظاہری بدن صاف ستھرے ہوں اور تمہارے دلوں میں گندگی بھری ہوئی ہو۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم چھلنی کی طرح مت بنو جس میں سے آٹا نکل جاتا ہے اور بھوسی باقی رہ جاتی ہے جیسا کہ تم زبانوں سے حکمت بھری باتیں کرتے ہو لیکن تمہارے دلوں میں کھوٹ باقی ہے۔

اے دنیا کے غلامو! وہ شخص جو دنیاوی خواہشات کو نہیں چھوڑ سکتا وہ آخرت کو کیسے پا سکتا ہے؟ میں سچ

www.dawateislami.net

کہتا ہوں تمہارے دل تمہارے اعمال پر آنسو بہاتے ہیں، تم نے دنیا کو اپنی زبانوں کے نیچے اور عمل کو اپنے پاؤں تلے ڈال دیا ہے، میں سچ کہتا ہوں تم نے اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر دیا ہے، تمہیں دنیا کی بہتری آخرت کی بہتری سے زیادہ محبوب ہے، لہٰذا تم سے زیادہ نقصان میں کون ہو گا اگر تمہیں اس بات کا علم ہے؟ خرابی ہو تمہاری کب تک تم اندھیرے میں چلنے والوں کو راستہ دکھاتے رہو گے اور خود حیران کھڑے رہو گے گویا کہ تم دنیا والوں کو ترک دنیا کی اس لئے تلقین کرتے ہو کہ وہ اسے تمہارے لئے چھوڑ دیں، چھوڑ دو اس دنیا داری کو اب بس بھی کرو۔ تمہارے لئے خرابی ہو اگر چراغ گھر کی چھت پر رکھا جائے تو گھر کا اندر روشن کیسے ہو گا؟ اسی طرح اگر علم کا نور صرف تمہاری زبانوں پر رہے گا اور تمہارے دل اس سے خالی رہیں گے تو اس سے تمہیں کیا فائدہ ہو گا؟

اے دنیا کے غلامو! تم پرہیز گار لوگوں کی طرح نہیں ہو اور نہ ہی تم معزز لوگوں کی طرح آزاد ہو، قریب ہے کہ یہ دنیا تمہیں جڑ سے ہی اکھاڑ پھینکے اور منہ کے بل گرا دے اور تم اپنے نتھنوں کے بل اوندھے گر جاؤ اور پھر تمہاری خطائیں تمہیں پیشانی سے جکڑ لیں اور تمہیں پیچھے سے دھکا دیں اور تم اس حالت میں خالقِ کائنات کے حضور پہنچو کہ تم بے لباس اور تنہا ہو پھر وہ تمہیں تمہارے بُرے اعمال کی سزا دے۔

اس روایت کو حضرت سیِّدُنا حارِث محاسِبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے اپنی ایک کتاب میں لکھا پھر فرمایا: یہ علمائے سوء انسانوں کے شیطان اور لوگوں پر فتنہ ہیں، دنیا کے مال و متاع اور بلند رتبے میں رغبت رکھتے ہیں، انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اور دنیا کی خاطر دین کو ذلیل کیا، لہٰذا یہ لوگ دنیا میں ننگ و عار اور آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

یہ آفات تو ظاہر ہیں لیکن علم اور وعظ و نصیحت کی طرف کئی باتیں راغب کرنے والی ہیں یہاں تک کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تیری وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک بندے کو بھی ہدایت نصیب کر دے تو یہ تیرے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔[1] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مزید فرمایا: جو شخص

[1]... بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ۳/ ۸۵، حدیث: ۴۲۱۰، بلفظ ''خیر لک من حمر النعم''

www.dawateislami.net

ہدایت کی طرف بلائے اور اس ہدایت کی پیروی کی جائے تو اس کے لئے دعوت دینے کا ثواب اور جو کوئی اس پر عمل کرے اس کا ثواب بھی اسے ملے گا۔[1] اس کے علاوہ بھی علم کے بہت فضائل ہیں، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ عالِم سے کہا جائے: آپ علم میں مشغول رہیں اور لوگوں کے خیال کو ترک کر دیں، جیسے ہم ریاکار نمازی کو کہتے ہیں کہ تم عمل ترک مت کرو بلکہ عمل پورا کرو اور اپنے نفس سے جہاد کرو (کیا علم و وعظ کے متعلق ہم ایسے نہیں کہہ سکتے؟)۔

جواب: جان لیجئے! علم کی فضیلت بہت بڑی ہے لیکن حکومت و سلطنت کی طرح اس کا خطرہ بھی عظیم ہے، ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں سے کسی ایک کو بھی یہ نہیں کہتے کہ علم چھوڑ دو، کیونکہ آفت نفسِ علم میں نہیں ہے، بلکہ آفت تو درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور روایتِ حدیث کے اظہار کے درپے ہو جانے میں ہے، جب تک کسی میں کوئی بھی دینی سبب پایا جائے اگرچہ وہ ریاکاری کے ساتھ ملا ہوا ہی کیوں نہ ہو تو ہم اسے ترک کا نہیں کہتے البتہ اگر اس کا مُحرِّک محض ریاکاری ہو تو اس کے لئے ترکِ اظہار ہی میں فائدہ اور سلامتی ہے۔ ایسے ہی جب نفل نمازوں میں باعث محض ریاکاری ہو تو ان کو ترک کرنا واجب ہے جبکہ حالت نماز میں ریاکاری کے وسوسے حملہ کریں تو یہاں یہ مجبور ہے، لہٰذا نماز کو ترک نہیں کرے گا کیونکہ عبادات میں ریاکاری کی آفت کافی کمزور ہے جبکہ حکمرانی اور علم کے ذریعے بڑے بڑے مَناصِب کے درپے ہو جانے میں ریاکاری کی آفت بہت بڑی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مراتب تین ہیں:

❁...**پہلا مرتبہ:** حکمرانی کا ہے، اس میں آفات بہت زیادہ ہیں اور بزرگانِ دین کی ایک جماعت نے اس کی آفت کے خوف سے اسے اختیار نہیں فرمایا۔

❁...**دوسرا مرتبہ:** یہ روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد کا مرتبہ ہے، اَسلاف میں سے مضبوط و کمزور سب بزرگوں نے ان کو اختیار کیا اور آفت کے خوف کی وجہ سے انہیں ترک نہیں کیا، کیونکہ ان میں موجود آفتیں کمزور ہیں اور تھوڑی سی کوشش کے ساتھ ان کو دور کر کے عمل پورا کیا جا سکتا ہے۔

❁...**تیسرا مرتبہ:** یہ دونوں مرتبوں کے درمیان ہے، درس و تدریس، روایتِ حدیث، وعظ و نصیحت اور

---

[1]...مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضہ...الخ، ص۱۴۳۸، حدیث: ۲۶۷۴

www.dawateislami.net

فتوٰی دینے کے درپے ہونا اس مرتبے کے تحت داخل ہے، اس مرتبہ میں پائی جانے والی آفات حکمرانی میں پائی جانے والی آفات سے کم اور نماز میں پائی جانے والی آفات سے زیادہ ہیں۔ نماز کی جہاں تک بات ہے تو اسے نہ مضبوط شخص چھوڑے نہ کمزور بلکہ ہر ایک ریاکاری کے حملے کو دور کرنے کی کوشش کرے اور حکمرانی مضبوط لوگوں ہی کے لائق ہے کمزور لوگ تو اس کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔ اور جہاں تک تعلق ہے علم کے مناصب کا تو یہ (حکمرانی ونماز) دونوں کا درمیانی درجہ ہے۔ اور جس نے مَنْصَبِ عِلْم کی آفات کا تَجْرِبہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ حکمرانی کے زیادہ مُشابہ ہے اور کمزور شخص کے حق میں اس سے دور رہنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ وَاللہُ اَعْلَم

یہاں ایک **چوتھا رُتبہ** بھی ہے اور وہ ہے مال جمع کر کے مُسْتَحِقِّین میں تقسیم کرنا۔ کیونکہ مال خرچ کر کے سخاوت کا اظہار کرنے میں تعریف وتوصیف کی چاہت اور لوگوں کے دلوں کو خوش کرنے میں نفس کے لئے لذت ہے، لہٰذا اس میں بھی آفات بہت زیادہ ہیں۔

بقدر ضرورت پر اکتفا افضل ہے:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے پوچھا گیا کہ ایک شخص بقدرِ ضرورت رزق پر اکتفا کرتا ہے اور ایک شخص ایسا ہے جو ضرورت سے زیادہ حاصل کرتا ہے پھر اسے صدقہ کر دیتا ہے (ان میں افضل کون ہے؟) فرمایا: پہلے والا شخص (جو بقدر ضرورت پر اکتفا کرتا ہے وہ) افضل ہے۔

معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین جانتے تھے کہ دنیا سے بچنے ہی میں سلامتی ہے اور دنیا کو چھوڑنے ہی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قُرب ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو دَرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مسجدِ دِمَشْق کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر مجھے روزانہ پچاس درہم ملیں جنہیں میں صدقہ کر دوں، میرا یہ مطلب نہیں کہ میں خرید وفروخت کو حرام کہتا ہوں بلکہ میں چاہتا ہوں میں اُن لوگوں میں سے ہو جاؤں جنہیں تجارت اور خرید وفرخت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

کسب افضل ہے یا ذکر الٰہی میں مشغولیت:

اس سلسلے میں عُلَما کا اختلاف ہے کہ کَسب افضل ہے یا ذکرِ الٰہی میں مشغولیت: **ایک گروہ** کا کہنا ہے: جب

www.dawateislami.net

دنیاوی آفات سے بچتے ہوئے اس میں سے حلال حصہ حاصل کیا جائے، پھر اسے صدقہ کیا جائے تو یہ دیگر عبادات ونوافل میں مشغول رہنے سے افضل ہے۔

دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر پر ہمیشگی اختیار کرنا افضل ہے اور لین دین **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عیسٰی روحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا فرمان ہے: اے دنیا کے طلب گار! تو دنیا کے ذریعے نیک بننا چاہتا ہے، تیرا دنیا کو چھوڑ دینا ہی بڑی نیکی ہے۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے مزید فرمایا: دنیا کی کم از کم خرابی یہ ہے کہ اس کی اصلاح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے روکتی ہے حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر بڑا اور افضل ہے۔

یہ افضلیت کا اختلاف ان لوگوں کے بارے میں ہے جو آفاتِ دنیا سے سلامتی میں ہیں جبکہ ریاکاری کی آفت جن لوگوں کے پیچھے پڑی ہے ان کے لئے دنیا کو چھوڑ کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مشغول ہونا ہی بڑی نیکی ہے اور اس کی افضلیت میں کوئی اختلاف نہیں۔

خلاصۂ کلام:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کا تعلق مخلوق سے ہو اور نفس کے لئے اس میں لذت ہو تو وہ آفات کی آماجگاہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ بندہ عمل کرے اور آفات کو دور کرے پھر اگر عاجز آجائے تو غور وفکر کرے، اپنے دل سے فتوٰی لے اور عمل میں پائے جانے والے خیر وشر کا مُوازَنہ کرے اور طبیعت کے میلان کے برخلاف جس کی طرف نورِ علم رہنمائی کرے اسے اپنائے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جو چیز بندے کے دل پر ہلکی ہو وہی اکثر اوقات زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے کیونکہ نفس بُرائی کی طرف ہی اشارہ کرتا ہے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ بھلائی کی طرف مائل ہو کر اس سے لذت چاہے اگرچہ بعض اوقات ایسا ہونا کوئی بعید بھی نہیں۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جن کے بارے میں تفصیلی طور پر ”ہاں“ یا ”ناں“ کا حکم لگانا ممکن نہیں، لہٰذا ان کو اجتہادِ قلب کے سِپُرد کر دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے دین کی بھلائی کی خاطر ان میں غور کرے اور مشکوک باتوں کو چھوڑ کر یقینی باتوں کو اپنائے۔ جو باتیں ہم نے بیان کی ہیں ان سے بعض اوقات

www.dawateislami.net

جاہل کو دھوکا ہو جاتا ہے، لہٰذا وہ مال کو روک لیتا ہے اور آفت کے خوف سے خرچ نہیں کرتا یہ عین بخل ہے۔

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ صَدَقہ وخیرات سے قَطع نظر محض جائز کاموں میں مال خرچ کرنا اسے روکے رہنے سے افضل ہے، اختلاف تو اس شخص کے بارے میں ہے جو کسب کا محتاج ہے کہ آیا اس کے لئے کسب کرنا اور خرچ کرنا افضل ہے یا محض ذکرِ الٰہی میں مشغول ہونا؟ اور یہ اختلاف کسب میں پائے جانے والی آفات کی وجہ سے ہے ورنہ جو مال حلال طریقے سے حاصل ہو اسے روکنے کے بجائے خرچ کرنا ہر حال میں افضل ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

ایسی کون سی علامت ہے جس سے معلوم ہو کہ عالم اور واعظ اپنے وعظ ونصیحت میں سچا اور مُخْلِص ہے اور اس میں ریاکاری کا کوئی ارادہ نہیں؟

علاماتِ اخلاص:

جواب: جان لیجئے کہ اس کی چند علامتیں ہیں:

۞...**پہلی علامت** یہ ہے کہ اگر اس کے سامنے ایسا شخص آجائے جو اس سے اچھا وعظ کرنے والا ہو یا اس سے زیادہ علم رکھنے والا اور لوگوں میں زیادہ مقبول ہو تو اس (عالم یا واعظ) کو خوشی ہو، اس سے حسد نہ ہو۔ البتہ غبطہ کرنے میں کوئی حَرَج نہیں اور غِبْطہ یہ ہے کہ جیسا اس کا علم ہے ویسے علم کی تمنا اپنے لئے بھی کرے۔

۞...**دوسری علامت** یہ ہے کہ جب کوئی اعلیٰ عہدیدار اس کی مجلس میں آجائے تو اس کی وجہ سے اس کی گفتگو میں کوئی فرق نہ آئے بلکہ جیسے پہلے تھا اسی حال پر رہے اور تمام لوگوں کو ایک ہی نگاہ سے دیکھے۔

۞...**تیسری علامت** یہ ہے کہ وہ اس بات کی چاہت نہ رکھے کہ لوگ راستے اور بازار میں اس کے پیچھے پیچھے چلیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی علامتیں ہیں جن کا شمار کافی دشوار ہے۔

حکایت: سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه اور حجاج بن یوسُف

حضرت سیِّدُنا سعید بن ابو مَروان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه سے منقول ہے کہ میں حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں حَجّاج بن یُوسُف ثَقَفِی اپنے محافِظوں کے ساتھ زرد رنگ کے خچر پر

www.dawateislami.net

سوار مسجد کے ایک دروازے سے اندر داخل ہوا۔ اس نے مسجد میں ادھر ادھر دیکھا تو اسے حضرت حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی مجلس سے بڑی مجلس کوئی نظر نہ آئی، وہ اس جانب متوجہ ہوا حتّٰی کہ قریب آکر اپنی سواری کو بٹھایا اور اس سے اتر کر حضرت حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی طرف چل دیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسے دیکھا تو اپنے پاس اس کے لئے تھوڑی جگہ بنائی۔ حضرت سعید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں بھی اپنی جگہ سے تھوڑا سا سرک گیا حتی کہ میرے اور حسن بصری (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) کے مابین حجاج کے بیٹھنے کے لئے کافی کشادگی ہوگئی۔ حجاج آیا اور ہمارے درمیان بیٹھ گیا، حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ روز کی طرح معمول کے مطابق اپنی گفتگو فرماتے رہے، آپ نے اپنی گفتگو کو ذرا بھی نہیں روکا۔ حضرت سعید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے سوچا آج میں حضرت حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا امتحان لیتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ حجاج کی وجہ سے کہیں یہ ایسی زائد گفتگو تو نہیں کرتے جو انہیں اس کے قریب کردے یا پھر حجاج کے خوف سے اپنے کلام میں کوئی کمی تو نہیں کرتے۔ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بالکل معمول کی طرح کلام فرماتے رہے جیسا کہ روز فرمایا کرتے تھے حتی کہ آپ کی گفتگو اپنے اختتام کو پہنچ گئی، جب آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو آپ نے حجّاج کی کوئی پروا نہ کی۔ حَجاج نے اپنا ہاتھ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے کندھے پر رکھا اور کہا: شیخ نے سچ اور خوب بات کہی، تم لوگ ضرور اس مجلس اور اس جیسی دیگر مجالِس کو اختیار کیا کرو اور اسے اپنی عادت بناؤ کیونکہ مجھے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ حدیث پہنچی ہے: اِنَّ مَجَالِسَ الذِّکْرِ رِیَاضُ الْجَنَّۃِ یعنی ذکر کی مجالس جنّت کے باغات ہیں۔[1] اگر ہم لوگوں کے امور میں مشغول نہ ہوتے تو تم سے زیادہ ان مجالس میں بیٹھتے کیونکہ ہم ان کی فضیلت کو جانتے ہیں۔

حضرت سعید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس کے بعد حجاج نے ایسی گفتگو کی کہ حضرت حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اور تمام لوگ اس کی فصاحت و بلاغت دیکھ کر حیران رہ گئے، وہ اپنی گفتگو کرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد ملکِ شام کا ایک شخص حضرت حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے پاس آیا، اس وقت حجاج جا چکا تھا۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مسلمان بندو! کیا تمہیں اس بات پر تعجب نہیں کہ میں

1 ...سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، ۵/ ۳۰۴، حدیث: ۳۵۲۱ بتغیر

www.dawateislami.net

ایک بوڑھا شخص ہوں، میں جہاد کرتا ہوں اور مجھے خیمے، گھوڑے اور خچر کی بھی ضرورت ہے، مجھے تین سو درہم کا عطیہ ملا ہے جبکہ میری سات بیٹیاں ہیں۔ اس نے اپنی حالت کی شکایت کی حتی کہ حضرت حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اور آپ کے ساتھیوں کو اس پر رحم آگیا۔ حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سر جھکائے اس کی بات سنتے رہے جب اس شخص کی بات پوری ہوگئی تو آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: ان حکمرانوں کو کیا ہو گیا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں ہلاک کرے، انہوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کو غلام اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مال کو اپنی دولت بنا لیا ہے، درہم و دینار کے لئے لوگوں سے لڑتے ہیں، جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دشمنوں سے جہاد کرتے ہیں تو خود بلند خیموں میں اور تیز رفتا عمدہ سواریوں پر ہوتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو دشمن کے مقابل بھیجتے ہیں تو بھوکا پیاسا اور پیدل۔ آپ مسلسل گفتگو کرتے رہے حتی کہ آپ نے ان کے شدید عیب بیان فرمائے۔ اتنے میں ایک شامی شخص جو حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کھڑا ہوا اور جلدی سے حجاج کے پاس جا کر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ساری گفتگو اسے بتا دی۔ تھوڑی ہی دیر میں حجاج کے قاصد حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ کو امیر نے طلب کیا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اٹھ کھڑے ہوئے، جبکہ آپ کی سخت کلامی کے باعث ہم آپ کے بارے میں فکر مند تھے، کچھ ہی دیر گزری تھی کہ آپ حجاج کے پاس سے مسکراتے ہوئے واپس تشریف لے آئے۔ میں نے آپ کو اس طرح کھل کر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا آپ صرف مسکرایا کرتے تھے۔ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنی نشت گاہ پر تشریف فرما ہوئے اور امانت کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: تم امانت کے ساتھ بیٹھتے ہو گویا تم یہ خیال کرتے ہو کہ خِیانت صرف دِرہم و دینار میں ہوتی ہے، نہیں بلکہ شدید خیانت یہ ہے کہ ایک شخص ہمارے پاس بیٹھے، ہم اس سے مطمئن ہو جائیں پھر وہ ہمیں آگ کے شعلے کے پاس لے جائے۔ میں حجاج کے پاس گیا تو اس نے کہا: آپ اپنی زبان کو قابو میں رکھیں اور آپ کا یہ کہنا کہ جب ہم دُشْمنِ خُدا سے لڑتے ہیں تو یہ یہ صورت حال ہوتی ہے اور جب اپنے بھائیوں کو بھیجتے ہیں تو یہ یہ صورت حال ہوتی ہے، مجھے آپ سے کوئی سروکار نہیں، آپ لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکاتے ہیں، اس معاملے میں ہم آپ کی نصیحت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، لہٰذا آپ اپنی زبان کو سنبھالیں۔ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے مجھ سے دور کر دیا۔

www.dawateislami.net

حکایت: پیچھے چلنے سے منع فرمادیا

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ گدھے پر سوار اپنے گھر کی طرف جارہے تھے کہ لوگ آپ کے پیچھے چلنے لگے آپ رُک گئے اور فرمایا: تمہیں کوئی حاجت ہے یا تم نے کسی چیز کے بارے میں پوچھنا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو لوٹ جاؤ کیونکہ یہ (یعنی لوگوں کا پیچھے چلنا) بندے کے دل میں کچھ بھی نہیں چھوڑتا۔

یہ وہ علامات واَمثال تھیں جن سے باطنی حالت ظاہر ہوتی ہے، جب تم دیکھو کہ علما آپس میں جلتے اور حسد کرتے ہیں، اُلفت ومحبت اور باہَمی تعاوُن نہیں کرتے تو جان لو کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی ہے اور یہ خسارے میں ہیں۔

اے سب سے بڑھ کر رَحم فرمانے والے! اپنے خاص لُطف وکَرَم سے ہم پر رَحم فرما۔ (اٰمین)

دسویں فصل: مخلوق کے دیکھنے کے سبب عبادت کے لئے پیدا ہونے والی جائز وناجائز چستی کا بیان

جان لیجئے! بعض اوقات ایک شخص کسی جگہ ایسے لوگوں کے ساتھ رات بسر کرتا ہے جو تہجُّد کے لئے اٹھتے ہیں یا پھر ان میں سے کچھ پوری رات یا رات کا کچھ حصہ نماز میں گزارنے والے ہوتے ہیں اور یہ شخص ان لوگوں میں سے ہوتا ہے جو اپنے گھر میں تھوڑی ہی دیر شب بیداری کرتے ہیں۔ یہ جب ان کو دیکھتا ہے تو ان کی مُوافقَت کی خاطر اس کا شوق بڑھتا ہے حتّٰی کہ عادت سے زیادہ ہو جاتا ہے یا پھر یہ شخص اصلاً شب بیداری کا عادی ہی نہیں ہوتا مگر ان کی موافقت میں شب بیداری کرتا ہے۔ ایسے ہی بعض اوقات انسان ایسی جگہ ہوتا جہاں کے رہنے والے روزہ رکھتے ہیں تو اسے بھی روزے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اگر وہ لوگ نہ ہوتے تو اسے ہرگز یہ شوق پیدا نہ ہوتا اس صورت کو بعض اوقات ریاکاری خیال کیا جاتا ہے جس میں موافقت نہ کرنا واجب ہوتا ہے مگر یہ حکم مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے کیونکہ ہر مومن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت، رات کے قیام اور دن میں روزہ رکھنے کی طرف رغبت رکھتا ہے لیکن بعض اوقات رکاوٹیں اسے آڑے آجاتی ہیں، وہ مصروف ہو جاتا ہے، شہوات کا غلبہ ہوتا ہے یا پھر سُستی مغلوب کر دیتی ہے، بعض اوقات دوسرے کو دیکھنے

www.dawateislami.net

کی وجہ سے غفلت زائل ہو جاتی ہے یا بعض مقامات پر کوئی رکاوٹ و مشغولیت نہیں ہوتی، لہٰذا اس کا شوق بیدار ہو جاتا ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان اپنے گھر میں ہو تو کچھ اَسباب تہجد ادا کرنے سے روک دیتے ہیں مثلاً آرام دہ بستر پر اطمینان سے سونا، بیوی سے لُطف اندوز ہونا، اَہل وعِیال وغیرہ سے گفتگو میں لگے رہنا، اولاد کے ساتھ مصروف ہونا یا پھر اپنے روز مرہ کے معاملات کا حساب وکتاب وغیرہ کرنا، لہٰذا جب وہ کسی اجنبی مقام پر ٹھہرتا ہے تو یہ تمام مشاغِل جنہوں نے اسے نیکی سے دور کر رکھا تھا خود دور ہو جاتے ہیں اور اسے نیکی پر ابھارنے والے اسباب میسر آجاتے ہیں۔ مثلاً: نمازی و روزہ دار لوگوں کو دیکھنا کہ یہ دنیا سے منہ موڑ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بڑھے چلے جارہے ہیں، لہٰذا وہ انہیں دیکھتا ہے تو آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ بات اس پر گِراں گزرتی ہے کہ یہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں مجھ سے سَبقَت کر رہے ہیں (اور میں سبقت نہیں کر رہا) ایسی صورت میں اسے عبادت پر اُبھارنے والا سبب دینی ہوتا ہے، ریاکاری نہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جگہ کے اجنبی ہونے یا کسی سبب سے اس کی نیند چلی جاتی ہے، لہٰذا وہ اس کو غنیمت جانتا ہے (اور شب بیداری کرلیتا ہے)۔ جبکہ گھر میں کبھی نیند کا غلَبہ ہو جاتا ہے یا پھر ہمیشہ گھر میں رہنے کا تصور ہی سستی دلا دیتا ہے اور نفس کبھی کبھار تو راضی ہو جاتا ہے لیکن پابندی کے ساتھ تہجد کے لئے رضا مند نہیں ہوتا، لہٰذا جب تمام رُکاوٹیں دور ہو گئیں تو ہو سکتا ہے اس شوق کا سبب یہی ہو۔ اسی طرح کبھی اپنے گھر میں روزہ رکھنا اس لئے بھی مشکل ہوتا ہے کہ لذیذ کھانے پاس موجود ہوتے ہیں اور ان سے صَبر نہیں ہو سکتا مگر جب اس کے پاس ایسے کھانے نہیں ہوتے تو اسے روزہ رکھنے میں کوئی مَشَقَّت بھی نہیں ہوتی ایسی صورت میں روزے پر ابھارنے والا سبب دینی ہوتا ہے کیونکہ انسانی خواہشات ایسی رُکاوٹیں ہوتی ہیں جو دینی باعث پر غالب آجاتی ہیں مگر جب وہ ان سے محفوظ ہو جاتا ہے تو دینی باعث بھی قوی ہو جاتا ہے۔

شیطانی وسوسے:

معلوم ہوا یہ اور اس جیسے دیگر اسباب کا وُقُوع پذیر ہونا ممکن ہے اور اس سلسلے میں عبادت کا سبب لوگوں کو دیکھنا اور ان کے ساتھ ہونا ہے اس کے باوُجود بعض اوقات شیطان عمل سے روکتا ہے اور کہتا ہے: تو عمل مت کر ورنہ ریاکار ہو جائے گا کیونکہ گھر میں تو تُو عمل نہیں کرتا تھا اور عادتاً جتنی نماز پڑھتا تھا اس سے زیادہ بھی مت پڑھ۔

www.dawateislami.net

بعض اوقات عبادت میں زیادتی کی رغبت لوگوں کو دکھانے کے لئے اور ان کی مذمت سے ڈرتے ہوئے ہوتی ہے کہ کہیں یہ مجھے سُست نہ کہیں خصوصاً اس وقت جب لوگوں کا اس کے بارے میں یہ گمان ہو کہ یہ شب بیداری کرنے والا ہے۔ اب تو اس کا نفس ہرگز ان کی نگاہوں سے گرنا پسند نہیں کرے گا، لہٰذا وہ اپنی قَدْر ومَنْزِلَت کی حِفاظت کا ارادہ کرے گا ایسے وقت میں بعض اوقات شیطان اس سے کہتا ہے: نماز پڑھ تو مُخْلِص ہے کیونکہ تو ان لوگوں کے لئے نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے پڑھ رہا ہے اور تیرا ہر روز نماز نہ پڑھنا تو بے شمار رکاوٹوں کی وجہ سے ہوتا ہے، لہٰذا آج ان رکاوٹوں کا نہ ہونا تجھے عمل پر اُبھار رہا ہے نہ کہ ان لوگوں کا مُطَّلَع ہونا۔

یہ معاملہ بہت پیچیدہ ہے اہل بصیرت ہی اسے جان سکتے ہیں اور جب معلوم ہو جائے کہ عمل کا مُحرِّک ریاکاری ہے تو عادت سے زیادہ ایک رکعت بھی ادا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس صورت میں وہ عبادتِ الٰہی کے ذریعے لوگوں کی تعریف کا طلبگار ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کر رہا ہے۔ اور اگر عمل کا شوق وجذبہ رکاوٹوں کے دور ہونے اور لوگوں کی عبادت کو دیکھ کر رشک کرنے کی وجہ پیدا ہوا ہے تو اب ان کی موافقت کرے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ دل میں سوچے اگر میں ان سب کو تو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہا ہوتا لیکن وہ مجھے نہ دیکھ سکتے۔ مثلاً: میں کسی پردے کی اوٹ میں ہوتا تو کیا اس وقت بھی میرا نفس زیادہ نماز پڑھنے کے لئے راضی ہو جاتا حالانکہ وہ مجھے نہیں دیکھ رہے؟ اس صورت میں اگر اس کا نفس راضی ہو تو وہ نماز پڑھے کیونکہ اس کا باعث سچا (یعنی دینی) ہے اور اگر نفس پر یہ بات گِراں گزرے کہ لوگ تو دیکھ ہی نہیں رہے تو اس صورت میں چھوڑ دے کیونکہ اس کا باعث ریاکاری ہے۔

ایسے ہی بعض اوقات انسان کو جمعہ کے دن ایسا شوق پیدا ہوتا ہے جو عام دنوں میں نہیں ہوتا، ممکن ہے یہ بھی لوگوں کی تعریف کی چاہت کی وجہ سے ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا شوق لوگوں کے شوق کو دیکھ کر ابھرا ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف ان کی پیش قدمی کی وجہ سے اس کی غفلت بھی زائل ہو گئی ہو۔

بعض اوقات دینی باعث کے مُتَحَرِّک ہونے کے ساتھ ساتھ تعریف کی چاہت بھی دل میں وارد ہوتی ہے، لہٰذا جب یہ علم ہو جائے کہ دینی ارادہ دل پر غالب ہے تو دل میں پائی جانے والی تعریف کی چاہت کی وجہ سے عمل ترک نہ کرے بلکہ اس تعریف کی چاہت کو ناپسند کرے اور عبادت میں مشغول ہو جائے۔

www.dawateislami.net

خوفِ خدا کے سبب رونا کب ریاکاری ہے اور کب نہیں؟

ایسے ہی کبھی ایک جماعت رو رہی ہو تو بندہ ان کو دیکھتا ہے تو اسے بھی خوفِ خداوندی کے سبب رونا آجاتا ہے نہ کہ ریاکاری کہ وجہ سے، اگر وہ تنہا تلاوتِ قرآن سنے تو اسے رونا نہیں آتا لیکن لوگوں کا رونا اس کے دل کو نرم کر دیتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو رونا نہیں آتا لیکن کبھی تو ریاکاری کی وجہ سے اور کبھی سچائی کے ساتھ روتا ہے کیونکہ وہ اپنے بارے میں خوف کھاتا ہے کہ سب لوگ تو رو رہے ہیں اور میرا دل اتنا سخت ہے کہ آنکھ نم بھی نہیں ہوتی، لہٰذا وہ بتکلُّف روتا ہے اور یہ بہت اچھا ہے۔ اس میں سچائی کی علامت یہ ہے کہ اس بات کو اپنے دل پر پیش کرے کہ اگر میں صرف ان کی آہ وبُکا سن رہا ہوتا اور وہ مجھے دیکھ نہ رہے ہوتے تو کیا اس وقت بھی میں اپنی قَساوَت قلبی کا خوف کر کے آنسو بہاتا یا نہیں؟ اگر وہ ان کے آنکھوں سے اوجھل ہونے کی صورت میں اپنے اندر یہ کیفیت نہیں پاتا تو اسے چاہئے کہ نہ روئے کیونکہ اب اس کا رونا صرف اس خوف سے ہے کہ لوگ کہیں گے یہ بہت سخت دل ہے۔

حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: ”لوگوں کو اپنا خدا سے ڈرنا مت دکھاؤ کہ وہ تمہاری عزت کریں حالانکہ تمہارا دل گناہ گار ہو۔“

اسی طرح بعض اوقات تلاوتِ قرآن، ذکر یا دیگر احوال کی وجہ سے چیخنا، آہیں بھرنا اور رونا ہوتا ہے ایسا کبھی تو ندامت وشرمندگی، خوف اور حقیقت پر مبنی ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کے غم کو اور اپنی سنگدلی کو دیکھ کر ہوتا ہے، لہٰذا وہ بتکلُّف آہیں بھرتا، روتا اور گڑگڑاتا ہے، یہ بھی محمود (یعنی اچھا) ہے۔ لیکن بعض اوقات اس میں یہ رغبت بھی شامل ہوتی ہے کہ لوگ اسے بہت زیادہ غمگین جانیں، اگر محض یہی سبب ہو تو یہ ریاکاری ہے اور اگر اس کے ساتھ غم ودکھ بھی ملا ہوا ہے تو دیکھا جائے گا کہ وہ ریاکاری کو قبول نہیں کر رہا اور اسے بُرا جان رہا ہے یا نہیں۔ اگر برا جان رہا ہے تو اب اس کا رونا دھونا درست ہے اور اگر برا نہیں جان رہا اور دل کا جُھکاؤ بھی اسی طرف ہے تو اب اس کا ثواب بَرباد اور کوشش بیکار ہوگئی بلکہ اس کے سبب اس نے خود کو ربّ عَزَّوَجَلَّ کے غضب پر پیش کر دیا۔

بعض اوقات رونا غم ہی کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن بندہ اپنی آواز کو بلند کرنے میں اضافہ کر دیتا ہے یہ اضافہ

www.dawateislami.net

ریاکاری ہے اور اسی سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ ابتداءً ہی محض ریاکاری کے حکم میں ہے، بعض اوقات بندے کو ایسا خوف لاحق ہوتا کہ وہ بے قابو ہو جاتا ہے لیکن اتنے میں ریاکاری اس پر حملہ کرتی ہے، وہ اس کو قبول کرلیتا ہے، لہٰذا وہ آواز کو مزید بلند اور غمناک بنانے لگتا ہے یا آنسوؤں کو چہرے پر باقی رہنے دیتا ہے تاکہ لوگ دیکھیں کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے بہہ رہے ہیں لیکن ان کے اثر کو چہرے پر محض ریاکاری کی وجہ سے باقی رکھتا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ ذکر سنتا ہے تو اس کے اعضاء کمزور پڑ جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ گر جاتا ہے پھر اسے شرم محسوس ہوتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ نہ اس کی عقل زائل ہوئی اور نہ ہی کوئی شدید حالت تھی پھر یہ کیوں گر گیا؟، لہٰذا اب وہ بتکلف کانپنے لگتا اور وَجد کی کیفیت ظاہر کرتا ہے تاکہ لوگ سمجھیں یہ بے ہوشی کی وجہ سے گرا ہے حالانکہ ابتداً اس کا گرنا سچائی و حقیقت پر مبنی تھا۔ بعض اوقات بندے کی عقل زائل ہو جاتی ہے تو وہ گر جاتا ہے لیکن جلد ہی افاقہ ہو جاتا ہے اب اسے خیال آتا ہے کہ لوگ کہیں گے اس کی یہ حالت معمولی ہے محض بجلی کے چمکنے کی طرح ہوئی اور ختم ہو گئی، لہٰذا وہ تڑپنے اور رقص کرنے لگتا ہے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اس کی حالت دیرپا ہے۔

ایسے ہی بعض اوقات بندہ کمزوری کے بعد درست ہو جاتا ہے لیکن یہ کمزوری کا ختم ہو جانا بہت جلد ہوتا ہے اب وہ سوچتا ہے لوگ کہیں گے اس کی کمزوری درست نہیں تھی اگر ایسا ہوتا تو یہ اتنی جلدی ٹھیک نہ ہوتا، لہٰذا بندہ کمزوری اور آہیں بھرنے کے اظہار کو جاری رکھتا ہے، دوسرے کے سہارے کھڑا ہوتا ہے تاکہ پتا چلے یہ چلنے پر بھی طاقت نہیں رکھتا، چال میں جھکاؤ اور قدم قریب قریب رکھتا ہے محض یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ تیز چلنے سے عاجز ہے۔

شیطانی وسوسوں کا علاج:

یہ تمام کی تمام صورتیں شیطانی دھوکے اور نَفْس کے حیلے بہانے ہیں، جب بھی یہ محسوس ہوں ان کا علاج ایسے کرے کہ اگر لوگوں کو میرے باطنی نفاق اور ضمیر میں پوشیدہ حیلہ سازی کا علم ہو گیا تو وہ مجھے ناپسند کریں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ تو میرے باطِن سے باخبر ہے ہی اور اس کی ناراضی تو بہت سخت ہے۔ حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مِصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے بارے میں آتا ہے کہ آپ کھڑے ہوئے تو کانپنے لگے آپ کے ساتھ

www.dawateislami.net

ایک اور شیخ بھی کھڑے ہو گئے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان میں تکلف کا اثر دیکھا تو فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے کھڑے ہونے کو دیکھ رہا ہے، یہ سن کر وہ شیخ بیٹھ گئے۔ یہ تمام صورتیں منافقوں کی ہوتی ہے ہیں چنانچہ حدیثِ پاک میں آیا: ''ہم مُنافِقِین کی عاجزی سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتے ہیں۔''[1] اور مُنافقت کی عاجزی یہ ہوتی ہے کہ ظاہری اعضا تو کانپیں لیکن دل میں عِجز نہ ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت چاہنا اور اس کے عذاب و غَضَب سے پناہ مانگنا بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ یہ بھی کبھی خوف، ندامت اور گناہ یاد آنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی ریاکاری کی وجہ سے۔ دل میں آنے والے یہ خطرات جُدا جُدا مگر قریب ہیں، ایک کے پیچھے ایک آتا ہے اور اسی قُرب کی وجہ سے ان میں فرق کرنا مشکل ہے، لہٰذا تمہیں جو بھی وسوسہ آئے تم اپنے دل پر غور کرو اور دیکھو کہ اس کی حقیقت کیا ہے اور یہ کہاں سے آیا ہے؟ اگر وہ خالص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے تو اپنا کام جاری رکھو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ڈرتے رہو کہ ریاکاری میں سے کوئی چیز تم پر مخفی تو نہیں کیونکہ وہ چیونٹی کی چال سے زیادہ پوشیدہ ہے نیز اپنی عبادت کے بارے میں بھی فکر مند رہو کہ نہ جانے وہ قبول ہوئی یا نہیں؟ تم پر اس بارے میں اخلاص کا خوف رکھنا ضروری ہے اور اس سے بچو کہ اخلاص کے ساتھ عمل شروع کرنے کے بعد تمہیں لوگوں کی تعریف کی چاہت پیدا ہو کیونکہ ایسا اکثر ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو خیال کرو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم سے باخبر ہے اور اس صورت میں تمہیں اس کی ناراضی کا سامنا کرنا ہوگا اور اس بات کو یاد کرو جو (حضرت سیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس حاضر ہونے والے) تین آدمیوں میں سے ایک نے حضرت سیِّدُنا ایوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہی تھی کہ اس نے کہا تھا: ''اے ایوب عَلَیْہِ السَّلَام! کیا آپ کو معلوم ہے بندہ اپنے جس ظاہری عمل کے ذریعہ خود کو دھوکا دیتا ہے وہ گم ہو جاتا ہے اور باطنی عمل پر بندے کو بدلہ دیا جاتا ہے۔'' اور اس بات کو بھی یاد کرو جو کسی نے کہی کہ ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں اس بات سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے تیرا خوف رکھنے والا خیال کریں جبکہ حال یہ ہو کہ تو مجھ سے ناراض ہو۔''

حضرت سیِّدُنا امام زَیْنُ الْعَابِدِین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن دعا مانگا کرتے تھے: ''یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں اس بات سے

---

[1] ...شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل للہ عزوجل، ۵/ ۳۶۴، حدیث: ۶۹۶۷

www.dawateislami.net

تیری پناہ چاہتا ہوں کہ لوگوں کی نگاہوں میں میرا ظاہر اچھا ہو اور جب میں تنہائی میں ہوں تو میرا پوشیدہ معاملہ تیرے نزدیک برا ہو، لوگوں کو دکھانے کے لئے اپنے نفس کی حفاظت کروں اور میری جس بات پر صرف تجھے خبر ہے اسے ضائع کر دوں، لوگوں کے لئے اپنے عمل کو خوب اچھا ظاہر کروں اور تیری طرف برے عمل کے ساتھ بڑھوں، نیکیوں کے ذریعہ لوگوں کا قرب چاہوں اور ان سے بھاگ کر گناہوں کا بوجھ اٹھائے تیری طرف دوڑتا رہوں، یوں اپنے لئے تیرے ناراضی اور تیرے عذاب کو حلال کر لوں، اے تمام جہانوں کے رب عَزَّوَجَلَّ! مجھے اس سے محفوظ رکھ۔"

جو تین افراد حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس موجود تھے ان میں سے دوسرے نے کہا تھا: "اے ایوب عَلَیْہِ السَّلَام! کیا آپ نہیں جانتے کہ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ سے حاجات کا سوال کرتے وقت جو لوگ اپنے ظاہری اعمال کی حفاظت کرتے ہیں اور پوشیدہ اعمال کو ضائع کر دیتے ہیں ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔"

یہ تمام ریاکاری کی آفتیں ہیں، لہٰذا بندے کو چاہئے کہ وہ اپنے دل پر غور کرے تاکہ ان پر واقف ہو جائے حدیث پاک میں آتا ہے: "ریاکاری کے ستر دروازے ہیں۔" اور تم جان چکے ہو کہ ان میں سے بعض بعض سے پوشیدہ ہیں حتی کہ کچھ تو چیونٹی کی چال کی طرح اور کچھ اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہیں، لہٰذا اب تم ہی بتاؤ جو چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہو بغیر غور و فکر اور مُراقبہ کے اس کی پہچان کیسے ہو سکتی ہے؟ تمام تر کوشش کے بعد بھی اگر اس پر اطلاع ہو جائے تو بڑی بات ہے اور جو شخص نہ دل کی حفاظت کرتا ہے، نہ نفس کو امتحان میں ڈالتا ہے نہ ریاکاری کے دھوکے کی تفتیش کرتا ہے وہ اس کی پہچان کی لالچ کیسے کر سکتا ہے؟

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے لُطف و کَرَم اور احسان کے ساتھ عافیت میں رکھے۔ (امین)

گیارہویں فصل: عمل سے پہلے، دورانِ عمل اور عمل کے بعد مرید کے لئے لازمی امور کا بیان

مُرید کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اس بات کو لازم کر لے کہ تمام اوقات اور تمام عبادات میں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عِلْم پر قناعت کرے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم پر وہی قناعت کرتا ہے جو صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے امید رکھنے والا ہو۔ اور جو شخص غیر خدا سے ڈرتا اور اس کی

سے امید رکھتا ہے وہ اپنے اچھے اعمال اس پر ظاہر کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ اگر مرید کی صورت حال ایسی ہو تو بتقاضائے عقل وایمان دل سے اس کی کَراہت کو لازم جانے کیونکہ اس میں عذاب پر پیش ہونے کا بڑا خطرہ موجود ہے اور ان عظیم الشان اور مشکل عبادتوں کے وقت اپنے دل کی نگرانی کرے جن کی طاقت اس کا غیر نہیں رکھتا کیونکہ ممکن ہے اس وقت نفس ان کو ظاہر کرنے کے لئے جوش مارے اور کہے: ”تیرا اتنا عظیم عمل یا اتنا شدید خوف یا اتنا زیادہ رونا اگر مخلوق کو معلوم ہو جائے تو وہ تیرے لئے سجدہ میں جُھک جائیں، مخلوق میں تیری مثل عمل کسی کا نہیں، تو اپنا عمل کو کیوں چھپا رہا ہے۔۔؟ اس لئے کہ لوگ تیرا مقام ومرتبہ نہ جان سکیں، تیری قدر ومنزلت کا انکار کر بیٹھیں اور تیری پیروی سے بھی محروم ہو جائیں۔“ اس جیسے معاملے میں بندے کو چاہئے کہ وہ ثابت قَدَم رہے اور اپنے اس بڑے عمل کے مقابلے میں آخرت کی بڑی بادشاہی، جنت کی نعمتوں اور ان کے ہمیشہ ہمیشہ رہنے کو یاد کرے اور اس شخص پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غَضَبِ شدید اور ناراضی کو یاد کرے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کا ثواب بندوں سے طلب کرتا ہے اور جان لے کہ کسی غیر کے لئے اپنے عمل کو ظاہر کرنے یا اس کی چاہت رکھنے کا مطلب ہے خود کو ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے گرا دینا اور اپنے بہترین عمل کو ضائع کر دینا، لہٰذا وہ خود سے کہے: ”میں عمل کو کیسے لوگوں کی تعریف کے بدلے بیچ دوں حالانکہ وہ عاجز ہیں، میری موت وحیات اور رزق ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔“ اس بات پر یقین کو لازم کرلے اور مایوس ہو کر یہ نہ کہے: ”اخلاص کی طاقت تو مضبوط لوگوں کو ہی ہوتی ہے خَلط مَلط کرنے والوں کی یہ شان نہیں۔“ اور یہ سوچ کر وہ اخلاص کی کوشش ترک کر بیٹھے حالانکہ مُتَّقِی کے مقابلے میں خَلط مَلط کرنے والے کو اس کی زیادہ حاجت ہے کیونکہ متقی کے اگر نوافل ضائع ہو بھی جائیں تب بھی اس کے فرائض کامل وتام باقی رہتے ہیں، جبکہ خلط ملط کرنے والے کے (نوافل ہی کیا) فرائض بھی نقصان سے خالی نہیں ہوتے تو اسے نقصان پورا کرنے کے لئے نوافل کی حاجت رہتی ہے جب نوافل بھی سلامت نہ رہے تو فرائض کے سبب اس کی پکڑ ہو گی اور وہ ہلاک ہو جائے گا، لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ غیر مُتَّقِی کو اخلاص کی ضرورت زیادہ ہے۔

نوافل کے ذریعے فرائض کی تلافی:

حضرت سیِّدُنا تمیم داری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

www.dawateislami.net

وَسَلَّم نے فرمایا: بروزِ قیامت بندے کا حساب لیا جائے گا اگر اس کے فرض میں کمی ہوئی تو کہا جائے گا دیکھو اس کے پاس نوافل ہیں یا نہیں؟ اگر نوافل ہوئے تو ان سے فرض کی کمی پوری کی جائے گی اور اگر نہ ہوئے تو اس کو سر اور پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔[1] معلوم ہوا کہ قیامت کی دن خلط ملط کرنے والا اس حال میں آئے گا کہ اس کے فرائض نامکمل ہوں گے اور اس پر گناہوں کا بوجھ ہوگا، لہٰذا اس کے لئے فرائض کی کمی کو پورا کرنے اور گناہوں کے کفارے کی کوشش کرنا ضروری ہے اور یہ نوافل میں خُلُوص کے ساتھ ہی ممکن ہے۔ جبکہ مُتَّقِی کی کوشش دَرَجات کی بلندی کے لئے ہوتی ہے کیونکہ اگر اس کے نوافل برباد ہو بھی جائیں تب بھی اس کی ایسی نیکیاں باقی رہیں گی جو گناہوں پر غالب آجائیں گی، لہٰذا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اپنے عمل کے متعلق ڈرتا رہے:

مرید کو چاہئے کہ اپنی عبادت پر غیرُ اللہ کے مطَّلَع ہونے کے خوف کو دل میں بٹھالے تاکہ اس کے نوافل دُرُست ہو جائیں پھر دل کو اس بات پر جمالے کہ عمل سے فراغت کے بعد اسے ظاہر نہ کرے گا اور نہ اس کی گفتگو کرے گا۔ جب یہ سب کر چکے تو پھر بھی اپنے عمل پر ڈرتا رہے کیونکہ بعض اوقات پوشیدہ ریاکاری داخل ہو جاتی ہے جس کی اسے خبر بھی نہیں ہوتی۔ نیز اسے چاہئے کہ وہ اپنے عمل کے قبول ورَد میں یہ خیال کرتے ہوئے شک میں مبتلا رہے کہ ہو سکتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری اس پوشیدہ نیت کو شمار کیا ہو جو اس کی ناراضی کا سبب ہے اور اسی وجہ سے میرا عمل رد فرمادیا ہو۔ یہ شک وخوف بوقتِ نیت نہیں بلکہ دورانِ عمل اور بعد از فراغت ہونا چاہئے اور بوقتِ نیت تو اس بات کا یقین رکھے کہ وہ مُخْلِص ہے اور عمل سے اس کا مقصود صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے تاکہ اس کا عمل درست رہے۔

قبولیت کی امید غالب ہونی چاہئے:

جب اس نے عمل شروع کردیا تو یہ سوچے کہ ممکن ہے کوئی لمحہ غفلت و بھول میں گزر گیا ہو اب وہ خوف کرے کہ ہو سکتا ہے اسی غفلت میں ریاکاری یا خود پسندی کے کسی شائبہ نے عمل کو برباد کر دیا ہو، لیکن

---

[1] ...السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب ما روی فی اتمام الفریضۃ...الخ، ۲/ ۵۴۱، حدیث: ۴۰۰۳

www.dawateislami.net

اس خوف کے مقابلے میں امید کا پہلو غالب ہونا چاہئے کیونکہ اسے یقین ہے کہ اس نے عمل اخلاص کے ساتھ شروع کیا تھا اور شک صرف اتنا ہے کہ کہیں ریاکاری نے اسے برباد تو نہیں کر دیا؟ لہٰذا قبولیت کی امید غالب ہونی چاہئے اسی صورت میں عبادات و مُناجات میں اس کی لذت بڑھے گی۔

اخلاص یقین ہے اور ریاکاری شک اور بندے کا اس شک کا خوف اس لائق ہے کہ وہ غفلت میں پیدا ہونے والے ریاکاری کے شائبہ کا کفارہ ہو جائے۔

لوگوں کی ضروریات پوری کرنے والا کیا امید رکھے؟

جو شخص لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کو علمی فائدہ پہنچانے کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرتا ہے اسے چاہئے کہ جس کی حاجت کو پورا کر رہا ہے صرف اس کو خوش کرنے پر ہی ثواب کی امید رکھے اور علم سکھانے میں فقط یہ امید رکھے کہ سیکھنے والا عمل کرے گا تو مجھے ثواب ملے گا۔ جسے علم سکھایا یا جس پر کوئی احسان کیا اس سے شکر، تعریف و توصیف اور بدلے کی امید بالکل نہ ہو کیونکہ یہ ثواب کو برباد کر دیتی ہے، لہٰذا جب وہ شاگرد سے ہاتھ بٹانے، خدمت کرنے یا راستے میں ساتھ چلنے کی امید رکھے تاکہ اس کے پیچھے چلنے والے زیادہ ہوں یا کسی اور حاجت میں اس سے امید لگائے رکھے تو اس نے اپنا اجر لے لیا اس کے سوا اس کے لئے کوئی ثواب نہیں۔ البتہ اگر وہ ایسی تَوَقُّع نہ رکھے بلکہ صرف اتنا مقصد ہو کہ یہ علم سیکھ کر عمل کرے گا تو مجھے ثواب ملے گا لیکن شاگرد خود اس کی خدمت کرتا ہے اور وہ اس کی خدمت قبول بھی کرتا ہے تو اس صورت میں ہم امید کرتے ہیں کہ اس کا اجر ضائع نہ ہوگا کیونکہ اس کی نظر اس پر نہ تھی اور نہ ہی ایسا کوئی ارادہ تھا، لہٰذا اگر شاگرد خدمت نہ بھی کرتا تب بھی اسے گراں نہ گزرتا۔ مگر اس کے باوجود علما اس سے بچا کرتے تھے حتی کہ ایک بزرگ کنویں میں گر گئے، لوگ آئے اور کنویں میں رسی ڈالی تاکہ ان کو اوپر کھینچ سکیں، انہوں نے لوگوں کو قسم دے کر کہا: تمہارے ساتھ ایسا کوئی بھی شخص نہیں ہونا چاہئے جس نے مجھ سے قرآن کی ایک آیت یا ایک حدیث ہی کیوں نہ سیکھی ہو۔ یہ صرف اس خوف سے تھا کہ اجر و ثواب ضائع نہ ہو جائے۔

تمہارا بھائی مجھ سے حدیث سنتا ہے:

حضرت سیِّدُنا شَقِیق بَلْخِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی

www.dawateislami.net

کو بطورِ تحفہ کپڑا دیا تو انہوں نے مجھے واپس کر دیا۔ میں نے کہا: اے ابو عبدُ الله! میں ان میں سے نہیں ہوں جو آپ سے حدیث سنتے ہیں پھر کیوں تحفہ لوٹا دیا؟ انہوں نے فرمایا: میں جانتا ہوں لیکن تمہارا بھائی مجھ سے حدیث سنتا ہے، مجھے خوف ہے کہیں دوسروں کے مقابلے میں اس کے لئے میرا دل زیادہ نرم نہ ہو جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے دوستی:

ایک شخص حضرت سیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی خدمت میں ایک یا دو تھیلیاں لے کر حاضر ہوا، اس شخص کا والد آپ کا دوست تھا اور آپ کبھی کبھی اس کے پاس جایا بھی کرتے تھے۔ اس شخص نے کہا: اے ابو عبدُ الله! آپ میرے باپ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کے والد پر رحم فرمائے وہ ایسے ایسے تھے یعنی آپ نے اس کے والد کی تعریف کی۔ اس نے کہا: اے ابو عبد الله! یقیناً آپ جانتے ہیں یہ مال میرے پاس کیسے آیا؟، لٰہذا میں چاہتا ہوں آپ یہ مال لے لیں اور اپنے اہل وعِیال پر خرچ کریں، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس کا مال قبول فرما لیا۔ جب وہ شخص نکل گیا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے مبارک! جاؤ اور اس شخص کو واپس میرے لاؤ۔ جب وہ آ گیا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے فرمایا: میں چاہتا ہوں تم اپنا یہ مال واپس لے لو حتی کہ آپ نے اس کا مال لوٹا کر ہی دم لیا۔

یہ اس وجہ سے تھا کہ آپ کی اس شخص کے باپ سے دوستی خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تھی اسی لئے آپ نے مال لینا پسند نہ فرمایا۔ آپ کے صاحِب زادے حضرت مبارک [1] رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب وہ شخص چلا گیا تو مجھ سے رہا نہ گیا، میں اپنے والد صاحب کے پاس آیا اور کہا: آپ کو کیا ہو گیا کیوں آپ نے یہ پتھر اس شخص کو واپس کئے؟ ذرا دیکھیں کیا آپ کے اہل وعِیال نہیں؟ آپ مجھ پر رحم نہیں کر سکتے تھے؟ آپ اپنے بھائیوں پر رحم نہیں کر سکتے تھے؟ آپ اپنی اولاد پر رحم نہیں کر سکتے تھے؟ حتی کہ میں نے بہت سی باتیں کہہ ڈالیں، والد صاحب نے فرمایا: مبارَک! خدا سے ڈرو! تم تو اسے خوشی خوشی کھا لیتے مگر اس کے متعلق سوال مجھ سے کیا جاتا۔

1... صحیح یہ ہے کہ یہ آپ کے صاحب زادے نہیں بلکہ آپ کے بھائی ہیں۔ (اتحاف السادة المتقين، ۱۰/ ۲۱۲)

www.dawateislami.net

علم سیکھنے میں طالب علم کی کیا نیت ہو؟

معلوم ہوا عالِم پر واجب ہے کہ لوگوں کی راہ نُمائی کرنے میں صرف ثواب ہی کی امید رکھے اور طالب علم پر واجب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد، طلبِ ثواب اور رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مقام حاصل کرنے ہی کہ نیت رکھے، استاد یا مخلوق کے ہاں مقام و مرتبہ کا خواہش مند نہ ہو۔ بعض اوقات طالب علم یہ گمان کرتا ہے عبادت کے ذریعے استاد کی نگاہ میں مقبول ہونے کے لئے میرا ریاکاری کرنا جائز ہے تاکہ استاد مجھ پر خاص توجہ دے، یہ گمان غَلَط ہے کیونکہ عبادتِ الٰہی سے غیرُاللہ کا ارادہ کرنا فوری نقصان کا باعث ہے اور عِلْم کبھی نَفْع دیتا ہے اور کبھی نہیں تو علم کے وہمی فائدے کے بدلے نقد نقصان کیونکر اٹھایا جائے؟ بہر حال یہ ناجائز ہے۔ طالب علم کو چاہئے کہ علم سیکھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے، عبادت کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے، استاد کی خدمت کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے، یہ نیت نہ ہو کہ استاد کے دل میں جگہ بن جائے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ حصولِ علم عبادت بن جائے (تو یہ طریقہ اختیار کرے) کیونکہ بندوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کریں اور اس سے غیرُاللہ کا قصد ہرگز نہ کریں۔

والدین کی خدمت رب تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے:

ایسے ہی جو شخص والدین کی خدمت کرتا ہے وہ ان کے دل میں جگہ بنانے کی خاطر نہیں بلکہ محض اس ارادے سے ان کی خدمت کرے کہ والدین کی رِضا میں رب تعالیٰ کی رضا ہے، لہٰذا والدین کی نگاہ میں مقام حاصل کرنے کے لئے عبادت کو ذریعہ بنانا جائز نہیں کیونکہ یہ فوری گناہ ہے۔ عنقریب اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی ریاکاری سے پردہ اٹھادے گا اور اس کا مقام و مرتبہ والدین کے دل سے گر جائے گا۔

خلوت میں ریاکاری:

دنیا سے کنارہ کش عبادت گزار کے لئے ضروری ہے کہ اپنے دل کو ذکرُاللہ میں لگائے رکھے اور علم الٰہی پر قناعت کرے، دل میں ہرگز یہ خیال نہ لائے کہ لوگ اس کی پرہیزگاری کو جانیں اور اس کے مرتبہ کی عزت کریں کیونکہ اگر وہ ایسا خیال کرے گا تو ریاکاری اس کے سینے میں جڑیں گاڑھ لے گی حتّٰی کہ اس

www.dawateislami.net

کے سبب تنہائی میں اس کے لئے عبادت کرنا آسان ہو جائے گا اور اس کا سُکون واِطمینان محض اس وجہ سے ہو گا کہ لوگ اس کی گوشہ نشینی سے واقف اور اس کے مرتبہ کی تعظیم کرنے والے ہیں جبکہ اسے خبر ہی نہیں ہے کس وجہ سے اس کے لئے عمل آسان ہو گیا ہے۔

حکایت: سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور ریاکار راہب

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: میں نے سمعان نامی ایک راہب سے معرفت سیکھی ہے، میں اس کے گرجا میں داخل ہوا تو میں نے کہا: اے سمعان! تو کب سے اس گرجا میں ہے؟ اس نے کہا: ستر سال سے۔ میں نے پوچھا: تیرا کھانا کیا ہے؟ اس نے کہا: اے مُوَحِّد! اس سے تجھے کیا غَرَض؟ میں نے کہا: میں جاننا چاہتا ہوں۔ وہ بولا: ہر رات ایک دانہ چنے کا۔ میں نے پوچھا: تمہارے دل میں کیا بات جوش مارتی ہے جو ایک دانہ تمہیں کافی ہو جاتا ہے؟ کہنے لگا: تم اپنے سامنے اس عبادت خانے کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: لوگ ہر سال ایک دن یہاں آتے ہیں، میرے عبادت خانہ کو سجاتے ہیں، اس کے گرد طواف کرتے ہیں اور میری عزت و تعظیم کرتے ہیں، لہٰذا جب بھی میرا نفس عبادت سے تھکتا ہے میں اس گھڑی کی عزت کو یاد کر لیتا ہوں تو ایک ساعت کی عزت کی خاطر پورے سال کا بوجھ برداشت کر لیتا ہوں۔ اے مُوَحِّد! ہمیشہ کی عزت کے لئے ایک ساعت کی مشقت برداشت کرو۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میرے دل میں مَعْرِفَتِ الٰہی کی وُقعت پیدا ہو گئی، تو اس نے کہا: کافی ہے یا اور بھی کچھ بتاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ اس نے کہا: گرجا سے نیچے اترو۔ میں نیچے اترا تو اس نے میرے سامنے ایک پڑیا لٹکائی جس میں 20 دانے تھے کہنے لگا: عبادت خانے میں داخل ہو جاؤ جو چیز میں نے تمہاری طرف لٹکائی ہے لوگوں نے دیکھ لی ہے، جب میں عبادت خانے میں داخل ہوا تو سارے نَصرانی میرے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے: اے مُوَحِّد! شیخ نے آپ کی طرف کیا چیز لٹکائی ہے؟ میں نے کہا: اپنی غذا۔ وہ کہنے لگے: آپ اسے کیا کریں گے، اس کے زیادہ حق دار تو ہم ہیں۔ پھر کہنے لگے اس کی قیمت بتاؤ۔ میں نے کہا: 20 دینار۔ انہوں نے مجھے 20 دینار دے دیئے۔ میں راہب کے پاس لوٹا تو اس نے کہا: اے مُوَحِّد! تم نے وہاں کیا کیا؟ میں نے کہا: میں نے وہ چیز انہیں بیچ دی۔ اس نے کہا: کتنے میں؟ میں نے کہا: بیس دینار میں۔ وہ کہنے لگا:

www.dawateislami.net

تم نے غلطی کی اگر تم اس کی قیمت 20ہزار دینار بھی لگاتے تو وہ تمہیں ضرور دیتے۔

یہ اس شخص کی عزت ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت نہیں کرتا اندازہ لگاؤ جو اس کی عبادت کرتا ہے اس کی عزت کا کیا عالم ہو گا؟ اے مُوَحِّد! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہو جا اور اِدھر اُدھر توجہ کرنا چھوڑ دے۔

خلوت میں ریاکاری کے خیال سے کیسے بچے؟

اسے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نفس تنہائی میں بھی لوگوں کے دلوں میں موجود بُزرگی کی عَظمت کو محسوس کرتا ہے اور بعض اوقات تو بندے کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی، لہٰذا زاہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس سے بچے اور اس سے سلامتی کی علامت یہ ہے کہ انسان و جانور اس کی نظر میں ایک ہی ہوں اور اگر لوگ اس کے بارے میں اپنی عقیدت بدل لیں تو وہ غمگین و تنگ دل نہ ہو۔ البتہ تھوڑی بہت کراہت آسکتی ہے اگر ایسا محسوس کرے تو فوراً عقل وایمان کی مدد سے اسے دور کر دے اور ایسا ہو جائے کہ اگر وہ حالتِ عِبادت میں ہو اور تمام لوگ اس پر مُطَّلَع ہو جائیں تو خُشُوع میں ذرا بھر بھی اضافہ نہ کرے اور نہ ہی اس کے دل میں ان کی اِطّلاع کے سبب سُرور پیدا ہو کیونکہ اگر تھوڑا سا سرور بھی آگیا تو یہ اس کے کمزور ہونے کی دلیل ہے۔ البتہ اگر وہ عقل وایمان کی مدد سے اسے ناپسند کر کے فوراً دور کرنے پر قادر ہو اور اس سرور کی طرف مائل نہ ہو تو امید ہے اس کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی مگر لوگوں کے مشاہدے کے وقت خُشُوع واِنْہِماک سے اس لئے عبادت کرنا کہ لوگ اس کی طرف نہ بڑھیں (کہ مشغول ہو جائے گا) اس میں حَرَج تو کوئی نہیں لیکن دھوکا ہو سکتا ہے کیونکہ بعض اوقات نفس کی پوشیدہ خواہش اظہارِ خشوع ہوتا ہے اور نفس اس کے لئے لوگوں سے گھٹن کا بہانہ تراش لیتا ہے۔ اس صورت میں وہ اپنے نفس سے پختہ وعدہ لے کر یہ مطالبہ کرے کہ اگر لوگوں سے دوری، تیز چلنے، زیادہ ہنسنے یا زیادہ کھانے کے ذریعہ حاصل ہو تو کیا نفس اس پر راضی ہو گا؟ اب دیکھے اگر نفس اس پر راضی نہیں بلکہ محض عبادت ہی کے ذریعہ لوگوں سے دور بھاگنا چاہتا ہے تو سمجھ لے کہ یہ لوگوں کے ہاں مقام و مرتبہ کا خواہش مند ہے۔ اس بلا سے وہی شخص چھٹکارا پا سکتا ہے جس کے دل میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی موجود ہی نہیں ہے۔ اب وہ اس طرح عمل کرے کہ گویا روئے زمین پر تنہا عبادت کرنے والا ہے ایسے آدمی کے دل میں پہلے تو مخلوق کا خیال آتا ہی نہیں اگر آ بھی

www.dawateislami.net

جائے تو وہ اس قدر کمزور ہوتا ہے کہ جسے دور کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ جب بندہ یہ سب کر لے گا تو مخلوق کے دیکھنے سے عمل میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔

اس میں سچا ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس شخص کے دو دوست ہوں ایک مالدار اور ایک غریب۔ جب مال دار اس کے پاس آئے تو اس کی عزت کی خاطر دل زیادہ پُرجوش نہ ہو البتہ اگر مال دار میں علم یا تقویٰ و پرہیز گاری زیادہ ہو تو محض اس وجہ سے اس کی زیادہ عزت کرے نہ کہ مال داری کی وجہ سے۔

جس شخص کا مال داروں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور ان کو دیکھنا ہو تو وہ اکثر ریاکار یا لالچی ہو جاتا ہے اس کے مقابلے میں فقرا کو دیکھنا آخرت کی رغبت اور دل میں فقر و انکساری کی محبت میں اضافہ کرتا ہے جبکہ مالداروں کو دیکھنا اس کے برعکس ہے، لہٰذا فقیر کے مقابلے میں مال دار کو دیکھنے سے راحت و سکون کیسے مل سکتا ہے؟

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی کی مجلس سے زیادہ کسی مجلس میں مال داروں کو ذلیل نہیں سمجھا جاتا تھا، آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فُقرا کو اپنے قریب اور مال داروں کو سب سے پیچھے بیٹھاتے تھے حتی کہ مالدار تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش! ہم ان کی مجلس میں فقیر ہوتے۔

مال دار کی زیادہ عزت کرنا اس وقت تمہارے لئے جائز ہے جب تمہارے اور اس کے مابین کوئی رشتہ قرابت ہو یا پہلے سے ہی دوستی ہو یا کوئی تعلق قائم ہو لیکن اگر یہی سبب تمہارے اور فقیر کے مابین بھی ہو تو تم مال دار کو عزت و توقیر میں فقیر پر ہرگز مُقدَّم نہ کرو کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں فقیر، مال دار سے زیادہ عزت والا ہے۔ تمہارا مال دار کو ترجیح دینا اس کے مال میں لالچ یا اس کو دکھانے کے لئے ہوگا، اگر تم ان دونوں کو مجلس میں برابری دے بھی دو پھر بھی تم پر یہ خوف مَنڈلا رہا ہے کہ تمہاری حکمت و خُشُوع فقیر کے مقابلے میں مال دار کے لئے زیادہ ہو جائے، اسی کو پوشیدہ ریاکاری یا پوشیدہ لالچ کہتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ سماک بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْھَادِی نے اپنی لونڈی سے کہا: آخر کیا وجہ ہے کہ جب میں بغداد آتا ہوں تو میری زبان پر حکمت جاری ہو جاتی ہے؟ اس نے کہا: لالچ آپ کی زبان کو تیز کر دیتی ہے۔

یقیناً اس نے سچ کہا کیونکہ زبان مال دار کے سامنے وہ گفتگو کرتی ہے جو فقیر کے سامنے نہیں کرتی اور مال دار کے سامنے ایسا خشوع ظاہر ہوتا ہے جو فقیر کے سامنے نہیں ہوتا۔

www.dawateislami.net

خاتمہ:

ریاکاری کے باب میں نفس کی پوشیدہ چال بازیوں کو شمار کرنا ممکن نہیں، ان سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ اپنے دل سے غیرُ اللہ کو نکال دو، تمام عمر اپنے نفس پر مہربانی کرو اور اسے گندی وعارِضی خواہشات کے سبب جہنم میں جانے پر راضی نہ ہونے دو، دنیا میں اس بادشاہ کی طرح رہو جسے خواہشات نے گھیر رکھا ہے، اس کے پاس تمام لذات موجود ہیں لیکن اس کے جسم میں بیماری ہے، وہ خواہشات سے لطف اندوز ہونے کی صورت میں ہر وقت ہلاکت کے خوف میں مبتلا رہتا ہے، اور جانتا ہے کہ اگر ان سے بچ کر نفس کے مجاہدے میں لگا رہا تو زندہ رہے گا اور بادشاہت باقی رہے گی، لہٰذا وہ طبیبوں کے پاس بیٹھتا اور دوا سازوں کی مجلس اختیار کرتا ہے، اپنے نفس کو کڑوی دوا پینے کا عادی بناتا اور اس کی بَدمَزگی پر صبر کرتا ہے، تمام لذات کو چھوڑ دیتا ہے اور ان کے چھوڑنے پر صابر بھی رہتا ہے، نتیجۃً کم کھانے کی وجہ سے ہر گزرتے دن اس کا بدن کمزور ہوتا چلا جاتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ شدید پرہیز کے سبب بیماری بھی کم ہوتی رہتی ہے، نفس جب اس سے کسی خواہش کے لئے جھگڑتا ہے تو وہ اپنے اوپر پے در پے آنے والے ان درد و تکالیف کے بارے میں غور کرتا ہے جو اس کے اور اس کی بادشاہت میں جدائی ڈالنے اور دشمن کو خوش کرنے کا سبب ہیں۔ جب دوا پینا گراں محسوس ہوتا ہے تو اس سے حاصل ہونے والی اس تندرستی کی طرف نظر کرتا ہے جس کے سبب وہ بادشاہی اور اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے گا، دل فارِغُ الْبال، جسم تَنْدُرُست ہوگا اور حکمرانی کرے گا، اس طرح اس کے لئے لذات کو چھوڑنا اور ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہی صورت حال اس مومن کی ہوتی ہے جو آخرت کا طلب گار ہوتا ہے، وہ دنیا کی ان تمام لذّات ورنگینیوں سے پرہیز کرتا ہے جو آخرت میں ہلاک کر دینے والی ہیں۔ دنیا سے بہت تھوڑے پر گزارہ کرتا ہے، کمزوری، وَحْشت، پریشانی اور غم وخوف کو اختیار کرتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب کا شکار ہونے کے خوف اور اس کے عذاب سے بچنے کی امید پر مخلوق سے لگاؤ ختم کرلیتا ہے، جب جنت کی ابدی نعمتوں اور اپنے انجام پر ایمان ویقین پختہ ہو جائے تو یہ سب اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ پھر وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کریم ورحیم ہے، وہ اپنی رضا کے طلبگاروں کی ہمیشہ مدد فرماتا ہے، ان پر لُطف وکَرَم فرماتا ہے، اگر وہ چاہے تو ان کو محنت ومشقت سے بے نیاز

www.dawateislami.net

کر دے لیکن اس نے ان کو آزمانے اور ان کے ارادے کے سچا ہونے کی جانچ کا ارادہ فرمایا ہے، یہ اس کا عدل وحکمت ہے۔ پھر جب بندہ ابتدا ہی میں تھکاوٹ کا شکار ہو جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مدد فرماتا ہے، اس کے بوجھ کو ہلکا فرما کر اس کے لئے صَبْر کرنا آسان فرما دیتا ہے، اپنی عبادت کا شوق اور مُناجات کی ایسی لذّت عطا فرماتا ہے جو تمام لذتوں کو بھلا دے، خواہشات کو دور کرنے کی طاقت عطا فرماتا بلکہ ان کو فنا کر کے بندے کی مدد فرماتا ہے کیونکہ کریم کی شان یہ ہے کہ وہ امید رکھنے والے کی کوشش کو ضائع نہیں فرماتا اور محبت کرنے والے کی امیدوں کو نامراد نہیں کرتا بلکہ وہ تو فرماتا ہے: مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا یعنی جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے میری رحمت ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتی ہے۔[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ مزید ارشاد فرماتا ہے: نیک لوگوں کا مجھ سے ملاقات کا شوق طویل ہو گیا اور مجھے ان کی ملاقات کا شوق ان سے بھی زیادہ ہے۔

لٰہذا بندے کو چاہئے کہ شروع میں کوشش، صِدْق اور اِخلاص کا مظاہرہ کرے پھر دیکھے کہ عنقریب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اسے وہ عطا ہو گا جو اس کے جُود و کَرَم اور شفقت ورحمت کے لائق ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰه! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے "جاہ و منصب اور ریاکاری کی مَذمّت کا بیان" مکمل ہوا

❁ ... ❁ ... ❁ ... ❁ ... ❁ ... ❁

پہاڑ برابر قرض سے نجات کا وظیفہ

ایک مکاتب غلام (یعنی وہ غلام جس نے اپنے آقا سے مال کی ادائیگی کے بدلے آزادی کا معاہدہ کیا ہو۔ مختصر القدوری، ص۱۷۱، ۱۷۱) نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم کی خدمت میں عرض کی: میں اپنی کتابت (یعنی آزادی کی قیمت) ادا کرنے سے عاجز ہوں، میری مدد فرمائیے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میں تمہیں چند کلمات نہ سکھاؤں جو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے مجھے سکھائے ہیں، اگر تم پر جبل صیر نامی پہاڑ جتنا بھی قرض ہو گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری طرف سے ادا کر دے گا، تم یوں کہا کرو:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ

(سنن الترمذی، ۵/ ۳۲۹، حدیث: ۳۵۷۴)

1... مسلم، کتاب التوبة، باب فی الحض علی التوبة والفرح بها، ص ۱۴۶۷، حدیث: ۲۶۷۵

www.dawateislami.net

ماخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف / مؤلف	مطبوعہ
قرآن پاک	کلام باری تعالیٰ	مکتبة المدینة
ترجمۂ کنزالایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۴۰ھ	مکتبة المدینة ۱۴۳۲ھ
خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۶۷ھ	مکتبة المدینة ۱۴۳۲ھ
التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن الحسین رازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ
تفسیر القرطبی	علامہ ابو عبد اللہ بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر غرائب القرآن	علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمّی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۲۸ھ	دار الکتب العلمیة ۱۴۱۶ھ
تفسیر الدر المنثور	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیة ۱۴۱۹ھ
صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم ۱۴۱۹ھ
سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۳ھ	دار المعرفة بیروت ۱۴۲۰ھ
سنن ابی داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ
سنن الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۹ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
السنن الکبریٰ	امام احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیة ۱۴۱۱ھ
السنن الکبریٰ	امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیة ۱۴۲۴ھ
سنن الدارمی	امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۰۷ھ
الموطأ	امام مالک بن انس اصبحی حمیری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۷۹ھ	دار المعرفة بیروت ۱۴۲۰ھ
المستدرک	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۰۵ھ	دار المعرفة بیروت ۱۴۱۸ھ
المسند	امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
المسند	امام حافظ سلیمان بن داود طیالسی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۰۴ھ	دار المعرفة بیروت
مسند البزار	امام ابو بکر احمد بن عمرو بزار رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۹۲ھ	مکتبة العلوم والحکم ۱۴۲۴ھ

www.dawateislami.net

الزھد	امام ابوعبد الرحمٰن عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۸۱ ھ	دار الکتب العلمیۃ
الزھد	امام ھناد بن سری کوفی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۴۳ ھ	دار الخلفاء للکتاب الاسلامی ۱۴۰۶ ھ
المصنف فی الاحادیث والآثار	حافظ عبداللہ محمد بن ابی شیبۃ عبسی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۳۵ ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ ھ
المصنف	امام حافظ ابوبکر عبد الرزاق بن ھمام رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۱۱ ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ ھ
المعجم الاوسط	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ ھ
المعجم الکبیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۲ ھ
الجامع الصغیر	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۱۱ ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۵ ھ
کنز العمال	علامہ علاء الدین علی بن حسام الدین متقی ھندی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۷۵ ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ ھ
شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ ھ
معرفۃ السنن والآثار	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ ھ
الترغیب والترھیب	حافظ زکی الدین عبد العظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۵۶ ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ ھ
الشمائل المحمدیۃ	امام محمد بن عیسٰی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۹ ھ	دار احیاء التراث العربی
نوادر الاصول	ابوعبد اللہ محمد بن علی بن حسین حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ ھ	مکتبۃ الامام بخاری
فیض القدیر	علامہ محمد عبد الرؤوف مناوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۰۳۱ ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ ھ
الزواجر عن اقتراف الکبائر	امام ابوالعباس احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی ھیتمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۷۴ ھ	دار المعرفۃ ۱۴۱۹ ھ
الکبائر	امام حافظ محمد بن احمد بن عثمان ذھبی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۴۷ ھ	پشاور پاکستان
کتاب الدعاء	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ ھ
مکارم الاخلاق	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ ھ
میزان الاعتدال	امام حافظ محمد بن احمد بن عثمان ذھبی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۴۷ ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ ھ
مساوئ الاخلاق	حافظ ابوبکر محمد بن جعفر السامری خرائطی رحمۃ اللہ علیہ المتوفّٰی ۳۲۷ ھ	مؤسسۃ الکتب الثقافیہ ۱۴۱۳ ھ
دلائل النبوۃ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۳ ھ
الادب المفرد	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۶ ھ	ملتان پاکستان

www.dawateislami.net

الموسوعة	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۸۱ھ	المکتبۃ العصریۃ ۱۴۲۶ھ
تاریخ مدینہ دمشق	حافظ ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ
حلیۃ الاولیاء	امام حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
اتحاف الخیرۃ المھرۃ	حافظ احمد بن ابی بکر بن اسماعیل بوصیری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۴۰ھ	مکتبۃ الرشد ۱۴۱۹ھ
الطبقات الکبری	امام حافظ محمد بن سعد بن منیع ہاشمی بصری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
تذکرۃ الموضوعات	علامہ طاہر بن علی ہندی پٹنی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۸۶ھ	ملتان پاکستان
المتحابین فی اللہ	علامہ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن قدامۃ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۲۰ھ	دار الطباع ۱۴۱۱ھ
اتحاف السادۃ المتقین	علامہ سید محمد بن محمد مرتضٰی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۲۰۵ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۳۰ھ
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۵ھ
الکامل فی ضعفاء الرجال	امام ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۵ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
بہار شریعت	صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی پاکستان
مرآۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
فیضانِ سنت	ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۳

❄ ... ❄ ... ❄ ... ❄ ... ❄

www.dawateislami.net

یادداشت

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

www.dawateislami.net

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نیک نمازی بننے کیلئے

ہر جُمعرات بعد نمازِ مغرب آپ کے یہاں ہونے والے **دعوتِ اسلامی** کے ہفتہ وار سُنّتوں بھرے اجتماع میں رضائے الٰہی کے لیے اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ ساری رات شرکت فرمائیے ❁ سُنّتوں کی تربیت کے لیے **مَدَنی قافلے** میں عاشقانِ رسول کے ساتھ ہر ماہ تین دن سفر اور ❁ روزانہ جائزہ لیتے ہوئے ”نیک اعمال“ کا رسالہ پُر کر کے ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے۔

میرا مَدَنی مقصد: ”مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔“ اِنْ شَآءَ اللّٰہ۔ اپنی اصلاح کے لیے رسالہ ”نیک اعمال“ پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لیے ”**مَدَنی قافلوں**“ میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ۔

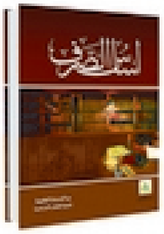

978-969-722-409-8
01013380

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی کراچی
UAN +92 21 111 25 26 92 0313-1139278
www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net